اقبال چند نئے مباحث

ڈاکٹر تحسین فراقی

اقبال اکادمی پاکستان

www.iqbalcyberlibrary.net

انتساب!

اپنی صاحبزادی طیبہ تحسین کے نام

جسے کلام اقبالؒ سے غیر معمولی شغف ہے

☆☆☆☆☆

www.iqbalcyberlibrary.net

حرفے چند

پیش نظر مجموعہ میرے ان چند مضامین پر مشتمل ہے جو میں نے ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک اقبال کے فکر و فن کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کے لیے لکھے۔ پہلے چار مضامین مختلف تعلیمی اور ثقافتی اداروں کے علمی مذاکروں میں پڑھے گئے جن میں پشاور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو اور پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اقبالیات کے منعقدہ علمی مذاکروں کے علاوہ خانۂ فرہنگ ایران و اقبال اکادمی کے اشتراک سے منعقد ہونے والے ملکی اور بین الاقوامی سیمینار بھی شامل ہیں۔ رب کریم کا شکر ہے کہ یہ مقالے ان مذاکروں کے شرکاء نے بھی پسند فرمائے اور اشاعت کے بعد متعدد ملکی اور غیر ملکی ممتاز دانشوروں اور محققوں نے بھی انھیں سند ستائش سے نوازا۔

اقبال کی فکر کی گہرائی اور پھیلاؤ دونوں حیران کن ہیں اور لکھنے والے کا کڑا امتحان لیتے ہیں۔ اسی طرح ان کی شاعری اپنے فن اور اسلوب کے اعتبار سے اتنی منفرد ہے کہ قاری اس پر جتنا غور کرتا ہے، اتنا ہی اس کے پہلو دار اور تہہ دار ہونے کا احساس بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اقبال پر اگرچہ افقی حوالے سے تو بہت کچھ لکھا گیا لیکن میں دیانتداری سے محسوس کرتا ہوں کہ ابھی ایسا بہت کم سرمایہ وجود میں آیا ہے جسے اعلیٰ درجے کی تنقیدی و تحقیقی کاوشوں میں شمار کیا جا سکے۔

پیش نظر مضامین میں اقبال کے فکری اجتہادات اور ان کی فنی کرشمہ کاریوں پر بحث کی گئی ہے اور ان کے بعض اہم پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے، پھر بھی میرا احساس ہے کہ اقبالیات سے شغف رکھنے والے حضرات کو جہاں ان مضامین میں بعض نئی باتیں ملیں گی وہاں یقیناً وہ ایک گونہ تشنگی بھی محسوس کریں گے۔ مثلاً میری آرزو ہے کہ کاش میں اقبال کے شعری کمالات پر ایک مبسوط کتاب لکھتا، غالب کی طرح اقبال کے لب اعجاز پر بھی نطق سو بار ناز کرتا ہے اور اس کا متقاضی ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

کہ اس کا بھرپور اور تفصیلی جائزہ مرتب کیا جائے جس میں جہاں یہ بتایا جائے کہ اقبال نے عربی اور فارسی کی کلاسیکی شاعری سے اخذ وقبول کر کے کیا سحر آفرینی کی ہے وہیں یہ بھی واضح کیا جائے کہ انھوں نے مغرب کے اسالیب شعر کو کہاں تک جذب کیا ہے اور ان سب کے ساتھ اپنی انقلاب انگیز فکر کو آمیز کر کے اپنی شاعری کو جو تار حریہفت رنگ تیار کیا ہے، اس کی حقیقی اور اصلی قدر و قیمت کیا ہے؟ اس ضمن میں ان کی فارسی شاعری خصوصیت کے ساتھ فنی تجزیے اور تحلیل کا تقاضا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اقبال کے مختلف اردو اور فارسی مجموعوں پر مشتمل ان کے اپنے حک واضافہ اور کاٹ چھانٹ کی حامل دست نوشت بیاضیں بھی گہرے لسانی اور فنی تجزیے کی طالب ہیں۔

جہاں تک اقبال کے شعری ونثری متون کی صحت کا تعلق ہے اس ضمن میں شعری متون کی حد تک تو کسی قدر اطمینان بخش کام ہو چکا ہے مگر جہاں تک ان کے نثری متون کا تعلق ہے، سوائے انگریزی خطبات اقبال کے، باقی سارا سرمایہ کسی مرد مبارز طلب کا منتظر ہے جو اسے بڑی دردمندی، جگر کاوی اور تدوین متن کے سائنسی اصولوں کی کامل پاسداری کرتے ہوئے نئے سرے سے مدوّن کرے۔

مجھے اس امر کا شدت سے احساس اس وقت ہوا جب میں نے شیخ عطاء اللہ مرحوم کی مرتبہ ''اقبال نامہ'' کی تدوین وترتیب نو کا آغاز کیا۔ جوں جوں کام بڑھتا گیا، میری مشکلات بڑھتی گئیں کیونکہ صورت حال کلیتہً مصحفی کے اس شعر کے مصداق تھیں:

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہو گا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

اسی احساس اور کاوش کا حاصل وہ مضمون تھا جو ''اقبال نامہ ...... چند گزارشات، چند تصحیحات'' کے زیر عنوان لکھا گیا اور جواب اقبال پر میرے مجموعۂ مضامین ''جہت اقبال'' میں

www.iqbalcyberlibrary.net

شامل ہے۔کلیات مکاتیب اقبال (مظفر حسین برنی) کے وسیع اور بلند آہنگ پراجیکٹ سے امید بندھی تھی کہ چلیے اب اقبال کے مکاتیب تو یقیناً صحت کے ساتھ شائع ہو جائیں گے مگر پہلی جلد کی آمد کے ساتھ ہی یہ امید ڈھیر ہو گئی۔ دوسری جلد نے بھی مایوس کیا۔تیسری جلد کی آمد پر بھی جب مضمون واحد نظر آیا تو میں نے اس کا بھرپور جائزہ لینے کا ارادہ کیا اور یوں ''کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم...... ایک جائزہ'' نامی مضمون لکھا گیا جو زیر نظر مجموعے کا طویل ترین مضمون ہے۔ یہ مضمون برنی صاحب سے کسی ذاتی رنجش کا نتیجہ ہرگز نہیں۔ ہاں انھیں یہ احساس دلانا مقصود تھا کہ تدوین متن بڑی جاں کاہی چاہتا ہے اور تحقیق اور عجلت میں ازل کا بیر ہے لہٰذا سہج پکے سو میٹھا ہو!! اس مضمون کا پاک و ہند کے متعدد دانشوروں نے سراہا جن میں ڈاکٹر وحید قریشی، اشفاق احمد اور رشید حسن خاں خصوصیت سے لائق ذکر ہیں۔

پیش نظر کتاب کے دو مضامین ''علامہ اقبال اور پارلیمان کا حق اجتہاد'' اور ''علامہ اقبال اور مسلم ثقافت کے خدوخال'' حضرت علامہ کے مشہور انگریزی خطبات میں سے دو کے تفصیلی جائزے اور محاکمے پر مشتمل ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ کسی بڑے لکھنے والے سرمایہ تحریر سے انقلاب انگریز استفادہ مرعوبیت کے بغیر اور معروضیت کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ ان دونوں مضامین میں قارئین اس معروضی اسلوب کو یقیناً محسوس کریں گے۔

زیر نظر کتاب کا آخری مضمون دراصل میرے تین مختصر مضامین کا افشردہ ہے (جو ۱۹۸۲ء سے ۱۹۹۰ء کے دوران شائع ہوئے۔) اس مضمون میں علامہ کے وہ دو انگریزی مکتوب بھی شامل ہیں جو ۱۹۳۶ء میں فضل شاہ گیلانی کے نام لکھے گئے تھے۔ یہ خطوط میں نے پہلی بار ۱۹۸۲ء سہ ماہی ادبی مجلّے سیارہ میں شائع کیے تھے۔اس مضمون میں اقبال کی چند اور نایاب تحریریں بھی

www.iqbalcyberlibrary.net

شامل ہیں جنھیں پہلی بار مدوّن کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔

یہ مجموعۂ مضامین تنقید اور تحقیق کے تال میل سے مرتب کیا گیا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں میں تضاد نہیں، یہ قرابت قریبہ ہے۔ رشتہ بہ رشتہ، نخ بہ نخ، تار بہ تار، پو بہ پو۔

کوئی بھی علمی کاوش سقم اور سہو سے معرا نہیں ہوتی لہٰذا اہل علم سے گزارش ہے کہ ان تنقیدی و تحقیقی مضامین کا کڑی نظر سے جائزہ لیں اور راقم السطور کو اس کی کوتاہیوں سے آگاہ فرمائیں۔ راقم ان کا تہ دل سے شکر گزار ہو گا۔

میں اقبال اکادمی لاہور (پاکستان) کے سربراہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کا ممنون ہوں جن کی ذاتی دلچسپی کے باعث یہ مجموعۂ مضامین شائع ہو رہا ہے۔ محترمہ بصیرہ عنبرین اور جناب رفاقت علی شاہد بھی میرے شکریے کے مستحق ہیں جنھوں نے پروف خوانی کی زحمت گوارا فرمائی۔

ان مضامین میں جہاں جہاں اقبال کے اردو، فارسی شعری اقتباسات دیے گئے ہیں وہ سب شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور کی شائع شدہ کلیات اردو و فارسی سے لیے گئے ہیں۔

تحسین فراقی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو

یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

www.iqbalcyberlibrary.net

اقبال کی اردو شاعری کا مختصر فنی جائزہ

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے
تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

اور

نطق کو سو ناز ہیں تیرے لب اعجاز پر

اقبال کے عرفی اور غالب کے بارے میں کہے گئے ان مصرعوں کا اطلاق خود اقبال پر بھی ہوتا ہے جن کی فکر بلند صفت برق چمکتی ہے اور جو اردو اور فارسی شاعری کی توانا، منفرد، معنی آفرین اور انقلاب انگیز آواز ہیں۔ یہ شاعری اپنے موضوعات و مضامین کے اعتبار سے تو منفرد ہے ہی، اپنے اسالیب کے اعتبار سے بھی حد درجہ لائق توجہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے فنی محاسن کے اعتبار سے یہ اس قدر منفرد اور وسیع و عمیق ہے کہ ابھی تک اس کا کوئی ایسا جامع فنی جائزہ مرتب نہیں ہو سکا جسے ایک روشن مثال کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ اس صورت حال کے جہاں کئی اسباب ہیں وہیں ایک سبب خود اقبال کے اپنے ایسے اظہارات بھی ہیں جن میں کمال بے نیازی یا انکسار سے کام لیتے ہوئے انھوں نے خود کو ایک ایسے مصلح کے طور پر پیش کیا ہے جو فن کو بحیثیت فن اپنا مقصود نہیں سمجھتا بلکہ اس کے توسط سے بعض ایسے حقائق بیان کرنا چاہتا ہے جو اس کی قوم کے لیے بالخصوص اور نوع انسانی کے لیے بالعموم مفید ہوں نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ناقدین اور قارئین کی زیادہ توجہ بھی ان کے افکار ہی پر مرکوز رہی ہے اگرچہ ادھر کچھ عرصے سے ہمارے پڑوسی ملک بھارت میں اقبال کی فنی یافت کا نئے تنقیدی پیمانوں سے جائزہ لیا جا رہا ہے اور اس باب میں اسلوب احمد انصاری، مسعود حسین خان، شمس الرحمان فاروقی، مغنی تبسم اور گوپی چند نارنگ کی کاوشیں ایک حد

تک معنی خیز ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن پاکستان میں اس طرف ابھی اتنی توجہ نہیں کی جا رہی جتنی ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اقبال کے فنی محاسن خصوصاً ان کی منفرد؟ کاوشوں اور ان کے صوتیاتی نظام کی جانب اول اول توجہ پاکستان ہی کے بعض نقادوں نے کی تھی جن میں حمید احمد خان، سید عابد علی عابد، آسی ضیائی، سید عبداللہ، صوفی تبسم اور شوکت سبزواری کے نام قابل ذکر ہیں۔ کاش یہ سلسلہ تفصیل اور تندہی کے ساتھ آگے بڑھتا۔ پیش نظر مضمون میں علامہ کی اردو شاعری کے صرف چند فنی محاسن کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ میں نے اس باب میں اقبال کے کلام پر مبنی ان کی دو ایک ایسی خودنوشت بیاضوں سے بھی مدد لی ہے جن سے پتا چلتا ہے کہ:

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست

اور

نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے باخبر میں

کہنے والا شاعر کی باریکیوں سے کیسا واقف اور کس قدر آگاہ ہے اور اپنے کلام کی تہذیب و تزئین میں کیسی جاں گسل کاوش کرتا ہے جگن ناتھ آزاد نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

"۱۹۱۸ء میں جب رموز بیخودی چھپی تو جسٹس دین محمد نے اقبال سے کہا کہ یوں تو یہ ساری مثنوی لاجواب ہے لیکن اس کا ایک شعر مجھے خاص طور پر پسند آیا ہے اور وہ شعر یہ ہے:

درمیان کارزار کفر و دیں
ترکش ما را خدنگ آخریں

اقبال نے جواب میں کہا: "دین محمد! یہ شعر میری چالیسویں کوشش کا نتیجہ ہے۔"

اس واقعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ پیغام کی عظمت، فنی ریاضت کی کس درجہ متقاضی ہے۔ اقبال نے ایک اور موقعے پر کہا تھا کہ جہاں کوئی بڑا

www.iqbalcyberlibrary.net

شعر پاؤ، سمجھو کہ کوئی مسیحا مصلوب ہوا ہے۔ علاوہ ازیں شعر کی زبان میں بھی کہا تھا:

ع: مصرعۂ من قطرۂ خون من است

حقیقت یہ ہے کہ اقبال اپنی انگلیوں کی پوروں تک اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ بڑا فن خون جگر سے نمو پاتا ہے اور سل کو دل بناتا ہے:

رنگ ہو یا خشت و سنگ چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خون جگر سے نمود
قطرۂ خون جگر سل کو بناتا ہے دل
خون جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

☆

انھوں نے فنون لطیفہ میں پائے جانے والے سرور کے حوالے سے سوال اٹھایا تھا کہ اس کا ماخذ کیا ہے اور جو جواب فراہم کیا وہ اس کے سوا کیا ہے کہ اس کا ماخذ دھڑکتا ہوا قلب انسانی ہے۔ غالب نے تخلیقی عمل کی پراسراریت کے باب میں اپنی بے بسی کا کھلا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا:

ندانم کہ پیوند حرف از کجاست
دریں پردہ لحن شگرف از کجاست

اور اقبال نے جو سوال اٹھائے ان میں سے ایک کا خلاصہ اوپر درج ہوا۔ شعر کے پیکر میں ڈھلتے اور گونجتے بولتے یہ سوال یوں مرتب ہوئے تھے:

الف:

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

www.iqbalcyberlibrary.net

ب:

آیا کہاں سے نالۂ نے میں سرور مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوب نے

اور جواب یہ تھے سینۂ روشن اور دل گداختہ ہی فن کے اصل ماخذ ہیں:

حق اگر سوزے ندارد حکمت است
شعر می گردد چو سوز از دل گرفت

یا:

سینہ روشن ہو تو ہے سازِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن تو سخن مرگِ دوام اے ساقی

ایک اور موقعے پر اقبال نے اپنی ایک نثری تحریر میں اپنی کیفیات قلبی کو شعر کے پیکر میں ڈھالنے کی اپنی خلقی مجبوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:

"قسم بخدا لایزال، میں..... سچ کہتا ہوں کہ بسا اوقات میرے قلب کی کیفیت اس قسم کی ہوتی ہے کہ میں باوجود اپنی بے علمی و کم مائیگی کے شعر کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں ورنہ مجھے نہ زبان دانی کا دعوٰی ہے اور نہ شاعری کا۔"

یہ اقبال کی عظمت کی بڑی دلیل ہے کہ ان کے یہاں اس قبیل کے انکسار آمیز اعترافات ملتے ہیں لیکن اس کے دوش بدوش اقبال کو اس امر کا بھی توانا احساس تھا کہ ان کی فکر برگزیدگی نئے، تازہ تر، وسیع اور بے کنار اظہاری سانچوں کی متقاضی ہے اور روایتی شعری پیکر اس کی کفایت کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لیے فرمایا:

در نمی گنجد بہ جو عمان من

www.iqbalcyberlibrary.net

بحرہا باید پئے طوفان من

یہاں یہ سوال بے محل نہ ہوگا کہ اگر یہ سیلاب فکر اور طوفان خیال شعری پیکر میں نہ ڈھلتا اور محض نثر تک محدود رہتا تو کیا یہ اتنا ہی ''پیمبر شکار'' اور یزداں گیر ہوتا؟ میرا جواب ہے کہ ہرگز نہیں ۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقبال کے پیغام اور فکر و فلسفہ کو تاثیر کی تیز دھار نشتریت ان کے شعری پیکروں نے عطا کی ہے۔ چنانچہ یہ شاعری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ کون سے عناصر ہیں جو اسے ''چیز دگر' بناتے ہیں اور یہ ساحری اعجاز کی حدوں کو چھوتی ہے تو کیسے؟

اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اقبال ہماری اردو شاعری کی تاریخ میں وہ واحد اور اب تک تنہا شاعر ہیں جنھوں نے مسلم دنیا کی ڈیڑھ ہزار سالہ فکری وفنی روایت کو نہایت حیران کن طریقے سے جذب کیا ہے۔ یہاں چونکہ فکر سے بحث نہیں اس لیے فن کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ پچیس چھبیس برس کی عمر ہی میں اقبال کو فن، اس کی باریکیوں کا تحیر خیز شعور اور شعر گوئی کی غیر معمولی فطری صلاحیت حاصل تھی۔ بیسویں صدی کے بالکل اوائل میں جب ''تنقید ہمدرد'' کے نام سے اقبال اور ناظر کے بعض اشعار پر زبان و بیان کے نقطۂ نظر سے اعتراض کیے گئے تو اس پر اقبال نے ''اردو پنجاب میں'' کے زیر عنوان ایک معرکے کا معقول اور مسکت جواب لکھا تھا جو مخزن کے اکتوبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ چھبیس برس کے اس نوجوان نے اردو اور فارسی کے کلاسیکی اور معاصر ادب کا کیسا گہرا مطالعہ کر رکھا تھا اور اساتذہ کے کلام کی مثالیں انھیں کس خوبی سے مستحضر تھیں۔

بال جبریل کی ایک غزل میں اقبال نے اپنے فطری شاعر ہونے کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے:

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خودبخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

www.iqbalcyberlibrary.net

مگران کی بیاضوں کا مطالعہ اس بین اور کامل تر حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ حسن معنی کی مشاطگی ہی سے فن میں نکھار آتا ہے اور اس میں کیفیت اعجاز پیدا ہوتی ہے۔ اقبال کو خود بھی فنی ریاضت کی بارآوری کا تو انا احساس تھا تبھی تو ضرب کلیم میں انھوں نے اس کا دوٹوک اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا:

ہر چند کہ ایجاد معانی ہے خداداد
کوشش سے کہاں مرد ہنرمند ہے آزاد
خون رگ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر
میخانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد
بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!

کلام اقبال کی سرنوشت بیاضیں ''خون رگ معمار'' کی گرمی کی آئینہ مظہر ہیں۔ بے محل نہ ہوگا اگر میں صرف بال جبریل کے مشمولات پر مبنی ان کی بیاض ثانی میں سے چند مثالیں نقل کردوں۔ ان مثالوں کے مطالعے سے اندازہ ہوگا کہ اقبال ایک دفعہ شعر یا مصرع کہہ چکنے کے بعد جب اسے نظر ثانی وثالث کی سان پر چڑھاتے ہیں تو اس میں تاثیر کی اسی دھار پیدا ہو جاتی ہے کہ مصرعے یا شعر کی خلش اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ دل کی تہوں میں ترازو ہو جاتا ہے۔ ایسے نظر ثانی شدہ مصرعوں کے روشن وجود پر بار بار اپنی آنکھوں سے صاد بر صاد لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ ذرا ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ مثالیں مذکورہ بیاض میں سے بغیر کسی بڑی کاوش کے چنی گئی ہیں۔ ان میں بعض مصرعوں میں تو تین تین دفعہ تبدیلیاں کی گئی ہیں مگر کیسی روشن، بلیغ، بامعنی، سحر انگیز اور معجز اثر تبدیلیاں:

www.iqbalcyberlibrary.net

مصرع یا شعر کی اولین صورت	نظر ثانی شدہ صورت
مرکب روزگار پر بارگراں ہے تو کہ میں	شانۂ روزگار پر بارگراں ہے تو کہ میں
حسن کو اپنی تجلی ہائے پیہم کے لیے	حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
اگر شہروں سے بن اچھے تو شہر اچھے کہ بن	ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن
کی دنیا ٔ عشق و مستی کا مقام ارجمند	من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
دنیا ؟ میر و سلطاں ،سود و سودا ، مکرو فن	تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن
ہوں کہ کیونکر عقابان فرنگی بدگماں مجھ سے	بہت مدت کے نخچیروں کا انداز نگہ بدلا
عجب کیا ہے کہ نخچیروں کا انداز نظر بدلے	
عجب کیا ہے کہ نخچیروں کا انداز نگہ بدلے	
ب تک رہے محکومیِ انجم میں مری خاک	کب تک رہے محکومیِ انجم میں مری خاک
ں نہیں یا پردۂ افلاک نہیں ہے	یا میں نہیں یا گردش افلاک نہیں ہے
ہوں نظر کاخ سلاطین پہ ہے میری	بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری

www.iqbalcyberlibrary.net

لیے شایان خس و خاشاک نہیں ہے	میرے لیے شایان خس و خاشاک نہیں ہے

(ز) ابوتراب ہے خیبر کشا و مرحب کش

کہاں ہے حوصلہ تجھ میں کہ تو ہے ابن تراب

عرب کی آنکھ میں اب وہ نگاہ تیز نہیں	سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
ا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب	دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اچھا	دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
پیر حرم نے کہا دیکھ کے میری تڑپ	پیر حرم نے کہا سن کے میری روئیداد
ہے تیری نغان اب اسے دل میں تھام	پختہ ہے تیری فغاں اب نہ اسے دل میں تھام
کیا نہ پیر حرم نے مجھے شریک طواف	کمال جوش جنوں میں رہا میں گرم طواف
مرے جنوں کی نگاہوں میں تھا حرم کا غلاف	خدا کا شکر سلامت رہا حرم کا غلاف
(ق) حرم کے حق میں مری کافری مبارک ہو	یہ اتفاق مبارک ہو مومنوں کے لیے
کہ متفق ہیں فقیہان شہر میرے خلاف	کہ یک زباں ہیں فقیہان شہر میرے خلاف
(ر) اے حرم قرطبہ! عشق سے تیرا وجود	اے حرم قرطبہ! عشق سے تیرا وجود
عشق حیات دوام بے خلش رفت و بود	عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود

www.iqbalcyberlibrary.net

(ش) بحر ہے طوفاں ہے وہ کشتی و ساحل ہے وہ	عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
عشق کا حاصل ہے وہ گل ہے جہاں دل ہے وہ	حلقۂ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ
(ت) سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ	سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
باقی ہیں کچھ آثار ملوکی تو مٹا دو	جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
(س) ہیزم نیم سوز ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر	آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
اکھڑے ہوئے خیام کے باقی ہیں اب تلک نشاں	کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

مندرجہ بالا مصرعوں اور ان میں کی گئی ترامیم کے مطالعے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال فنی اعتبار سے ناقص، پست اور خاک افتادہ مصرعوں کو اٹھا کر جھاڑتے پونچھتے ہیں اور پھر انھیں اپنی جنبش قلم کی مسیحائی سے شاعری کے آسمان چہارم پر پہنچا دیتے ہیں۔ بال جبریل کی اس بیاض کے مطالعے سے یہ حیرت انگیز امر بھی منکشف ہوا کہ چونسٹھ اشعار پر مشتمل نظم ''مسجد قرطبہ'' میں دوبارہ صرف تین ترامیم کی گئیں۔ اسی طرح اقبال کی ایک دوسری شاہکار نظم ''ساقی نامہ'' میں بھی صرف تین ترامیم کی گنجائش نکل سکی۔ اس کے برعکس ''ذوق وشوق'' میں اقبال نے بیسیوں ترامیم کیں اور اس کے مصرعوں کے مصرعے قلمزد کر دیئے۔ اقبال کی ترمیم وحذف کے نتیجے میں ان نظموں ہی کا نہیں اردو شاعری کا نصیبہ بھی چمکا۔ اس بیاض کے مطالعے سے اس دلچسپ حقیقت کا پتا بھی چلا کہ اولاً اقبال نے اپنا ایک مصرع لفظ ''طفیل'' کی تذکیر کے ساتھ ہی لکھا تھا یعنی:

جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اندلسی ...... الخ

www.iqbalcyberlibrary.net

بعد میں اسے ''کی طفیل'' بنا دیا۔ ثابت ہوا کہ: گاہے گاہے غلب آہنگ بھی ہوتا ہے سروش ۔ یہاں میری مراد سروش اول سے نہیں سرش ثانی سے ہے!! اقبال کی شاعری کے مطالعے سے جہاں اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ ان کی قوت جاذبہ حیرت انگیز تھی وہیں ان کی حیرت خیز قوت ایجاد کا بھی پتا چلتا ہے ۔صرف ان کی تراکیب ہی کا جائزہ لیا جائے تو ان کی ان دونوں قوتوں کا اندازہ ہوتا ہے گویا ابداع و انجذاب نے ان کی شاعری کو ایسا آہنگ عطا کیا جسے ایرانیوں نے ''سبک اقبال'' کا نام دیا ہے۔ اقبال نے فارسی کے مسلم اساتذہ فن مثلاً سنائی، رومی، حافظ، عرفی، نظیری، بیدل، غالب اور کئی دیگر اساتذہ کی زمینوں میں غزلیں کہیں اور بعض جگہ تو ان کا قدم ان اساتذہ سخن سے آگے بڑھتا دکھائی دیتا ہے مگر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بعض جگہ تو اقبال نے ان کے مضامین و تراکیب کو اخذ و جذب بھی کر لیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے چند اساتذہ کے ایسے اشعار درج کیے جاتے ہیں جن کی بعض تراکیب اقبال نے من و عن اپنا لیں:

الف:

نیست از کم خوری و کم آبی
ذہن ہندی و نطق اعرابی

﴿سنائی﴾

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی ، ذہن ہندی ، نطق اعرابی

﴿اقبال﴾

ب:

ز نادانی دل پر جہل و پر مکر

www.iqbalcyberlibrary.net

گرفتار علی ماندی و بوبکر

﴿عطار﴾

تو حقیقت را ندانی جاہلی

اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ

﴿رومی﴾

اے کہ شناسی خفی را از جلی ہشیار باش

اے گرفتار ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

﴿اقبال﴾

ج:

حسن جنید ز خواب و مژۂ برہم زد

فتنہ برپا شد و نشتر بہ رگ عالم زد

﴿نظیری﴾

محفل رامش گری برہم زدم

زخمہ بر تار رگ عالم زدم

﴿اقبال﴾

د:

عرفی بگیتی از خلد آمد کہ باز گردد!

غافل کہ تازہ پرواز گم سازد آشیاں را

﴿عرفی﴾

کیا گم تازہ پروازوں نے اپنا آشیاں لیکن

www.iqbalcyberlibrary.net

مناظر دلکشا دکھلا گئی ساحر کی چالاکی!

(اقبال)

ہ:

درآں پاک میخانۂ بے خروش

بہ گنجائش شورش ناو نوش

(غالب)

گرج کا شور نہیں ہے ، خموش ہے یہ گھٹا

عجیب میکدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا

(اقبال)

د:

ز ما گرم است این ہنگامہ بنگر شور ہستی را

قیامت می دمد از پردۂ خاکے کہ آدم شد

(غالب)

ہے گرمی آدم سے ہنگامۂ عالم گرم

سورج بھی تماشائی تارے بھی تماشائی

(اقبال)

اگر تفحص کا ی جائے تو معاملہ محض چند تراکیب تک محدو د نہیں رہے گا۔لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اقبال کی حیثیت کسی جاذب مقلد کی ہے۔ان کی حیثیت مجتہد کی سی ہے۔صرف ان کی تراکیب کی بداعت سے اندازہ کرنے کے لیے''روح اقبال'' کے متعلقہ اوراق ملاحظہ کیے جا سکتے

www.iqbalcyberlibrary.net

ہیں۔

اقبال کا یہ بداعی میلان صرف ترکیب سازی تک محدود نہیں، ان کا کلام تازہ تشبیہات، نادر استعارات، متحرک تمثالوں، صنائع بدائع، موسیقی وغنائیت، ندرت قوافی، بے مثل تضمینوں اور اردو و فارسی شعری میدانوں میں ہیت کے تجربوں سے مزین اور مالا مال ہے۔ علاوہ ازین اقبال کا اصوات حروف وکلمات کا شعور حیرت ناک ہے۔ اس شعور کا کسی قدر اندازہ ان کے ایک اردو شذرے سے بھی ہوتا ہے جو ''باقیات اقبال'' میں شامل ہے۔ اس شعور اصوات نے ان کی شاعری کی شراب کو دو آتشہ نہیں سہ آتشہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا شعور لفظی اور ان کے یہاں مناسبات ورعایات لفظی کی جانب ایسا میلان جس کا ان کے ذہین سے ذہین قاری کو بھی ان کے بعض اشعار کی کئی قرائتوں کے بعد اندازہ ہوتا ہے، شاعری کی تاثیر کے حوالے سے بڑا فیض آثار ہے۔ پھر ان کی شاعری متعدد اسالیب کی جامع ہے۔ ان کی شاعری میں غنائی، خطابیاتی اور ڈرامائی عناصر کے نمونے بھی خاصے ہیں۔ ان کی بعض نظموں کا مکالاتی رنگ اور خوشبو بھی دیدنی اور شنیدنی ہے۔

اقبال کے فن کی بعض جہات پر مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ نذیر احمد نے ان کے صنائع وبدائع اور تشبیہات پر دو عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی اول الذکر کتاب یعنی ''اقبال کے صنائع و بدائع'' سے پہلی دفعہ یہ حساس شدت کے ساتھ ہوتا ہے کہ اقبال کے یہاں صنائع کا استعمال کس درجہ وسیع ہے۔ لیکن اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بڑے تخلیق کار کے یہاں ان تمام فنکارانہ ذرائع اور اسالیب کا استعمال اس قدر فطری اور متوازن ہوتا ہے کہ یہ احساس تک نہیں ہو پاتا کہ شاعر نے ان سے اس قدر ہمہ گیر کام لیا ہوگا۔ اقبال کا شاعرانہ جینیس اتنا بلند بال اور فلک

www.iqbalcyberlibrary.net

رس ہے کہ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان کے یہاں بیان و بدیع کی یہ تمام صورتیں براہ دل آتی ہیں۔ براستۂ دماغ نہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ ان کے استعمال میں اقبال نے کوئی ایسی شعوری کوشش نہیں کی جس کے باعث ایک خاص دور کی لکھنوی شاعری بدنام ہے۔ صنائع و بدائع اور خصوصاً رعایت لفظی کا ایسا نازک اور غیر محسوس استعمال بظاہر ایک ایسے شاعر سے جس نے اپنے کاندھوں پر پیغمبری کا بوجھ لے رکھا ہو، بڑا ہی مستعد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے اس ضمن میں نذیر احمد کی مذکورہ کتاب کے دوش بدوش اقبال کے طالب علموں کو شمس الرحمان فاروقی کے ایک فکر افروز مضمون ''اقبال کا لفظیاتی نظام'' کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ میں رعایت لفظی کے حوالے سے کلام اقبال کے وسیع ذخیرے سے صرف دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ پہلی مثال ضرب کلیم کی نظم ''آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر'' ہے اس کا ذیل کا شعر قابل ملاحظہ ہے:

قبضے میں یہ تلوار بھی آ جائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرارؓ!

پہلی نظر میں کون اندازہ کر سکتا ہے کہ یہاں لفظ ''قبضہ'' میں ایہام ہے اور تلوار کی ''قبضے'' سے رعایت بھی کہیں شاعر کے نہاں خانۂ تخلیق میں موجود رہی ہو گی۔ رعایت لفظی کی یہ بڑی فطری، نازک اور نادر مثال ہے۔ دوسری مثال بال جبریل کی ایک ناقابل فراموش نظم ''ذوق و شوق'' سے پیش کی جاتی ہے۔ شعر یہ ہے:

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات
کہنہ ہے بزم کائنات، تازہ ہیں میرے لیے واردات

اس شعر میں زہر کی تلخی اور شراب کی تلخی میں اور حیات اور کائنات ہی میں رعایت نہیں نیز یہاں کہنہ اور تازہ ہی میں رعایت تضاد موجود نہیں ایک اور رعایت بھی موجود ہے اور وہ ''مئے'' اور

www.iqbalcyberlibrary.net

''کہنہ'' کے تعلق سے ہے۔ اس رعایت کی طرف شمس الرحمان فاروی کا ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ جدیدیت پسندوں کو ''کہنہ'' سے اس قدر بے نیاز تو نہ ہونا چاہیے!

میلارمے کا ایک مشہور جملہ ہے: ''زبان گویا ہوتی ہے، مصنف نہیں'' یہ جملہ ساختیاتی لسانیات کی گویا اصل و بنیاد ہے۔ اس کی بنیاد پر ساختیات کے ممتاز علمبردار رولاں بارتھ نے ''متن'' کے کیثر الجہات ہونے کی بات کی۔ ایک نئے اسلوب تنقید اور تحلیل کے خد وخال متعین کیے اور اس امر پر اصرار کیا کہ متن کو اس کے خالق سے جدا کر کے پڑھنا چاہیے۔ اس اصرار میں انتہاپسندی کا پہلو اپنی جگہ مگر اس سے تنقید کی ایک معروضی جہت متعین کرنے میں ضرور مدد ملی ہے۔ زبان کے نقطۂ نظر سے اور لفظی درو بست کے حوالے سے کلام اقبال ایک تفصیلی محاکے کا متقاضی ہے اس ضمن میں اقبال کی شاعری کے صوتیاتی نظام اور ان کی اسلوبیات پر گوپی چند نارنگ نے مفید کام کیا ہے، اگر چہ میری نگاہ میں ان کے صوتیاتی جائزے میں کئی طرح کے گھپلے موجود ہیں ۔البتہ اسلوبیات اقبال کا اسمیت اور فعلیت کی روشنی میں جو جائزہ انھوں نے مرتب کیاہ ے۔ وہ تنقید اقبال میں بلاشبہ ایک نئی سمت کی نشاندہی کرتا ہے۔ تاہم نارنگ کا اس بات پر اصرار نا قابل فہم ہے کہ زمان و مکان، عقل و عشق یا خودی و سرمستی یا فقر وقلندری جیسے مجرد تصورات کے بیان میں اقبال کا لہجہ غیر شخصی ہوتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ زمان و مکان، عقل و عشق، خودی و سرمستی یا فقر و قلندری جیسے مرکزی تصورات میں اقبال کی شخصیت کی گرمی اور حرارت شامل نہیں۔ ان سب تصورات میں اقبال کا لہو اسی تیزی اور توانائی سے دوڑ رہا ہے جس سرعت سے رگ ساز میں صاحب ساز کا لہو رواں دواں ہوتا ہے۔ یہ تصورات اقبال کے یہاں زندہ اور حاضر و موجود تجربے اور مشاہدے کی حیثیت رکھتے تھے، مجرد تصورات نہ تھے۔

www.iqbalcyberlibrary.net

جہاں تک اقبال کی شاعری کے صوتیاتی نظام کو پرکھنے کا تعلق ہے، یہ کام ایک درجے میں مفید اور سود مند ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ افکار و تصورات کے بیان کے لیے لفظ، کلمہ اور اس کی اصوات سے کام لے کر کیا کیا کرشمہ کاری کی جاسکتی ہے۔ اس صوتیاتی نظام کے خال وخد کے تعین میں مسعود حسین خان، گوپی چند نارنگ اور مغنی تبسم وغیرہ کی کوششیں قابل توجہ ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے لکھا ہے کہ اقبال کی شاعری میں صفیری اور مسلسل آوازوں اور طویل اور غنائی مصوتوں کے استعمال سے ایک ایسی صوتیاتی سطح وجود میں آتی ہے جس کی دوسری نظیر اردو شاعری میں نہیں ملتی۔ اقبال کے یہاں صفیری آوازوں کے استعمال کے باب میں مغنی تبسم، مرزا خلیل بیگ اور گوپی چند نارنگ اقبال کی مشہور نظم ''ایک شام'' کی مثال ضرور دیتے ہیں۔ اس نظم کے سات کے سات شعروں میں شاعر نے س، ش، خ اور ف کی صفیری اصوات کا استعمال کیا ہے۔ ان صفیری اصوات سے مذکورہ بالا نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ آوازیں سرگوشی، خاموشی، سناٹا اور تنہائی کی رازدارانہ کیفیت کی مظہر ہیں اور یوں اقبال نے دریائے نیکر کے کنارے ٹہلتے ہوئے مشاہدہ فطرت کے ذریعے اپنی اندر کی تنہائی اور بے بسی کو سرگوشی کے لہجے میں بیان کر دیا۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے مذکورہ بالا نقادوں کے اس موقف پر زور اور موثر تردید کی ہے کہ س، ش، خ، ف وغیرہ حروف کی صفیری آوازیں سرگوشی، سناٹا اور تنہائی وغیرہ کو ظاہر کرتی ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ''ش'' کی آواز کے والے اکثر الفاظ مفہوم کے برعکس ہیں۔ پھر انھوں نے ساٹھ ستر ایسے الفاظ کی فہرست مہیا کی ہے جو ''س'' اور ''ش'' کی صفیری آوازوں کے حامل ہیں، مگر سکون و سکوت کی کیفیت کے برعکس ہیں۔ اس فہرست کے علاوہ انھوں نے اپنے، نظیری، غالب، انیس اور دبیر کے بعض اشعار درج کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے کہ صفیری آوازوں کے حامل مذکورہ بالا حرف سکون و

www.iqbalcyberlibrary.net

سناٹے کے متضاد اثرات کے حامل بھی ہو سکتے ہیں اور آخر میں نتیجہ یہ نکال ہے کہ مجرد اور مفرد حروف کی خوش آہنگی یا بد آہنگی کی بنیاد پر فیصلہ صادر کرنا مناسب نہیں ۔ان کے نزدیک آوازوں کے ساتھ معنی منسوب کرنے کے مقابلے میں ان کے صوتی آہنگ پر توجہ مرکوز کرنا کہیں زیادہ بار آور ہے۔اسی طرح ان کے نزدیک مصوتے یا مصمتے سے فرق نہیں پڑتا،ترنم ہر صورت میں ممکن ہے ا:۔ جے اے کڈن نے اپنی ''لغات اصطلاحات ادبی'' میں واضح اسمائے صوت یعنی (ONOMATOPEIA) کے ضمن میں کتنا صحیح لکھا ہے:

''It is a figure of speech in which the sound reflects the sense'' محاسن کلام اقبال کے ضمن میں ان کی ایک غیر معمولی صلاحیت کا مظہر ان کا ایجاز بیان ہے۔ایجاز بیان کے لیے صرف زبان و بیان پر عبور کافی نہیں اس کے لیے غیر معمولی ذہانت، گہرائی ،وسعت نظر اور کامل معاملہ فہمی کی ضرورت ہے ۔اقبال کی اردو اور فارسی شاعری میں اس ایجاز کی مثالیں جا بجا سحر کاری کرتی نظر آتی ہیں ''خضر راہ'' ''مسجد قرطبہ'' اور ''طلوع اسلام'' سے محض ایک ایک مثال:

الف:

کشتیِ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علمِ موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

ب:

رنگ ہو یا خشت و سنگ ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود!!

ج:

www.iqbalcyberlibrary.net

چہ باید فرد را طبع بلندے ، مشرب نابے
دل گرمے ، نگاہ پاک بینے ، جان بے تابے

مثال اول میں اقبال نے تین ترکیبوں میں قرآن پاک کی تین تلمیحوں کے واقعاتی تموجات بند کر دیئے ہیں، مثال دوم میں فنون لطیفہ یعنی مصوری، فن تعمیر، سنگ تراشی و مجسمہ سازی، موسیقی اور شاعری ہر ایک کے بیان کے لیے کم و بیش ایک مختصر اور مفرد لفظ چن کر گویا ''خیر الکلام'' کی تعریف بیان کر دی! اور مثال آخر میں مرد کامل کے پانچ عناصر ترکیبی نہایت ایجاز کے ساتھ گنوا دیئے۔ حق یہ ہے کہ کلام اقبال کے خاصے قابل لحاظ مقامات میں ان کا ایجاز حد اعجاز کی خبر لاتا نظر آتا ہے۔

ابھی اوپر میں نے اقبال کی نظم ''خضر راہ'' کا ایک شعر درج کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس نظم کو فن کا عمدہ نمونہ بنانے میں متعدد اسلوبیاتی اور ساختیاتی عناصر کارفرما رہے ہیں۔ اس مختصر مقالے میں میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اس کا یا بعض اور شاہکار نظموں یا شعر پاروں کا تفصیلی تجزیہ کر سکوں اور ان کے غنائی، خطابیاتی، ڈرامائی، صوتیاتی، لفظیاتی، کرداری اور تضمینی پہلوؤں کو نمایاں کر سکوں مگر اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اقبال کی اکثر و بیشتر شاعری میں لفظوں کے رشتے بعض اوقات تو اس طرح ایک دوسرے سے منسلک اور مربوط ملتے ہیں کہ حد نگاہ تک پھیلی ایک مرتب اور دلکش ''قطار البعیر'' ایک وسیع صحرائی پس منظر میں جلوہ گری کرتی دکھائی دیتی ہے۔ ''خضر راہ'' کو بھی اس تمثیل پر قیاس کرنا چاہیے۔

خضر کے بارے میں قرآن حکیم کے مختصر مگر مصلحتاً مبہم رکھے گئے بیان سے قطع نظر ہمارے روایتی داستانی سرمایے میں خضر کی ایک مخصوص اساطیری شخصیت بنتی ہے۔ اقبال نے ان کو ایک ایسی خالص اساطیری شخصیت بننے سے بچا لیا ہے اور اسے ''خضر خجستہ'' کے واقعی روپ میں پیش

www.iqbalcyberlibrary.net

کیا ہے مگر نظم کا تمہیدی بند اپنے اندر داستانی عناصر سموئے ہوئے ہے۔ ہمارے روایتی داستان گوؤں کا عین مین مقناطیسی اسلوب اس نظم کے آغاز میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے لیے جس منظر نامے کا انتخاب کیا گیا ہے وہ خضر کی شخصیت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے یعنی کنارِ دریا۔ محسن کاکوروی کا شعر یاد آتا ہے جس میں لفظ ''خضر'' کا ایہام عجیب لطف دیتا ہے:

سبزہ ہے کنارِ آبجو پر
یا خضر ہے مستعد وضو پر

خضر راہ کا تمہیدی بند اعلیٰ ڈرامائی اور داستانی عناصر کا زندہ اور روشن امتزاج پیش کرتا ہے، جسے اقبال نے پر اسرار فضابندی کے ذریعے خوب مؤثر بنایا ہے۔ گمان ہے کہ خضر یا ''خضر آثار'' مردان کامل کا ظہور ایسے ہی کسی سنسان سوئے ہوئے خالی خالی لمحے میں ہوتا ہوگا:

شب سکوت افزا، ہوا آسودہ، دریا نرم سیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویر آب
جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفل شیر خوار
موج مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب
رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجم کم ضو گرفتار طلسم ماہتاب
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیک جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب
کہہ رہا ہے مجھ سے اے جویائے اسرار ازل
چشم دل وا ہو تو ہے تقدیر عالم بے حجاب
دل میں یہ سن کر بپا ہنگامۂ محشر ہوا

www.iqbalcyberlibrary.net

میں شہید جستجو تھا یوں سخن گستر ہوا

ذرا غور کیجئے یہ تصویر کتنی مکمل ہے۔اس میں سکوت و حرکت کے عناصر کی کیسی کارفرمائی ہے ۔"دیکھتا کیا ہوں" کے ٹکڑے نے سامع یا قاری کے تجسّس کو کیسی ایڑ لگائی ہے۔شب کے سکوت، دریا کی نرم روی، ہوا کی آسودہ خرامی، موج مضطر کی مستی، خواب، طلسم اورافسوں کی داستانی لفظیات، شب کی طلسم بندی، گہوارے اور گہرائی کی لفظی اور معنوی ہم رشتگی اور اس سکوت خیز پر اسرار پس منظر میں شاعر کی اضطرابی پس و پیش خرامی اور پھر خضر کا اچانک ظہور، یہ شاعری نہیں حیران کن طلسم کاری ہے۔پھر دریا کی نرم سیری کو تصویر آب کہنا انتہائے بلاغت ہے۔میر کا یہ شعر یاد آئے بغیر نہیں رہتا:

رات محفل میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

سب سے اہم بات یہ ہے کہ شاعر کے اضطراب قلبی کا اندازہ کرنے میں بلکہ اس کے کشف الصدر میں خضر کا ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اسے پتے کی بات بتا دینا اس کے روایتی کردار سے کامل طور پر مربوط ہے۲: ان مختصر معروضات کا مقصود دراصل یہ ہے کہ اقبال کے متعدد شعری کرداروں کا تجزیاتی مطالعہ ابھی ہم پر قرض ہے۔علاوہ ازیں اقبال کی بعض نظموں کی مکالماتی فضا ان کے مخصوص کرداروں کی نفسیاتی ساخت سے جس پوری طرح ہم آہنگ ہے اس کی تفصیلی نشاندہی بھی ضروری ہے۔

اقبال کے محسنات شعری کے باب میں ان کے نظام قوافی کا بھی تفصیلی تجزیہ ضروری ہے۔ خصوصاً ان کی اردو اور فارسی شاعری میں متعدد مقامات پر اندورنی قوافی "Internal Rhymes" کا جو فطری اہتمام ہے، اس کا مفصل تجزیہ بہت نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔ان اندرونی

www.iqbalcyberlibrary.net

قوافی اوران کی مخصوص صوتی ہم آہنگی نے بھی اقبال کی غزل اورنظم کوایک ایسی باطنی وحدت عطا کی ہے کہ لفظ وخیال کی دوئی کا شائبہ بھی باقی نہیں رہا۔ ذیل میں ایسے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں جن کے اندرونی قوافی نے غنائیت کی ایک موثر اور دلکش دنیا تعمیر کی ہے اور جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لفظ اور خیال میں میناو مے کا نہیں گوشت اور پوست کا تعلق ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض اشعار صنعت مسمط یا ضعف سجع کے کامیاب مظہر ہیں:

بیا ساقی نوائے مرغ زار از شاخسار آمد
بہار آمد ، نگار آمد ، نگار آمد ، قرار آمد

☆

عزت ہے محبت کی قائم ، اے قیس حجاب محمل سے !!
محمل جو گیا ، عزت بھی گئی ، غیرت بھی گئی لیلا بھی گئی

☆

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی ، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

☆

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں ، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

☆

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

www.iqbalcyberlibrary.net

ان اشعار کے علاوہ ''میں اور تو'' نامی مشہور نظم، ''نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا'' کے متعدد معجز آثار شعر پھر ''ساقی نامہ''، ''مسجد قرطبہ''، ''ذوق وشوق'' اور ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کے بعض شعر اس حوالے سے بڑے توجہ طلب ہیں ۔افسوس تفصیل کا یہ موقع نہیں ۔

اسی طرح اقبال کی تضمینات بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اصل مآخذ کے تقابل کے ذریعے ان کے تفصیلی مطالعات مرتب کیے جائیں ۔اقبال نے متعدد اساتذہ فن کے اشعار کی تضمین کی ہے ۔ان تضمینوں کے مطالعے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ تضمین کردہ اشعار یا مصاریع خاص اسی تہذیبی ،فکری یا نفسیاتی صورت حال کے بیان کے لیے شعرا نے لکھے تھے ،جس سے اقبال دوچار تھے ۔یہ گویا اصل اشعار کے معانی ومفاہیم کی توسیع ہی نہیں ،ترفیع بھی ہے اور اس سے اقبال کے ذہن کی براقی اور ان کے متخیلہ کی خلاقی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ذہن کی اسی براقی اور خلاقی ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ بعض اوقات کسی شاعر کے شعر کی تضمین کرتے ہوئے یا اس کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں غیر شعوری طور پر تصرف بھی کر جاتے ہیں مگر اس ادنیٰ تصرف سے شعر بمراتب بلند ہو جاتا ہے مثلاً اپنی نظم ''خطاب بہ جوانان اسلام'' کے آخر میں انھوں نے غنی کاشمیری کا شعر درج کیا ہے ،مگر تضمین کرتے وقت اس کے دوسرے مصرع کو یوں بدل دیا ہے:

که نور دیده اش روشن کند چشم زلیخا را

چونکہ اقبال اس مصرع کا اطلاق حال کی افسوسناک صورت حال پر کرنا چاہتے تھے اور اس میں ایک تسلسل دکھانا چاہتے تھے ،اس لیے ان کے لیے یہ تصرف زیادہ مفید طلب تھا۔خریطۂ جواہر اور دیوان غنی کاشمیری میں اصل شعر یوں ہے:

غنی روز سیاه پیر کنعاں را تماشا کن
که روشن کرد نور دیده اش چشم زلیخا را(۳)

www.iqbalcyberlibrary.net

اقبال کے تصرف کے نتیجے میں نہ صرف اہل اسلام کے فکری سرمایے سے خود اس کے محروم ہو جانے اور یورپ کے متمتع ہونے کی افسوسناک صورت حال آئینہ ہو گئی بلکہ پہلے مصرع کے ''کن'' اور دوسرے مصرع کے ''کنند'' میں تجنیس ناقص یا زائد کا التزام بھی پیدا ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی نگاہ میں رہے کہ اس تضمین سے پیر کنعاں، نور دیدہ اور زلیخا کی حیثیت ماضی کی تاریخ کے تین افراد کی نہ رہی بلکہ تین علامتوں کی ہو گئی...... یہ ہے توسیع معانی بذریعہ تضمین۔

جہاں تک کسی شعر کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں تصرف کا تعلق ہے تو اس ضمن میں عزت بخاری کے اس شعر کا ذکر بے محل نہ ہو گا جسے اقبال نے ارمغان حجاز کے آغاز میں درج کیا ہے۔ اقبال نے اسے اس طرح درج کیا ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

جب کہ عزت بخاری کا اصل شعر یوں تھا:

ادب گاہیست در زیر زمیں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اس میں شک نہیں کہ عزت بخاری عرش و فرش کا تقابل کر کے زمیں کی برتری ثابت کرنے کے علاوہ اصل حقیقت (یعنی تدفیق نبی اکرمؐ) کے قریب رہنا چاہتے تھے مگر اس تقابل سے جو سوئے ادب کا قرینہ پیدا ہو رہا تھا اس کی جانب ان کا دھیان نہ گیا ہو گا۔ اقبال نے اس ترکیب کو ''زیر آسمان'' سے بدل کر شعر میں ایک عروجی اور عمودی رخ پیدا کر دیا۔ روایت ہے کہ سید نذیر نیازی نے جب اقبال کے حضور عزت بخاری کا صحیح شعر پڑھا اور ان کے تصرف کی جانب توجہ دلائی تو اقبال نے بے ساختہ کہا دراصل شاعر کہنا اسی طرح چاہتا تھا جیسا میں نے درج کیا۔

www.iqbalcyberlibrary.net

لیکن اقبال کے اس طرح کے تصرفات سے ایک آدھ جگہ مفہوم متغیر بلکہ خبط بھی ہو گیا ہے ۔ ارمغان حجاز میں ''ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض'' کے زیر عنوان انہوں نے جو چھوٹی چھوٹی انیس نظمیں (ان نظموں میں دو فرد بھی شامل ہیں) لکھی ہیں، ان میں آخری یعنی انیسویں نظم میں انھوں نے نسبتی کے ایک شعر پر تضمین کی ہے اور شعر یوں درج کیا ہے:

''صدائے تیشہ کہ بر سنگ میخورد دگر است''
خبر بگیر کہ آواز تیشہ و جگر است''

اقبال نے اپنے ماخذ کے طور پر خریطۂ جواہر کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے ''خریطۂ جواہر'' کو کھنگالا تو اس میں مندرجہ بالا شعر ذیل کی صورت میں پایا:

صدائے سنگ کہ بر تیشہ می خورد دگر است
خبر بگیر کہ آواز تیشہ و جگر است(۴)

فارسی میں ''خوردن کسے بر چیزے'' کا مفہوم ہے ''رسیدن بروے چوں تیر بر ہدف و پائے بر سنگ'' گویا اصل شعر کا مطلب یہ ہوا کہ تیشے سے اگر پتھر پر ضرب لگائی جائے تو پتھر کی آواز تیشے تک پہنچتی ہے لیکن اے محبوب تیشہ بردار خبر دار! تو تیشے سے جس شے پر چوٹ لگا رہا ہے، وہ پتھر نہیں میرا دل و جگر ہے۔ شاعر نے سنگ اور دل کا تقابل کر کے محبوب کو متنبہ کرنے کی جو راہ نکالی تھی اقبال نے اس میں تصرف کر کے یعنی صدائے سنگ کی ترکیب کو صدائے تیشہ سے بدل کر اسے مسدود کر دیا۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات ہوئی اور اس سے اندازہ ہوا کہ Eeven Homer nods لیکن اس سے قطع نظر اقبال کا شعری سرمایہ بحیثیت مجموعی اس امر کی قوی برہان مہیا کرتا ہے کہ انھوں نے اس میں اپنی فکر ہی کے نہیں اپنے فن کے بھی حیران کن کمالات دکھائے ہیں۔ کیٹس نے کہا تھا کہ شاعر سے زیادہ غیر شاعرانہ شخصیت کسی کی نہیں ہوتی۔ اس سے اس کی مراد ہم

www.iqbalcyberlibrary.net

احساسی یعنی Empathy تھی ۔ اقبال کے شعری عمل میں اس اہم احساسی اور متصورہ اور متخیلہ دونوں کی کارفرمائی نظر آتی ہے ۔ ان کا متصورہ انھیں مشاہدہ عمیق کے نتیجے میں جو تمثالیں فراہم کرتا تھا وہ متخیلہ کے زور سے انھیں ایک وحدت میں، ایک کل میں ڈھال دیتے تھے ۔ ان کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ذاتی تجربات کو آفاقی صداقت بنانے کی غیر معمولی صلاحیت متصف تھے ان کی باطنی اور داخلی ساختیات سادہ و بسیط نہیں گہری اور پیچیدہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ابھی تک ان کے فکری و شعری مرتبے سے انصاف نہیں کر پائے ۔ میر کی عزیز پری تمثال کا حال تو ہم خاک نشینوں کو معلوم نہیں لیکن اقبال کے شاہد شعر کی جو چند جھلکیاں ہمیں نصیب ہوئی ہیں، اس سے میر کے اس شعر کی صداقت آئینہ ہوئے بغیر نہیں رہتی:

سراپے میں جس جا نظر کیجیے
وہیں عمر اپنی بسر کیجیے

۱۹۹۵ء

☆☆☆☆☆

حواشی

۱: تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ان کی کتاب ''پرکھ اور پہچان'' ص ۱۔۲۹

۲: خضر راہ نامی نظم میں خضر کے بارے میں خود اقبال کیا رائے رکھتے تھے اور اس کردار کی تعمیر میں انھوں نے قرآن حکیم کی سورۂ کہف سے کس قدر فیضان اندوزی کی تھی، اس کا اندازہ کرنے کے لیے سید سلیمان ندوی کے نام ان کا ۲۹ مئی ۱۹۲۲ء کا مکتوب ملاحظہ ہو، اقبال نامہ جلد اول ص ۱۱۸، ۱۱۹

www.iqbalcyberlibrary.net

۳: دیوان غنی کاشمیری (نول کشور) ص ۷

۴: خریطہ جواہر (مطبع مصطفائی کانپور) ص ۱۵۸

☆☆☆☆

www.iqbalcyberlibrary.net

علامہ اقبال اور پارلیمان کا حق اجتہاد

اقبال کی شعری اور نثری کائنات کا تنوع اور جامعیت اردو ادب کی پوری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ان کی فکریات کی رگ تاک میں ابھی بادۂ ناخوردہ کا ایک بڑا سرمایہ موجود ہے۔ ان کی نثری تحریروں میں ان کے سات خطبات اپنی خرد افروزی اور نکتہ طرازی کے باعث لائق توجہ ہیں اور اپنی تہ داری کے باعث مباحث انگیز بھی۔انھی خطبات میں اقبال کا وہ خطبہ بھی شامل ہے جو "The Pricniple of Movement in The Structure of Islam" کے نام سے موسوم ہے اور جس کا ایک پہلو یعنی پارلیمان کا حق اجتہاد پیش نظر مقالے کا موضوع ہے ۔

علامہ کے فلسفہ زندگی کو ایک جملے میں ادا کرنا مقصود ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ فلسفۂ حرکت ہے۔بانگ درا کی ابتدائی دور کی شاعری کے بعض نہایت اہم حصوں سے ارمغان حجاز کے آخری ملکوتی نغمے تک، ان کی شاعری امتحان تازہ کی نقیب اور جہان تازہ کی تعبیر ہے اور یہی عالم ان کی نثری تحریروں کا ہے۔۱۹۳۲ء کے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں اقبال نے خود کو ایک "Idealist Visionary" قرار دیا تھا۔اس خواب دیکھنے والے مرد حکیم کی نظم و نثر دونوں میں قم باذن اللہ کا رجز اور روشنی و گرمی کی نا مختتم فراوانی ہے۔یہ حرکت و حرارت ان کے شعر و نثر کی رگ و پے میں یوں جولاں و جنباں ہے گویا:

رشتہ بہ رشتہ ، نخ بہ نخ ، تار بہ تار ، پو بہ پو

کا مضمون ہے۔

اقبال کا سرمایۂ فکر، ہنگامی اور دائمی عناصر کے امتزاج سے عبارت ہے۔ جہاں وہ ایک

www.iqbalcyberlibrary.net

طرف حقیقت کے علمبردار ہیں کہ:

ٹھہرتا نہیں کاروان موجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود

اور

دمادم رواں ہے یم زندگی
ہر اک شے سے پیدا رم زندگی

اور

موج ز خود رفتہ تیز خرامید و گفت
ہستم اگر میروم گر نروم نیستم

اور

وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

وہ اس حقیقت کے بھی منّاد ہیں کہ:

راہ آبا رو کہ این جمعیت است
معنی تقلید ضبط ملت است

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جدائی
ہو صاحب مرکز تو خودی کیا ہے؟ خدائی
آدم کو ثبات کی طلب ہے
دستور حیات کی طلب ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

یا پھر یہ کہ

سر زند از ماضی تو حال تو
خیزد از حال تو استقبال تو

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس شاعر کے وجود میں دوش، امروز اور فردا، حقیقت واحدہ کی صورت اختیار کر چکے ہوں، اس کی فکر کتنی جامع اور ہمہ گیر ہوگی۔ ابدیت اور حرکت وتبدل، دونوں اقبال کے نزدیک اصول فطرت ہیں۔ اپنے چھٹے خطبے ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں انھوں نے لکھا ہے کہ ابدیت اور تبدیلی دونوں اپنے اپنے دائروں میں اہم ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقت مطلقہ کے اسلامی تصور پر مبنی معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ثبات اور تغیر دونوں خصوصیات کا لحاظ رکھے۔ نظم وانضباط اس لیے ضروری ہے کہ اس مسلسل بدلتی ہوئی دنیا میں ہم اپنے قدم مضبوطی سے جما سکیں، لیکن یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دوامی اصولوں کا مطلب تغیر وتبدل کے جملہ امکانات کی نفی نہیں۔ تغیر وتبدل کے اسی اصول حرکت کا نام ''اجتہاد'' ہے۔ یہ تغیر اور تبدیلی خود اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار میں دکھائی دیتی ہے جسے نظر انداز کرنا اقبال کی شخصیت اور فکریات سے ناانصافی کے مترادف ہوگا۔

اقبال ''اجتہاد'' کو ایک فعال قدر کے طور پر دیکھنے کے کس قدر متمنی تھے، اس کا اندازہ ان کے ابتدائی شعری اور نثری اظہارات ہی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ بانگ درا کے دور اول کی ایک غزل کا جو ۱۹۰۵ء سے قبل لکھی گئی تھی، درج ذیل شعر اقبال کے تازہ کارانہ مزاج کی بھرپور نشان دہی کرتا ہے:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے(۱)

www.iqbalcyberlibrary.net

کورانہ تقلید کے خلاف اقبال کا یہ اعلان اور جہاد عمر کے آخر تک جاری رہا۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء کے آس پاس "پیامِ مشرق" میں انھوں نے تقلید کے رد میں بڑی حکیمانہ بات کہی:

اگر تقلید بودے شیوۂ خوب
پیمبرؐ ہم رہ اجداد رفتے (۲)

اور یہی سبق "جاوید نامہ" (۱۹۳۲ء) میں حلاج کی زبان سے یوں دہرایا گیا:

چاک کن پیراہن تقلید را (۳)

شاعری سے قطع نظر ان کی ابتدائی نثری تحریریں بھی ان کی مجتہدانہ روش کو خوبی سے آئینہ کرتی ہیں۔ اپنے ایک ابتدائی مگر نہایت اہم مضمون "قومی زندگی" میں، جو اکتوبر ۱۹۰۴ء کے "مخزن" میں شائع ہوا تھا، انھوں نے مسلمانوں کے کلاسیکی فقہی سرمایے کے بارے میں اپنی بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا:

"حالات زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب آنے کی وجہ سے بعض ایسی تمدنی ضرورتیں پیدا ہو گئیں کہ فقہا کے استدلالات، جن کے مجموعے کو عام طور پر شریعت اسلامی کہا جاتا ہے، ایک نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ میرا یہ عندیہ نہیں کہ مسلمات مذہب میں کوئی اندورنی نقص ہے...... میرا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کے وسیع اصول کی بنا پر جو استدلال فقہا نے وقتاً فوقتاً پیش کیے ہیں، ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو خاص خاص زمانوں کے لیے واقعی مناسب اور قابل عمل تھے مگر حال کی ضروریات پر کافی طور پر حاوی نہیں...... جہاں تک میرا علم ہے، شریعت اسلامی کی جو توضیح امام ابو حنیفہ نے کی ہے، ویسی کسی اسلامی مفسر نے آج تک نہیں کی (۴)"

اسی مضمون میں آگے چل کر جدید علم کلام اور قانون اسلامی کی جدید تفسیر کی ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے اقبال بجا طور پر لکھتے ہیں:

www.iqbalcyberlibrary.net

''اگر موجودہ حالات زندگی پر غور وفکر کیا جائے تو جس طرح اس وقت ہمیں ایک جدید علم علام کی ضرورت ہے، اسی طرح قانون اسلامی کی جدید تفسیر کے لیے ایک بہت بڑے فقیہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ ومتخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کے بنا پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب ومنظّم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اس اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو ...... اگر اس کام کی اہمیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام شاید ایک سے زیادہ دماغوں کا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے، مگر چونکہ قوم ابھی ٹھنڈے دل سے اس قسم کی باتیں سننے کی عادی نہیں ہے، اس واسطے میں اسے مجبوراً نظر انداز کرتا ہوں۔''

نیست جرأت بہ عرض حال مرا
گلہ مندم ز بے زبانیہا(۵)

﴿اندر رام مخلص سودھروی﴾

۱۹۰۴ء میں صرف ستائیس برس کے ایک نوجوان کے قلم سے نکلنے والے اس مضمون سے صاحب مضمون کی ذہنی اپج، تازہ کاری، دل سوزی، آرزوئے انقلاب اور خوئے احتیاط کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تحریر بتاتی ہے کہ اقبال نوجوانی ہی میں ایک نئے مسلم علم کلام کے ظہور کے آرزومند تھے اور قانون اسلامی کی جدید تفسیر کی ضرورتوں کا شدید احساس رکھتے تھے اور ابتداء ہی سے یہ خیال ان کے ذہن میں راسخ تھا کہ عہد جدید کی غیر معمولی پیچیدہ تمدنی ضرورتوں کے پیش نظر انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد ضروری ہو گیا تھا تا کہ اجماع کے کم وبیش نظری وجود کو عملی بنایا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ آگے چل کر ترکی میں وجود میں آنے والی گرینڈ نیشنل اسمبلی پر اقبال کی غیر معمولی مسرت اور اطمینان کے اظہار کو ان کی اجتماعی اجتہاد کی اس آرزو کے تناظر میں دیکھنا

www.iqbalcyberlibrary.net

چاہیے۔

دراصل علامہ کا مذکورۃ الصدر مضمون اس بے قرار روح کا غماز ہے جو مسلم نشاۃ ثانیہ کے خواب دیکھ رہی تھی اور اس نشاۃ ثانیہ کے لیے اور باتوں کے علاوہ قانون اسلامی کی جدید تشکیل کی آرزو مند تھی ۔ علامہ کی ''تشکیل جدید الہیات اسلامیہ'' اور بالخصوص ان کا چھٹا خطبہ (٦) اسی مضمون کی توسیع ہیں ۔اس خطبے میں انھوں نے ایک جگہ (ص ١٦٨) صاف لکھ دیا ہے کہ تاریخ اسلام کا طالب علم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ عمرانی اور سیاسی قوت کے طور پر اسلام کی تقریباً نصف فتوحات ہمارے عظیم فقہا کی فقہی اور قانونی جودت طبع کی مرہون منت ہیں ۔

زیر بحث خطبے میں اقبال نے سعید حلیم پاشا کیا خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ترکی کے یہ وزیر کبیر ،حزب اصلاح مذہبی سے تعلق رکھتے تھے اور جو اجتہاد کے زبردست علمبردار تھے ۔ اقبال نے ان کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''اب کوئی چارہ کار ہے تو یہ ہم اس قشر کو، جو سختی کے ساتھ اسلام پر جم گیا ہے اور جس نے زندگی کے ایک ایسے مطمع نظر کو، جو سرتا سر حرکت تھا، جامد اور مبتذل بنا رکھا ہے،توڑ ڈالیں اور یوں حریت ، مساوات اور حفظ و استحکام انسانیت کی ابدی صداقتوں کو پھر سے دریافت کرتے ہوئے اپنے سیاسی ، اخلاقی اور اجتماعی مقاصد کی تعبیر ان کے حقیقی ، صاف اور سادہ اور عالمگیر رنگ میں کریں'' (٧)

چنانچہ جدید فکر و تجربہ کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کی تعبیر کے لیے اجتہاد کی آزادی کو اپنا مطمع نظر قرار دیتے ہوئے ترکی کے جدید معمار کمال اتاترک نے اپنی مجلس ملیہ یعنی ''Grand National Assembly'' کو اجتہاد کی ذمہ داری سونپتے ہوئے گویا اسے اجتماعی صورت

www.iqbalcyberlibrary.net

دے دی۔ اتاترک کے نقطۂ نظر سے منصب خلافت نئے احوال وظروف کے پیش نظر فرد واحد کا حق نہیں بلکہ اس منصب کو افراد کی ایک جماعت بلکہ کسی منتخب مجلس کے سپرد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے اس بظاہر انقلابی اقدام کو اپنی اس آرزو کے قریب جانتے ہوئے، جس کا اظہار انھوں نے ''مخزن'' میں شائع ہونے والے محولہ بالا مضمون میں کیا تھا، اس کی واشگاف حمایت کرتے ہوئے لکھا:

"Personally I believed the Turkish View is perfectly Sound . It is hardly necessary to argue this point. The Republican form of Government is not only thoroughtly consistent with the spirit of islam but has also become a necessity in view of the new forces that are set free in the world od Islam."(8)

آگے چل کر اقبال اپنے اسی خطبے میں لکھتے ہیں کہ آج کی مسلمان قوموں میں ترکی وہ تنہا ملک ہے جو گہری نیند سے بیدار ہوا ہے اور جس نے خود شعوری کی منزل پا لی ہے۔ اقبال کے خیال میں ترکی نے اپنی فکری آزادی حاصل کر لی ہے اور تنہا وہی ملک ہے جو Ideal سے Real تک پہنچا ہے (۹) اقبال کے نزدیک مسلم مما لک کی غالب اکثریت کے برعکس، جو محض میکانکی انداز میں کہنہ اقدار کی جگالی کر رہی ہیں، ترکی نے نئی اقدار کی بنا کاری کا آغاز کر دیا ہے۔

سوال یہ کہ اقبال عہد جدید کی دنیائے اسلام میں انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کے موید کیوں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اقبال کے خیال میں یہ اسلام کا اہم ترین فقہی تصور

www.iqbalcyberlibrary.net

ہے اور اسی کا نام اجماع ہے۔ اقبال کے نزدیک اس قدر اہم ہونے کے باوصف یہ دنیائے اسلام میں کبھی زندہ حقیقت نہ بن سکا اور عملاً محض تصور ہی رہا۔ اس لیے جب ترکی میں پارلیمان کو اجتماعی اجتہاد کا اختیار سونپ دیا گیا ہے تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ اقبال کے خیال میں مسلم پارلیمان کو اس اختیار کے سونپے جانے کے نتیجے میں قانونی مباحث میں عام آدمی کی تیز بصیرت سے استفادہ کرنا ممکن ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اقبال کی رائے میں مسلم دنیا میں مخالفانہ فرقوں کی روز افزوں صورت حال کا ممکنہ حل یہی تھا۔

اسلامی فقہی نظام کا اہم ترین تصور ہونے کے باوجود اموری اور عباسی خلفاء اس کے حق میں نہیں تھے۔ وہ اجتماعی اجتہاد کے بجائے انفرادی اجتہاد ہی کے حق میں تھے کیونکہ اجتماعی اجتہاد (اجماع) کی حوصلہ افزائی کا مطلب ایک ایسی مستقل اسمبلی کو وجود میں لانا تھا جو بقول اقبال ان کے لیے باعث خطرہ ہو سکتی تھی۔

مسلم پارلیمان کو اجتماعی اجتہاد کا حق سپرد کرنے کے بعد اقبال بجا طور پر اس اندیشے کا اظہار کرتے ہیں کہ اس مجلس قانون ساز کے زیادہ تر ارکان ایسے لوگ ہوں گے جو فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہوں گے اور یوں تعبیر شریعت کے باب میں بڑی شدید غلطیوں اور لغزشوں کا امکان ہے۔ اس کا حل انھوں نے یہ تجویز فرمایا کہ مجالس قانون ساز میں علماء کو بطور ایک موثر جز کے شامل کر لیا جائے (اگرچہ یہ خلش اپنی جگہ رہتی ہے کہ جب بالا دستی بہر صورت قانون ساز اسمبلی ہی کو حاصل ہو گی تو علماء کا کردار کس طرح نتیجہ خیز اور موثر ہو سکے گا):۔

"The ulema should form a vital part and of muslim legislative assembly helding guiding free discussions on

www.iqbalcyberlibrary.net

questions relating to law."(10)

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ علامہ قانون ساز اسمبلی کی بالا دستی بہر حال قائم رکھنا چاہتے تھے ۔ ان کی رائے میں اس میں علماء کی حیثیت مددگار اور تجویز کار کی ہوگی یعنی Recommendatory ہوگی، Mandatory نہیں (۱۱) ۔ مزید یہ کہ شریعت اسلامی کی غلط تعبیرات کے سدباب کے لیے اقبال کے خیال میں اسلامی ممالک میں فقہ کی مروجہ اور موجودہ تعلیم کی نہج کو بدلنا ضروری تھا۔ فقہ کا نصاب مزید توسیع کا متقاضی تھا۔ لہذا اس امر کی ضرورت تھی کہ فقہ اسلامی کے ساتھ ساتھ جدید فقہ کا بھی احتیاط سے مطالعہ کیا جائے :۔

یہ ہے علامہ کے اجتماعی اجتہاد کے تصور کا خلاصہ۔ اس سے قبل کہ علامہ کے اس اجتماعی تصور اجتہاد کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور اس کو ترکی کی مابعد کی تاریخی صورت حال کی روشنی میں جانچا پرکھا جائے ، یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصولی سطح پر اجتماعی تصور اجتہاد کی، حال کے کئی علماء مثلاً ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا، ڈاکٹر حمید اللہ، شیخ ابوزہرہ، محمد یوسف بنوری اور محمد تقی امینی وغیرہ نے حمایت کی ہے اگرچہ یہ اجتماعی تصور اجتہاد اقبال کے اجتماعی تصور اجتہاد سے ان معنوں میں مختلف ہے کہ ان علماء نے قانون ساز اسمبلیوں کو یہ اختیار نہیں سونپا بلکہ علمی تحقیقی مجالس کی تشکیل کے ذریعے اجتماعی اجتہاد کو بروئے کار لانے کی تجاویز پیش کی ہیں ۔ اس ضمن میں چند آراء سے اعتنا کرنا شاید بے محل نہ ہوگا۔

ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقا کا تو یہ خیال تھا کہ اجتہاد ابتداء میں اجتماعی اور شورائی ہی تھا۔ رسول اللہ ؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت عمر نے سیاسی، تمدنی اور معاشرتی احکام اور مسائل کا شرعی حل دریافت کرنے کے لیے صحابہ کرام کو جمع کرتے اور ان کے مشوروں سے

www.iqbalcyberlibrary.net

فائدہ اٹھاتے ..... قرآن میں شوریٰ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ مطلق عام اور تمام معاملات کو شامل ہے اور سنت سے اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نے جب آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ اگر کتاب و سنت میں کسی حکم کے متعلق تصریح موجود نہ ہو تو مسلمان کیا کریں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''دو علماء کو جمع کرو (جنھیں اس کے متعلق پوری واقفیت ہو) اور صرف ایک شخص کی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کرو۔'' لیکن اس کے بعد اجتہاد کے مزاج کی یہ خصوصیت نہ رہی کیونکہ صحابہ اور تابعین دور دراز ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے تھے اور ان سب کا جمع ہو کر کسی معاملہ کو باہم رائے و مشورہ سے طے کرنا دشوار ہو گیا تھا''۔ (۱۲)

اجتہاد کی اجتماعی صورت کے دوبارہ اجراء کے ضمن میں ڈاکٹر زرقا کی رائے یہ ہے کہ قانون اسلامی کے لیے ایک اکیڈمی قائم کی جائے جس میں ہر شہر کے ایسے علماء اور ماہرین قانون کو شامل کیا جائے جو علوم شرعیہ میں پوری مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ، عہد جدید کے تقاضوں سے باخبر اور سیرت و کردار میں ممتاز ہوں۔ اس اکیڈمی میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا جائے تو عہد جدید کے مختلف علوم مثلاً معاشیات، سیاسیات، اجتماعیات، تمدن، قانون وغیرہ میں سے کسی ایک میں مخصوص امتیازی حیثیت رکھتے ہوں۔ یہ ارکان اجتہادی درس و تدریس کی صلاحیت رکھتے ہوں اور اسلامی احکام کو پرزور طریقے سے ثابت کر سکتے ہوں اور حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق فقہ اسلامی کی انسائیکلوپیڈیا اور مختلف مذاہب فقہ کی امہات کتب کی نئی ابجدی فہرستیں تیار کر سکتے ہوں۔ نیز دوسری فقہی خدمات، جن کی عہد حاضر کو اجتہاد کے نقطہ نظر سے سخت ضرورت ہو، انجام دے سکتے ہوں۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا موقف علامہ اقبال کے موقف سے مختلف نہیں کہ مسلمانوں میں اجماع کا

www.iqbalcyberlibrary.net

تصور پایا جاتا ہے مگر گزشتہ چودہ سو سال سے اجماع کو ایک ادارے کی حیثیت دینے کی طرف ہم نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اب اس کا حل یہ ہے کہ ہر ملک میں ایک انجمن فقہا قائم کی جائے۔ کسی مقام پر اس کا صدر مرکز ہو جس کی زبان عربی ہونا لازمی ہے۔ جہاں بھی مرکز ہو اس کو ایک سوال پیش کیا جائے گا۔ گر یہ سوال واقعی رائے کا متقاضی ہو گا تو مرکز اس سوال کا مدلل جواب طلب کرے گا۔ جوابات جمع ہونے کی صورت میں مرکز کو روانہ کر دیئے جائیں گے۔ غرض جب ساری شاخوں کے پاس سے جواب آ جائے اور دیکھا جائے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے تو اس کا اعلان کیا جا سکتا ہے کہ اس جواب پر سب لوگ متفق ہیں۔ لیکن اگر اختلاف ہو تو اختلافی دلیلوں کا ایک خلاصہ تیار کر کے دوبارہ اس کو گشت کرایا تا کہ جن لوگوں کی پہلے ایک رائے تھی اس کے سامنے مخالف دلیلیں بھی آ ئیں۔ ممکن ہے وہ اپنی رائے بدل کر اس رائے سے متفق ہو جائیں جو ان کے مخالفین کی تھی۔ جب اس طرح کافی غور و حوض کے بعد دوبارہ تمام شاخوں سے مرکز کے پاس جواب موصول ہو جائیں تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس چیز پر اجماع ہوا ہے اور کس چیز پر اختلاف رائے ہے۔ نیز یہ کہ اختلافی پہلو پر اکثریت کی رائے کیا ہے۔ ان سب نتائج کو ایک رسالے کی صورت میں شائع کیا جائے جس میں جوابات مع دلائل درج ہوں۔ (۱۴)

مولانا محمد تقی امینی کے نزدیک: ''اجتہاد کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کی صلاحیت رکھنے والوں کی ایک مجلس قائم کی جائے جس میں مختلف ضروریات کے لحاظ سے ہر ضرورت کے ماہرین ہوں۔ ایسی مجلس، فقہ حنفی کی تدوین کے وقت بھی قائم تھی جس میں تقریباً چالیس افراد تھے۔''

''اس مجلس میں کچھ افراد نمایاں حیثیت رکھتے ہوں جو اجتہاد کے فرائض سر انجام دیں اور باقی کی حیثیت مشیر کی ہو۔ اجتہادی صورت یہ اختیار کی جائے کہ پہلے احکام و مسائل کو ابواب میں

www.iqbalcyberlibrary.net

تقسیم کر کے مجموعی حیثیت سے ان کی روح اور مقصد کو سمجھا جائے (۲) پھر اس پر غور کیا جائے کہ شارع کے پی نظر ان کے ذریعے کس قسم کی مضرت کا دفعیہ ہے (۳) پھر یہ دیکھا جائے کہ ان احکام کو مزاج اور ذہنیت کی تبدیلی سے کتنا دخل ہے (۴) نیز معاشرتی حالت اور سماجی زندگی کس حد تک ان کی روح اور اصلی کردار کو جذب وانگیز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ان مراحل سے گزرنے کے بعد پہلے حل طلب صورت کو اس کے مناسب باب سے متعلق کیا جائے۔ پھر اس کی روح اور مقصد کو سامنے رکھ کر مقررہ قاعدے کے مطابق بالترتیب قرآن وسنت، اجماع وقیاس سے اس کا حل نکالا جائے۔''

''بعض صورتیں ایسی ہوں گی جن کا حل آسان ہوگا۔ صرف اصول وکلیات اور ضرورت و مصلحت میں صحیح تطبیق سے ان کا حل نکل آئے گا اور بعض سے دشواری پیش آئے گی۔ اس صورت میں اختلاف ائمہ سے بھی فائدہ اٹھانے کی ضرورت پڑے گی لیکن ہر حال میں روح اور مقصد کو سامنے رکھنا ضروری ہوگا اور فقہی ضابطے سے انحراف جائز نہ ہوگا۔ ورنہ شریعت ہوا وہوس، ذاتی خواہشات اور سہل پسندی کا بازیچہ بن جائے گی'' (۱۴)

مندرجہ بالا تجاویز اپنی جزئیات میں کسی قدر مختلف ہونے کے باوجود اس امر پر متفق نظر آتی ہیں کہ اجتہاد کے اجتماعی ہونے کی صورت وہ نہیں جو حضرت علامہ تجویز کرتے ہیں (اور اس پر اپنے ذاتی اطمینان اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں)۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنے مذکورہ بالا خطبے میں ایک اور جگہ بالکل بجا طور پر لکھا ہے کہ عہد نبوی سے لے کر آج تک اسلام میں قانون سازی ایک پرائیویٹ چیز رہی ہے اور فقہا پوری آزادی سے قانون سازی میں مشغول رہے۔ ان کے خیال میں قانون سازی کو پارلیمنٹ سے مخصوص کر دینا اس کے ارتقاء کو محدود کر دینے کے مترادف ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

اور حکومت کی سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے قانون متاثر ہو کر رہے ۔(۱۵) کم وبیش ایسی بات ڈاکٹر ایس ۔ایم یوسف نے اپنے مقالے "A Study of Iqbal,s view on Ijma" میں کہی ہے ۔ان کا خیال ہے کہ:

Really Ijtihad can be free only in one sense i.e in the sense of the freedom of the conscience of the Mujtahid from political pressure and surveillance to temporal aurthority. Paradoxically enough this is best achieved in the absence of a rigid mechanism and regulated institution. The view that the Abbasid Caliphs were afraid lest a permanent assebly become too powerful for them is falisfield by the evidence of history(16)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ یہ مجتہدین ہی تھے جنھوں نے خلفاء کی ان کوششوں کی مخالفت کی جن کے تحت وہ ان مجتہدین کی فقہی کاوشوں کو حکومتی سطح پر تسلیم کرنا چاہتے تھے ۔ان مجتہدین کے خیال میں اس طرح قانونی طور پر تسلیم کیا جانا سخت سیاسی نظم وضبط میں جکڑے جانے کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ۔امام ابوحنیفہ کی حیات اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اسی طرح امام مالک نے ابوجعفر منصور کے عہد سے ہارون الرشید کے عہد تک اس تجویز کی شدید مخالفت کی کہ ان کی مرتبہ موطاء کو ریاست کے سرکاری کوڈ کے طور پر تسلیم کیا جائے ۔اس ضمن میں خلیفہ منصور

www.iqbalcyberlibrary.net

کوئی جانے والی ابن المقفع کی وہ نصیحت بھی پیش نظر رہنی چاہیے جو ''رسالات الصحابہ'' میں مندرج ہے۔ابن المقفع ایرانی دربار میں مروج، مرکز محتاج روایات کا دلدادہ تھا۔اس نے خلیفہ کو ترغیب دی کہ وہ آزاد انفرادی مجتہدین کی مختلف اور باہم متصادم اجتہادی کاوشوں کی بے قاعدگی کا سد باب کر دے لیکن بادشاہ نے عوام کی رائے کے خلاف ہو جانے کے خوف سے ایسا نہ کیا جنھیں خود علماء کی قیادت حاصل ہوتی۔(۱۷)

ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا رائے سے جہاں مجتہدین کی بے نفسی اور ایثار پیشگی کا اندازہ ہوتا ہے۔وہیں ڈاکٹر صاحب کے اس میلان کا بھی کہ وہ اجماع پر انفرادی اجتہاد کو ترجیح دیتے ہیں۔البتہ اتنا عرض کرنا بے موقع نہ ہوگا کہ اجتہاد انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کے لیے اولین شرط خدا خوفی اور بے نفسی ہے۔ورنہ عہد عباسی ایسی افسوسناک مثالوں سے بھی خالی نہیں جو ممتاز فقہا نے جاہ طلبی کے لیے بادشاہ کی تکالیف شرعیہ سے آزادی کو فقہی جواز مہیا کر کے صداقت کا خون کیا۔(۱۸)

اب ہم علامہ کے پارلیمان کو تفویض کردہ حق اجتہاد، مابعد کی تاریخی صورت حال، اجتہاد کے اصول و شرائط اور علامہ کی اپنی مابعد کی بعض شعری و نثری تحریروں کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔یہ واضح رہے کہ علامہ کا زیر نظر خطبہ ۱۹۲۹ء کے آس پاس اپنی حتمی صورت میں لکھا جا چکا تھا اور نومبر ۱۹۲۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پڑھا گیا تھا۔

اقبال نے ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کو حق اجتہاد تفویض کیے جانے کی بڑی پرزور اور پر مسرت تائید تو کر دی مگر بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ اس اسمبلی نے بعض افسوسناک فیصلے صادر کیے مثلاً: اس اسمبلی نے ۱۹۳۱ء میں یہ فیصلہ دیا کہ اذان، نماز، دعا ترکی زبان میں پڑھی

www.iqbalcyberlibrary.net

جائے۔اس سے قبل ۱۹۲۸ء میں رسم الخط عربی حروف کی بجائے لاطینی حروف میں مبدل ہو چکا تھا اور یوں ترکی مسلمانوں کی اگلی نسل کا رشتہ نہ صرف اپنے ماضی کے گراں قدر فکری اور اسلامی تہذیبی سرمائے سے کٹ گیا بلکہ ملت اسلامیہ کے اس علمی سرمائے سے بھی منقطع ہو گیا جس کا رسم الخط عربی تھا۔ یہ صورت حال بعض صورتوں میں آج بھی قائم ہے۔مثلاً: رسم الخط ابھی تک لاطینی ہے۔بہر حال عدنان میندریس کے عہد میں صورت حال بدلی۔قرآن مجید عربی میں چھپنے لگا اور نماز و اذان عربی زبان میں بحال کر دیے گئے۔گو عدنان میندریس کو اس اسلام دوستی کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی اور انھیں ۱۹۶۰ء کی جنرل گرسل کی فوجی کاروائی کے بعد پھانسی دے دی گئی۔

چوں حرف حق بلند شود دار می شود

آج نجم الدین اربکان اور ان کی رفا پارٹی ایک نئے اسلامی نظام کے لیے کوشاں ہے اور مغرب کے لیے موجب پریشانی ہے۔

دراصل ترکی گرینڈ نیشنل اسمبلی کے حق اجتہاد اور اس کے بعض انقلابی اقدامات کی علامہ کی جانب سے تائید کو اس عہد کے تاریخی تناظر میں دیکھنا بھی ضروری ہے۔علامہ کو ترکوں سے جو غیر معمولی محبت تھی وہ ظاہر و باہر ہے۔پہلی عالمی جنگ میں ترکی ذلت آمیز شکست اور اس کی جغرافیائی تقسیم اور شکست و ریخت ایک بڑا سانحہ تھا۔اس سے ہٹ کر دیکھیں تو باقی عالم اسلام پر بھی ادبار اور نکبت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے مسلط تھے۔ایسی صورت حال میں کسی انقلابی شخصیت کا ظہور یا کسی معجزے کا صدور ایک نفسیاتی ضرورت اور باطنی آرزو بن جاتا ہے۔چنانچہ اتاترک کی غیر معمولی عسکری کامیابیاں اور اجماع کے انقلاب خیز تصور کی صدیوں سے تعطل کے بعد بحالی، بہر حال ایسے مسرت خیز واقعات تھے جو علامہ سے خراج محبت وصول کیے بغیر نہ رہے۔علامہ، سلطان

www.iqbalcyberlibrary.net

ترکی کے سامراج سے گٹھ جوڑ سے باخبر بھی تھے جس نے سامراجی سرمایے کی مدد سے ہزاروں ایسے لوگوں کی فوج بنائی جو اناطولیہ کے اپنے ہی ہم وطن نیشنلسٹوں کے خون کی پیاسی تھی اور جسے سلطان نے ''سپاہ خلافت'' کا نام دیا تھا۔ سامراج سے اقبال کی شدید نفرت کا لازمی اور منطقی نتیجہ بھی اتاترک کی حمایت کے سوا کیا ہوسکتا تھا؟

یہاں اس دلچسپ حقیقت کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ اقبال کے تصوف کی طرح تصور مہدی کے باب میں بھی کسی قدر کشش و گریز کا رویہ رکھتے تھے چنانچہ جہاں ایک طرف انھوں نے ''شذرات فکر اقبال'' میں یہ لکھا کہ مہدی کا انتظار نہ کرو اسے تخلیق کرو۔ یا پھر مئی ۱۹۰۵ء کے مخزن میں ایک غزل چھپوائی جس کا ایک شعر یہ تھا:

مینار دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
یہ انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

وہیں دوسری طرف یہ بھی کہا:

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالم افکار (۱۹)

ضرب کلیم کے اس شعر کے ساتھ بال جبریل کی اس دوبیتی کو بھی یاد رکھنا ضروری ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ جس شخص کی خودی سب سے پہلے نمودار ہو گی وہی مہدی ہو گا:

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی
گیا دور حدیث لن ترانی
ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار
وہی مہدی وہی آخر زمانی (۲۰)

www.iqbalcyberlibrary.net

مہدی کے بارے میں علامہ کے مندرجہ بالا اظہارات میں بظاہر جو تناقص نظر آتا ہے، اصلاً ایسا نہیں ہے۔ دراصل اقبال کا حرکی تصورِ حیات، ان کی آرزوئے انقلاب اور مسلم نشاۃ کی سچی تڑپ، موجود کو بدلنے کی آرزومند تھی۔ موجود کو بدلنے اور انقلاب برپا کرنے کی یہ صلاحیت علامہ کو جس شخص میں بھی نظر آئی، علامہ نے اس سے گرویدگی کا اظہار کیا۔ مگر ان کے باطن میں آباد عینیت پسند خواب دیکھنے والا ہر ایسے انقلاب پسند اور تازہ کار کے ساتھ بس چند قدم تک ہی چل سکا اور پھر یہ کہہ کر کہ ''آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست'' اس سے الگ ہو گیا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ساتھ علامہ کی گرویدگی کی لے اس زمانے میں ایسی بڑھی کہ انھوں نے اسے ''مہدی'' کے روپ میں دیکھا۔ چودھری محمد حسین کے نام ۲۵ ستمبر ۱۹۲۲ء کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

۱: ''آپ تو مولوی صاحب ہیں۔ ایک امر پر فتویٰ دیجیے۔ مصطفیٰ کمال نبی کریم کے ہم نام ہیں۔

۲: بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔

۳: معاہدہ سوز ۲۱ کے بعد وطن سے ہجرت کر گئے تھے اور ہجرت ان کی فی سبیل اللہ تھی، نہ تجارت و ملازمت کے سلسلے میں۔

۴: ہجرت کے بعد ان کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

۵: داماد فرید پاشا نے ان کی تحریک کے خلاف وہی کام کیا جو اسلامی تحریک کے خلاف ابوجہل نے کیا تھا۔ استفسار یہ ہے کہ آیا مہدئ موعود یہی شخص ہے یا کوئی اور ''(۲۲)

گرویدگی کی یہ لے رفتہ رفتہ مدھم پڑتی گئی چنانچہ ''جاوید نامہ'' (۱۹۳۲ء) میں انھوں نے سید حلیم پاشا کے زیرِ عنوان جو شعر کہے، وہ ان کے نہایت متوازن موقف کی نمایندگی کرتے ہیں۔

www.iqbalcyberlibrary.net

ان اشعار میں اقبال نے مصطفیٰ کمال کی انقلابی کاوشوں کو تجدد کا نام دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ افرنگ سے لات و منات لے، آنے سے کعبہ نئی صورت اختیار نہیں کر لیتا۔ بت تو بت ہے خواہ کاشی کا ہو یا کاشان کا فرماتے ہیں:

مصطفیٰ کو از تجدد می سرود
گفت نقش کہنہ را باید زدود
نو نگرد و کعبہ را رخت حیات
گر ز افرنگ آیدش لات و منات
ترک را آہنگ نو در چنگ نیست
تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست
سینۂ او را دم دیگر نبود
در ضمیرش عالم دیگر نبود
لاجرم با عالم موجود ساخت
مثل موم از سوز ایں عالم گداخت
طرفگیہا در نہاد کائنات
نیست از تقلید تقویم حیات
چوں مسلماناں اگر داری جگر
در ضمیر خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آنات اوست(۲۳)

www.iqbalcyberlibrary.net

اقبال زیرِ نظر خطبے ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں اگرچہ مصطفیٰ کمال اتاترک اور اس کی انقلابی کاوشوں کے بے حد مداح نظر آتے ہیں مگر ان کی بصیرت انھیں یہ احساس بھی دلا رہی تھی کہ اس آزادخیالی کا نتیجہ انتشار اور تفرقہ بھی ہو سکتا ہے اسی لیے انھوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں اس اندیشے کا اظہار بھی بہ ایں الفاظ کر دیا تھا:

''ہم اس تحریک کا، جو حریت اور آزادی کے نام سے عالمِ اسلام میں پھیل رہی ہے، دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے، آزادخیالی کی یہی تحریک اسلام کا نازک ترین لمحہ بھی ہے۔ آزادخیالی کا رجحان بالعموم تفرقہ اور انتشار کی طرف ہوتا ہے لہٰذا نسلیت اور قومیت کے یہی تصورات، جو اس وقت دنیائے اسلام میں کارفرما ہیں اس وسیع مطمعِ نظر کی ؟ بھی کر سکتے ہیں جس کی اسلام نے مسلمانوں کو تلقین کی ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی خطرہ ہے کہ ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنما حریت اور آزادی کے جوش میں، بشرطیکہ اس پر کوئی روک نہ عائد کی گئی، اصلاح کی جائز حدود سے تجاوز کر جائیں۔ ہم کچھ ویسے ہی حالات سے گزر رہے ہیں جن سے کبھی پراٹسٹنٹ انقلاب کے زمانے میں یورپ کو گزرنا پڑا تھا'' (۲۴)

آخر آخر میں علامہ مصطفیٰ کمال اور بعض دیگر رہنماؤں سے، جن سے انھوں نے ابتدا بڑی امیدیں وابستہ کی تھیں، تقریباً مایوس ہو گئے تھے۔ ہمیں یہ بات ہرگز نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ کسی بھی تحریک کو معروضی اور متوازن انداز میں دیکھنے کے لیے ایک قابلِ لحاظ زمانی بعد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے اپنی وفات سے دو برس قبل ۱۹۳۶ء میں ''مشرق'' نامی مختصر نظم میں واشگاف الفاظ میں مصطفیٰ کمال اتاترک کی کاوشوں کی بے ثمری کا اظہار کر دیا تھا:

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں نمود اس کی
کہ روحِ شرق، بدن کی تلاش میں ہے ابھی (۲۴)

www.iqbalcyberlibrary.net

بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب خود مصطفیٰ کمال ہی پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا گیا تو اس کی قائم کردہ گرینڈ نیشنل اسمبلی کی حیثیت بھی خود بخود معرض اعتراض و اعراض میں پڑ گئی۔

اقبال نے کمال اتاترک کو فکری رہنما مہیا کرنے والے شاعر، ضیا کے حوالے سے اپنے زیر نظر خطبے میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ ضیا اس امر پر مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا ملک ایک ایسی سر زمین ہے جہاں اذان ترکی زبان میں گونجتی ہے اور جہاں کے رہنے والے نماز ترکی میں پڑھتے ہیں اور جہاں قرآنی احکام کی تعلیم و تدریس ترکی زبان میں ہوتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ برعظیم کے اکثر رہنے والے عربی کے بجائے ترکی زبان کے اس استعمال کی مذمت کریں گے مگر بقول اقبال شاعر کی تجویز کردہ یہ اصلاح اسلام کی تاریخ ماضی میں ایک نظیر ضرور رکھتی ہے۔ یہ نظیر محمد ابن تومرت کی تھی۔ اقبال نے اسے ''مسلم اسپین کا مہدی'' لکھا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس نے اپنے مہدی ہونے کا اعلان کیا تھا مگر اس کا تعلق اسلامی اسپین سے نہیں، شمالی افریقہ سے تھا۔ اس بقول اقبال: جاہل بربروں کو علم دین سکھانے کے لیے نہ صرف قرآن حکیم کے بربر ترجمے کا حکم دیا بلکہ یہ بھی لازم ٹھہرایا کہ اذان بھی بربر زبان میں دی جائے۔

اقبال نے نہ صرف اپنے زیر نظر خطبے میں بلکہ اوائل ۱۹۳۶ء میں شائع ہونے والے اپنے مضمون "Islam & Ahmadism" میں بھی ابن تومرت کا نام لیے بغیر اس کا حوالہ دیا جاتا ہے (شروانی۔ ص ۱۹۳ص)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بربر میں اذان وغیرہ کی مثال ان کے ذہن میں خوب راسخ تھی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بعض اہم تاریخی منابع سے علامہ کی پیش کردہ مثال کی تصدیق نہیں ہوتی۔ چنانچہ ڈاکٹر ایس، ایم، یوسف نے اپنے (محولۂ سابقہ) مضمون میں لکھا ہے کہ:

www.iqbalcyberlibrary.net

''تمام قابل اعتماد تواریخ مثلاً تاریخ ابن خلدون، الحلل الموشیہ (۲۶) المراکشی کی المعجب اور ابن ابی زرع کی روض القرطاس میں ان عجیب وغریب باتوں کا کہیں ذکر نہیں ملتا جو اقبال نے بیان کی ہیں۔'' (۲۷)

اس کے برعکس، تواریخ (۲۸) نے محمد ابن تومرت کی شخصیت کی جو تصویر پیش کی ہے، وہ ایک ایسے شخص کی ہے جو جاہل بربروں کو نماز سکھانے کے لیے ایک عجیب وغریب طریقہ وضع کرتا ہے۔ اس نے مصمورہ کے بربروں کو ''الفاتحہ'' سکھانے کے لیے یہ طریقہ نکالا کہ اس قبیلے کے لوگوں کے نام اس سورہ کے ایک ایک ٹکڑے یا لفظ پر رکھ دیئے۔ چنانچہ پہلے شخص کا نام ''الحمد اللہ'' دوسرے کا ''رب ال'' اور تیسرے کا ''عالمین'' رکھا اور انھیں اسی ترتیب سے اپنے نام بتانے کو کہا جس ترتیب سے یہ رکھے گئے تھے۔ یوں وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ ظاہر ہے جو شخص اور اجڈ بربروں کو عربی ہی میں نماز یاد کرانے کے لیے اس قدر کاوش کرتا ہو، اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اذان بربری زبان میں دیے جانے کو لازم ٹھہرایا ہو گا۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ابن خاکان کی ''وفیا الاعیان'' میں بھی ابن تومرت کے حوالے سے بربری میں اذان وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں حالانکہ اس کے یہاں ابن تومرت کا ذکر خاصا مفصل ہے۔

البتہ مذکورہ بالا مستند تواریخ سے قطع نظر بربری میں اذان کی اجازت کا ذکر صرف ایک کتاب میں ملتا ہے اور یہ کتاب بھی کسی اور مصنف کی نہیں، اس مصنف کی ہے جو اقبال کا استاد رہ چکا تھا اور جس سے انھیں بے پناہ عقیدت تھی۔ میری مراد ٹامس آرنلڈ کی کتاب "The Preaching of Islam" سے ہے جو پہلی بار ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ قیاس ہے کہ یہ کتاب علامہ کے زمانۂ طالب علمی میں ان کی نظر سے گزری ہو گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود آرنلڈ

www.iqbalcyberlibrary.net

نے کسی موقع پر اقبال کو یہ بات بتائی ہو۔ بہر حال کتاب مذکور میں لکھا ہے:

''موحدین کا بانی ابن تومرت تھا جس نے عقیدۂ توحید کی تائید میں بربروں کی زبان میں کتابیں لکھیں اور ان میں اسلام کے بنیادی اصول کی اپنے انداز میں تشریح کی اور اس طریقے سے اپنے فرقے کے موحدانہ عقائد کو بربری عوام تک پہنچایا۔ اس نے بربروں کے قومی جذبے کے ساتھ یہ رعایت روا رکھی کہ ان کو اپنی بربری زبان میں اذان کہنے کی اجازت دے دی'' (۲۹)

اس مبحث سے قطع نظر تاریخ اسلام میں یوں بھی محمد بن تومرت کی جو مجموعی تصویر بنتی ہے وہ کچھ زیادہ خوش کن نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس کے اندر ایک مصلح کی سی دل سوزی تھی مگر اس کا ساتحمل ہرگز نہیں تھا۔ وہ ایک مغلوب الغضب آدمی تھا۔ ''روض القرطاس'' میں لکھا ہے کہ وہ ضمیر کی آواز کو زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا اور نہ خون ریزی میں پس و پیش کرتا تھا۔ وہ ہر اس شخص کو، جو اس سے اختلاف رکھتا تھا، کافر قرار دے دیتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے اپنا ایک سلسلۂ نسب گھڑ لیا تھا اور اس کا رشتہ علی ابن ابی طالب سے ملا لیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ الغزالی کے افکار کا پیرو تھا (۳۰)، مگر اس کے خیالات میں شیعی عقائد بھی مخلوط ہو گئے تھے (۳۱) چنانچہ اسے امام معصوم کا درجہ حاصل تھا اور اس کے بعد اس کے خلفاء اور جانشینوں کا درجہ تھا۔ ابن خاکان کے یہاں بھی، جس کے بارے میں ادبیات کے فاضل ڈاکٹر خورشید رضوی کی رائے ہے کہ وہ بالعموم اعیان کا ذکر اچھے لفظوں میں کرتا ہے اور ان کے معائب سے صرف نظر کرتا ہے، ابن تومرت کی سیرت کا مجموعی نقشہ اتنا پرکشش اور قابل لحاظ نظر نہیں آتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بدعات کا سخت مخالف تھا مگر مصلحت کوش بھی تھا اور بہ تقاضائے وقت ڈرامہ رچانا بھی جانتا تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے اپنے فصیح اللسان رفیق الونشریشی کو مشورہ دیا کہ وہ لوگوں کو

www.iqbalcyberlibrary.net

اپنے عجز لسان اور الکن ہونے کا تاثر دے اور پھر ایک عرصے کے دفعتہً روانی اور خطابت کی ایسی جوت جگائے کہ لوگ اسے معجزہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک مدت بعد لوگوں کو یکا یک بتانا شروع کر دیا کہ اس نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتوں کا نزول ہوا اور انھوں نے میرا دل چیرا، اسے دھویا اور اسے حکمت اور علم سے بھرا، محمد ابن تومرت! تو اللہ کے حکم سے ''المہدی'' ہے جس نے تیری پیروی کی، وہ سعید ٹھہرا اور جس نے تیری مخالفت کی، وہ ہلاک ہوا (۳۲)

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ اول تو ابن تومرت کے بربری میں اذان دینے کے حکم کا کوئی ثبوت مستند تواریخ سے نہیں ملتا۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کے کردار اور شخصیت کے حامل شخص سے اس طرح کا کوئی حکم اور ایماء صادر بھی ہوا ہو تو وہ ایسا نہیں جسے حال کے کسی مماثل فیصلے یا واقعے کے لیے بطور سند پیش کیا جا سکے (۳۳)

اقبال نے اپنے زیر نظر خطبے میں مسلم ملت کے اجتہاد اور نئے احوال وظروف کی روشنی میں نئی فقہی وفکری تعبیرات کی اہمیت اور ضرورت کا احساس دلانے کے لیے جدید اصلاحی تحریکات کا ذکر بڑے پر جوش انداز میں کیا ہے۔ ان جدید اصلاحی تحریکات میں انھوں نے اولیت وہابیت کو دی ہے اور اس کے فیضان واثر کے ضمن میں دیگر تحریکوں کے علاوہ انیسویں صدی میں ایران میں اٹھنے والی بابی تحریک کو بھی عظیم جدید تحریک گردانا ہے۔ واضح رہے کہ اپنے پی ایچ ڈی، کے مقالے میں اقبال نے اس کو "Wonderful Sect" کہا ہے اور اسے جدید ایران کی عظیم مذہبی تحریک قرار دیا ہے۔ معاملہ جو بھی ہو، اتنی بات واضح ہے کہ اس تحریک کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا جیسا کہ خود بعد میں اس کے ایک علم بردار بہاء اللہ کی تحریروں سے واضح ہے جو قرآن منسوخ

www.iqbalcyberlibrary.net

قرار دیتا تھا۔ خود تحریک کے بانی سید علی محمد باب کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس کی طرف وحی نزول کرتی ہے۔ بابیت کے ماننے والے قرآن حکیم کو آخری شریعت نہیں مانتے اور نہ اسے مکمل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک بابیت نے قرآن مجید اور کتب سابقہ کی تکمیل کی ہے۔ یہ لوگ بیت اللہ کی جانب منہ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ قرۃ العین طاہرہ صاف کہتی تھی کہ گذشتہ شریعت بیکار ہے۔ نماز، روزہ، عبادات اور نبی پر درود، سب بیکار ہیں۔ کیا ایسی تحریک وہابیت سے فیضان اندوختہ ہوسکتی ہے جسے اقبال نے جدید اسلام کی اولین دھڑکن سے تعبیر کیا ہے؟

واضح رہے کہ بعد کے برسوں میں خود اقبال ایسی تحریکات کے ضمن میں محتاط ہو گئے تھے، چنانچہ اپنے نوٹس میں، جو وہ "Introduction to the Study of Islam" کے زیر عنوان لکھ رہے تھے اور جو افسوس ہے کہ ان کی علالت کے باعث نامکمل رہ گئے تھے، انھوں نے "New Movements" کے ذیلی عنوان کے تحت صاف لکھ دیا تھا:

I pin no faith on them, but they indicate confusion and inner unrest.

نہ صرف یہ بلکہ ”ضربِ کلیم“ (۱۹۳۶ء) میں علی محمد باب (۳۵) کا خوب مضحکہ بھی اڑایا:

تھی خوب حضور علماء باب کی تقریر
بے چارہ غلط پڑھتا تھا اعراب سمٰوات
اس کی غلطی پر علماء تھے متبسم
بولا تمھیں معلوم نہیں میرے مقامات
اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآں کے آیات (۳۶)

اقبال نے اپنے زیرنظر خطبے میں جمہوری طرز حکومت کو اسلامی روح کے عین مطابق قرار دیتے ہوئے اسے عہد جدید کی ضرورت گردانا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال جمہوریت کے جس قدر مداح تھے۔اس سے زیادہ اس کے نقاد تھے۔جمہوریت کے بارے میں ان کے پورے نثری اور شعری سرمایے کو کھنگالا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جمہوریت کی تائید اور تنقیخ کے دونوں پہلو ملتے ہیں مگر اتنی بات بہ اطمینان کہی جا سکتی ہے کہ ۱۹۲۹ء سے اپنی وفات ۱۹۳۸ء تک ان کی جو تحریریں منصہء شہود پر آئیں، ان میں وہ جمہوریت کے ایک سخت گیر نقاد کی حیثیت سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں اور اس باب میں پس چہ باید کرد (۱۹۳۳ء)،ضرب کلیم (۱۹۳۶ء) اور ارمغان حجاز (۱۹۳۸ء) کے جمہوریت سے متعلق اشعار و منظومات بے حد لائق توجہ ہیں۔ضرب کلیم (۱۹۳۶ء) کے اس قطعے ہی کو دیکھ لیا جائے جس میں اقبال جمہوریت کی مقدار پرستی اور معیار فراموشی کی قلعی یوں کھولتے ہیں۔

اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے(۳۷)

اور آخر میں ''ارمغان حجاز'' میں تو انھوں نے جمہوریت کے اندرون کو ''چنگیز سے تاریک تر'' (کلیات اقبال ۶۵۰ـ۸) کہہ کہ جمہوریت کی متعارف مغربی صورت کے بارے میں اپنا حتمی فیصلہ دے دیا تھا۔اس سے سات برس قبل ۱۹۳۱ء میں ''بمبئے کرانیکل'' کو انٹرویو دیتے ہوئے بھی انھوں نے جمہوریت کے بارے میں کھل کر کہہ دیا تھا کہ وہ قلباً اسے پسند نہیں کرتے اور اسے صرف بہ امر مجبوری قبول کرتے ہیں کہ اس کا کوئی بدل فراہم نہیں:

www.iqbalcyberlibrary.net

"But I am neither at heart a believer in Democracy. I tolerate Democracy because there is no other substitute."

سوال یہ ہے کہ ایک ایسے طرز حکومت کی پارلیمان سے اعلیٰ اور معیاری قانون سازی کی توقع کی جاسکتی ہے جو ''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے'' کے اصول کے تحت وجود میں آئی ہو؟ جو طرز حکومت معیار کے بجائے مقدار اور قابلیت کے بجائے مقبولیت کو اہم سمجھتا ہو اور جس کا ایقان یہ ہو کہ عوام اقتدار اور قوت کا سرچشمہ ہیں، اس کے ناقص طرز انتخاب کے نتیجے میں منتخب ہونے والے ارکان اجتہاد کا عظیم فریضہ انجام دینے کے کیسے اہل ہو سکتے ہیں؟ علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلم پارلیمان کو اجتہاد سونپ دیے جانے کے نتیجے میں قانونی مباحث میں عام آدمی کی تیز بصیرت سے بھی استفادہ ممکن ہو جائے گا لیکن سوال یہ ہے کہ عام آدمی یہ تیز بصیرت کہاں سے لائے گا؟ مثلاً ایک ایسا ملک (پاکستان) جس کی آبادی کے خواندہ طبقے کا تناسب ۱۵، ۲۰ فیصد سے زیادہ نہ ہو اور ستر فیصد سے زیادہ تعداد ناخواندہ ہو اور دینی تعلیمات سے بے بہرہ، اس میں منتخب ہونے والے کتنے ارکان ایسے ہوں گے جو اجتہاد کی اہلیت تو کجا، اجتہاد کا صحیح املا بھی کر سکیں گے۔ پھر ہمیں یہ بات بی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ انتخاب میں سادہ اکثریت کے اکیاون فیصد ووٹ لے کر حکومت بنانے والے ارکان پوری قوم کے نمائندہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً اس صور میں جب ملک کی کل رائے دینے کی اہل آبادی میں سے صرف تیس پینتس فیصد لوگ ووٹ ڈالیں؟

پھر پارلیمان کی رکنیت کے لیے جو چند شرائط ہیں۔ ان میں تعلیم یافتہ ہونے کی شرط سرے سے موجود ہی نہیں۔ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں اگرچہ بعد ازاں چند مفید ترامیم کی گئیں

www.iqbalcyberlibrary.net

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پارلیمان کی رکنیت کے حوالے سے کی گئی ترامیم مبہم اور بے سود ہیں ۔مثلاً شرائط رکنیت پارلیمان میں شق (E) کے تحت یہ عبارت درج ہے:

''امیدوار کو اسلامی تعلیمات کا مناسب علم ہو اور وہ ان مذہبی فرائض سے آگاہ ہو جو اسلام کی رو سے لازم ہیں''۔

اس شق میں ''مناسب علم'' وہ مبہم ترکیب ہے جس کا تعین قانونی سطح پر نہایت مشکل ہے اور اسی ابہام کی آڑ لے کر ہر ان پڑھ مگر صاحب زر الیکشن کے اکھاڑے میں کود پڑتا ہے اور اکثر کامیاب بھی ہو جاتا ہے یاد رہے کہ ووٹ ڈالنے والے کے لیے بھی تعلیم یافتہ ہونے کی کوئی شرط آئین پاکستان میں موجود نہیں ۔اس صورت حال میں آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس طرز انتخاب کے نتیجے میں جو پارلیمان وجود میں آئے گی، اس کا علمی اور فکری معیار کیا ہوگا۔

اب چلتے چلتے ان شرائط اجتہاد پر بھی ایک نظر ڈال لیں جن کے بغیر اجتہاد محالات میں سے ہے ۔اس ضمن میں قدماء میں متعدد نام ہیں ۔مثلاً امام نووی، علامہ شاطبی، بیضاوی اور امام غزالی وغیرہ لیکن ان سب سے قطع نظر شرائط اجتہاد کے باب میں ہم ایک ایسی شخصیت سے اعتناء کرتے ہیں جسے جدید مسلم فکریات کا پیشرو کہا جاتا ہے اور جو روایتی اور جدت پسند دونوں حلقوں میں بہ نظر احترام دیکھا جاتا ہے۔میری مراد شاہ ولی اللہ سے ہے ۔شاہ صاحب نے اپنی متعدد کتب میں شرائط اجتہاد بیان کی ہیں۔مثلاً ''ازالۃ الخفا'' ، ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' اور ''عقدہ الجید'' وغیرہ۔موخر الذکر کتاب تو ہے ہی سراسر اجتہاد پر۔اس کتاب میں وہ اجتہاد کی جو شرائط گنواتے ہیں انھیں ذیل میں ملخصاً درج کیا جاتا ہے:

ا: اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث ،جس قدر احکام سے متعلق ہو، جانتا ہو۔نیز

www.iqbalcyberlibrary.net

اجماع کے مواقع، قیاس صحیح کی شرائط، مقدمات کی صحیح ترتیب اور علوم عربیہ سے واقف ہو، علاوہ بر آں ناسخ و منسوخ اور راویوں کے حالات سے بھی باخبر ہو۔

۲۔ اسے حدیث کی اقسام صحیح، ضعیف، مسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کو قرآن پر اور قرآن کو حدیث پر مرتب کرنے کی معرفت حاصل ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث پائے جس کا ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کا سراغ لگا سکے کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے، مخالف قرآن نہیں۔

۳۔ علم لغت عربی سے اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جو قرآن و حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں۔ تمام لغات عرب کا احاطہ شرط نہیں...... شریعت کا تخاطب عربی زبان میں ہے، جو شخص عربی زبان سے واقف نہ ہو گا م شارع کا مقصود نہ پہچانے گا۔

۴۔ خواہشات نفسانی سے دور رہنے والا ہو۔ بدعتوں سے علاحدہ ہو اور پاکیزگی اور تقویٰ کو شعار بنائے ہوئے ہو۔ کبیرہ گناہوں سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو۔ (۳۹)

اجتہاد کے ضمن میں مندرجہ بالا شرائط پر اصرار اس لیے ضروری ہے کہ یہ کام مہم بازیچہ اطفال نہ بن جائے۔ عہد زوال میں ان شرائط سے صرف نظر ہو جانے سے جو صورت حال پیدا ہوئی اس کا طنزیہ بیان خود شاہ صاحب کی زبانی سنیئے:

''اب فقیہ وہ کہلاتا ہے جو زیادہ باتونی ہو۔ جس نے فقہاء کے اقوال یاد کر لیے ہوں، قوی اور ضعیف کی تمیز نہ ہو اور وہ انھیں باچھیں کھول کھول کر فر فر سنا سکتا ہو اور محدث وہ ہے جو صحیح اور سقیم احادیث کو گنوا سکتا ہو اور وہ اپنے جبڑوں کے زور سے قصوں کی طرح فر فر بیان کر سکے۔'' (۴۰)

زوال و انحطاط کی ایسی ہی صورت احوال تھی جس کے پیش نظر اقبال رموز بیخودی میں ''در

www.iqbalcyberlibrary.net

معنی ایں کہ درزمانہ انحطاط تقلید از اجتہاد اولی تر است'' کے زیر عنوان اس طرح کے شعر کہنے پر مجبور ہو گئے تھے:

مضمحل گردد چو تقویم حیات
ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہ آبا رہ کہ ایں جمعیت است
معنی تقلید ضبط ملت است
اجتہاد اندر زمان انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر
اقتداء بر رفتگان محفوظ تر
تنگ بر ما گزر دیں شد است
ہر لئیمے راز دار دیں شد است
از یک آئینی مسلماں زندہ است
پیکر ملت ز قرآں زندہ است (۴۱)

حضرت شاہ ولی اللہ کی بیان کردہ شرائط اجتہاد تو اٹھارہویں صدی عیسوی میں پیش کی گئی تھیں۔ دو سو برس کے زمانی بعد کے نتیجے میں عمرانی سطح پر اتنی حیرت ناک تبدیلیاں آ چکی ہیں کہ ان کے باعث جدید نفسیاتی حقائق، معاشی امور اور معاشرتی صداقتوں کا شعور ان مذکورہ شرائط پر مستزاد ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر شخص ہر کام کے لیے نہیں ہوتا۔ ''جس کا کام اسی کو ساجھے'' اور ''لکل فن رجال'' ایک ہی حقیقت کے مظہر ہیں۔ اس لیے اجتہاد بھی انھی لوگوں کو حق اور ان پر فرض ہے جو اس کے اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ''الانصاف'' میں بجا طور پر فرمایا تھا

www.iqbalcyberlibrary.net

کہ ''اجتہاد مطلق منتسب'' کا کسی زمانے میں موقوف ہونا شرعاً جائز نہیں کیوں کہ وہ فرض کفایہ ہے ۔یعنی اگر کسی زمانے کے مسلمان ایسا اجتہاد کرنے سے پہلوتہی کرنے لگیں تو سب کے سب گنہگار ہوں گے ۔بیسویں صدی میں اس فرض کفایہ کا تیز شعور اقبال کا مرہونِ منت ہے اور اجتماعی اجتہاد کی سمت ان کی نشاندہی اس اعتبار سے انقلاب انگیز ہے کہ اقبال کے مابعد کے علمائے امت کے یہاں ''اجتماعی اجتہاد'' ایک بڑے سوال کی صورت میں اپنی شدت کا احساس دلا رہا ہے ۔مگر پارلیمان کو حق اجتہاد عطا کرنے کا تصور فی الحال قابل عمل نظر نہیں آتا۔

ذرا پاکستان کی سابقہ اور موجودہ قانون ساز اسمبلیوں پر ایک نظر ڈالیے ۔ان اسمبلیوں میں خاصی بڑی تعداد ایسے ارکان کی ہے جو قرآن ناظرہ نہیں پڑھ سکتے ۔بعض محض انگوٹھا چھاپ ہیں۔ جاہ طلبی ،خود غرضی ، دشنام طرازی ان کی رگ و پے میں ہے ۔فلور کراسنگ نے صورت حال کو اس قدر گمبھیر اور اذیت ناک بنا دیا ہے کہ خاک افتادہ عوام اپنی رائے کا خون ہوتا دیکھتے ہیں اور خاک چاٹتے ہیں ۔''لفافہ سیاست'' نے گھوڑے جیسے وفادار اور ذہین جانور کو بدنام کر دیا ہے ۔حال آنکہ ایسی صورت حال کے بیان کے لیے "Horse-Trading" کے بجائے ہمارے ہاں ''خر بازاری'' کی اصطلاح ایک عرصے سے موجود ہے اور آج زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے اور زیادہ بر محل ہوگئی ہے ۔اگر ایسے ارکان اسمبلی اجتہاد پر کمر بستہ ہو جائیں تو ان پر اقبال ہی کے مندرجہ بالا مصرعے کا اطلاق ہو گا یعنی ''ہر لئیمے راز دار دیں شد است ۔'' ایسے ارکان اسمبلی کی ''اجتہادی کاوشوں'' کے لیے لفافوں کی رعایت سے کوئی ترکیب وضع ہو سکتی ہے تو وہ نہ ''اجتہاد مطلق'' کی ہے نہ ''اجتہاد منتسب'' کی بلکہ ''اجتہاد ملفوف'' کی ۔اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو ہماری قانون ساز اسمبلیوں کی ایسی افسوس ناک کارکردگی کو دیکھ کر اپنی تجویز یا تو واپس لے لیتے یا کم از کم موخر کر دیتے

www.iqbalcyberlibrary.net

۔آخر آخر میں انھیں سیاسی پیشواؤں کی خاک بازی کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔تبھی انھوں نے کہا تھا:

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں ہے صفت عنکبوت ان کی کمند
خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیل ملکوتی و جذبہ ہائے بلند(۴۲)

﴿۱۹۹۴ء﴾

حواشی

۱:کلیات اقبال اردو (طابع شیخ غلام علی)ص ۱۰۷

۲:کلیات اقبال اردو (طابع شیخ غلام علی)ص۲۲۲۔۳۹۲

۳:ایضاً۔ص ۲۱۷

۴:قومی زندگی اور ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر (مرتبہ عبداللہ قریشی)ص ۴۱

۵:قومی زندی اور ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر۔ص۴۲۔۴۳ ۔"الا جتہاد فی الا سلام" میں بھی اقبال نے یہی شکوہ کیا ہے کہ اس ملک کے قدامت پسند مسلمان فقہ پر تنقیدی نظر ڈالنے کے حق میں نہیں۔ص ۱۶۵

۶: یہ مضمون اولاً 'The Idea of Ijtihad' کے نام سے لکھا گیا۔اپنی اولین صورت میں یہ کس تاریخ اور سنہ میں مکمل ہوا؟ اس کے بارے میں ڈاکٹر خالد مسعود نے اپنی کتاب "اقبال کا تصور اجتہاد" میں طویل بحث کی ہے اور اس کی تکمیل کا امکانی سال ۱۹۲۴ء قرار دیا ہے۔

www.iqbalcyberlibrary.net

خوش قسمتی سے چودھری محمد حسین کے نام علامہ کے ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء کے ایک خط سے اس مقالے کی تکمیل کی تاریخ تقریباً طے ہو جاتی ہے۔ اس خط کی عبارت یوں ہے: ''مضمون ''اجتہاد'' آج ٹائپ ہو کر تیار ہو گیا ہے۔ ۳۲ ٹائپ شدہ صفحات ہیں۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مقالہ اپنی اولین صورت میں ستمبر ۱۹۲۴ء میں تیار ہو گیا ہو گا۔ ملاحظہ ہو ''چودھری محمد حسین اور علامہ اقبال (غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔ اے اردو)، مقالہ نگار ثاقف نفیس''۔ ۱۹۸۴ء ص ۹۱۔

۷: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (مترجم سید نذیر نیازی) ص ۲۴۲

۸: The Reconstruction of Religious Thought in Islam. (مطبوعہ شیخ اشرف ص ۱۵۷)

۹: تفصیل کے لیے کتاب مذکور۔ ص ۱۶۲

۱۰۔ The Reconstruction of Religious Thought in Islam (مطبوعہ شیخ اشرف ص ۱۷۲)

۱۱: البتہ متحدہ ہندوستان کے تناظر میں اقبال ایک ایسی مجلس علماء کی تشکیل کے خواہش مند تھے جسے دستوری سطح پر تسلیم کر لیا گیا ہو اور جو قانون ساز اسمبلی کو کوئی ایسا قانون پاس نہ کرنے دے جو مسلم پرسنل لاء کے خلاف جا رہا ہو۔ اقبال چاہتے تھے کہ مسلم پرسنل لاء سے متعلق کوئی بل اسی وقت قانون ساز اسمبلی میں زیر بحث آئے جب مذکورہ مجلس علماء اسے پاس کر دے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

"Speeches, Writings & Statements of Iqbal" (شروانی) ص ۴۳۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۲: ڈاکٹر مصطفی احمد زرقا: اجتہاد (عربی مقالہ۔ مترجم: ضیاء الدین اصلاحی)، مشمولہ ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ۔ دسمبر ۱۹۶۰ء ص ۴۴۴، ۴۴۵

۱۳: خطبات بہاولپور۔ ص ۱۰۴، ۱۰۶

۱۴: مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر۔ ص ۱۶۰

۱۵: کتاب مذکور۔ ص ۱۰۷

۱۶: Selections From the Iqbal Review (مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی) ص ۱۳۰

۱۷: ایضاً۔ ۱۳۰

۱۸: اس ضمن میں امام جلال الدین سیوطی کی ''تاریخ الخلفاء'' میں متعدد ایسے افسوسناک واقعات مندرج ہیں۔

۱۹: کلیات اقبال اردو (ص ۴۴ـ۵۰۶)

۲۰: کلیات اقبال۔ ص ۸۹ـ۳۸۱

۲۱: صحیح: معاہدہ سیورز (Severs Treaty)

۲۲: تحقیق نامہ (مجلّہ گورنمنٹ کالج لاہور) شمارہ ۲، ۹۳ـ۱۹۹۲۔ ص ۱۷

۲۳: کلیات اقبال۔ ص ۴۴ـ۲۵۴

۲۴: تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (مترجم نذیر نیازی ص ۲۵۱ـ۲۵۲)

۲۵: کلیات اقبال (ضرب کلیم)، ۱۴۲ـ۶۰۴ـ ۱۹۳۶ء کے اوائل میں لکھے گئے مضمون "Islam & Ahmadism" میں اقبال نے اگرچہ اتاترک کے بعض افعال کی وکالت کی

www.iqbalcyberlibrary.net

ہے مگر اس جوش جذبے اور سے نہیں جس جذبے سے انھوں نے اسے اپنے چھٹے خطبے میں خراج پیش کیا ہے۔

۲۶: اس کتاب کے مصنف کا نام اب تک نا معلوم ہے۔

۲۷: Selection From the Iqbal Review مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، ص ۱۲۴

۲۸: مثلاً روض القرطاس وغیرہ

۲۹: دعوت اسلام (مترجم: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) ص ۳۱

۳۰: اقبال نے اسے غزالی کا پیرو یا شاگرد قرار دیا ہے "صبح الاعشیٰ" کے مصنف کے بقول ابن تومرت اور غزالی کی ملاقات کبھی نہیں ہوئی۔ البتہ ابن خلکان کے نزدیک دونوں میں ملاقات ہوئی۔

۳۱: اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد اول۔ ص ۴۴۶

۳۲: محمد ابن تومرت کے مفصل حالات اور کتابیات کے لیے ملاحظہ ہو "وفات الاعیان" (مرتب محمد محی الدین عبدالحمید) الجزالرابع۔ ص ۱۳۷۔۱۴۶

۳۳۔ چند برس بعد علامہ نے ترکی زبان میں اذان یا نماز وغیرہ کو ایک رجعت پسندانہ فعل قرار دیا تھا۔ جب فروری ۱۹۳۳ء میں قسطنطنیہ سے رائٹر کی ایک خبر ہندوستان پہنچی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آئندہ کمال اتاترک کے حکم کے نتیجے میں ترکی میں قرآن اور نماز وغیرہ ترکی زبان میں پڑھے جائیں گے تو اس مسئلے پر علامہ اقبال نے ۱۶ فروری ۱۹۳۲ء کے ہفت روزہ "لائٹ" (لاہور) میں جو رائے شائع کی اس کا مندرجہ ذیل اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

''دوسرے یہ کہ مصطفیٰ کمال کا یہ اقدام پیش قدمی نہیں، پسپائی اور رجعت پسندی کے مترادف ہے۔ اپنی اہمیت کے اعتبار سے تمام قدیم مذاہب وطن پرستانہ تھے (وطنی اور علاقائی حدود میں محدود تھے)...... مسلم نماز کا ترکی زبان میں پڑھا جانا دراصل اسلام پر وطن پرستانہ رنگ چڑھانے کی ایک کوشش ہے۔ یہ اسلام کو قبل از اسلام کی قدیم اقوام کے نقطۂ نظر سے دیکھنے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس طرح کی اصلاحات دراصل پیش قدمی نہیں رجعت پسندی ہیں۔ کیا اسلام کی وسعت اس وطن پرستانہ نقطۂ نظر سے سمجھوتا کر سکے گی؟ یہ تو وقت ہی بتائے گا۔''

''میرا ایمان ہے کہ نماز باجماعت...... یعنی وہ نماز جو ایک آفاقی ادارے کی حیثیت رکھتی ہے، یقینی طور پر عربی زبان میں ادا ہونی چاہیے...... عربی زبان، جو الہام کی زبان ہے اور ایک ایسے ملک کی زبان ہے جو براعظموں کے مابین مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔'' تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: .Mementos of Iqbal (مرتبہ رحیم بخش شاہین) ص ۵۹۔۶۰

۳۴: Letters & Writing of Iqbal(ed.by b.a.Dar) ص ۸۷

۳۵: ضرب کلیم میں علامہ نے سہواً سے محمد علی باب لکھا ہے جبکہ بہت عرصہ پہلے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں انھوں نے اس کا صحیح نام ''علی محمد باب'' لکھا تھا۔

۳۶: کلیات اقبال۔ص ۴۶۔۵۰۸

۳۷: ایضاً۔۱۴۹۔۶۱۱

۳۸: کتاب مذکور (مرتبہ بی اے ڈار) ص ۵۹

۳۹: مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید'' (اردو ترجمہ از

www.iqbalcyberlibrary.net

ساجد الرحمان صدیقی کاندھلوی) ص ۹۔۱۵۔نیز ''مسئلہ اجتہاد'' از محمد حنیف ندوی۔ص ۱۱۱۔۱۱۷

۴۰:الانصاف فی بیان سبب الاختلاف (اردو ترجمہ محمد عبید اللہ بن خوشی محمد) ص ۹۳

۴۱:کلیات اقبال۔ص ۱۲۴۔۱۲۵

۴۲:کلیات اقبال (ضرب کلیم) ص ۱۵۷۔۶۱۹

www.iqbalcyberlibrary.net

علامہ اقبال اور مسلم ثقافت کے خدوخال

دائرہ کار کی وسعت اور تاثیر کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو شعرا اور فلسفی مورخین پر واضح برتری رکھتے ہیں۔ اس تناظر میں اقبال کی مثال اس اعتبار سے اور زیادہ لائق توجہ ٹھہرتی ہے کہ وہ بیک وقت شاعر بھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ گہرا فلسفیانہ مزاج بھی رکھتے ہیں۔ اردو ہی کیا کسی بھی زبان میں اس طرح کی مثالیں خال خال ہیں۔

اقبال کے فکر و فلسفہ میں بعض دیگر اہم موضوعات کی طرح مسلم ثقافت کے مباحث نے بھی قابل لحاظ جگہ پائی ہے۔ اس موضوع پر اقبال نے اپنی شاعری اور نثر ی میں متعدد مقامات پر اظہار خیال کی ہے۔ محاسن شعری کے اعتبار سے اقبال کے دو مجموعے ''اسرار و رموز'' و ''ضرب کلیم'' ان کے باقی شعری کارناموں کے مقابلے میں یقیناً کم تر ہیں لیکن اپنے تصورات کے ارتباط اور انضباط کے اعتبار سے دیگر تمام مجموعوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان دونوں مجموعوں میں اقبال نے مسلم تہذیب وثقافت کے باب میں اپنے زاویۂ نگاہ کی دل پذیر وضاحت کی ہے۔ نثر میں انھوں نے اپنے انگریزی خطبات میں پانچواں خطبہ سر تا سر اسی موضوع پر تحریر کیا اور اس کا عنوان "The Spirit of Muslim Culture رکھا۔ علاوہ ازیں اپنی دیگر کئی نثری تحریروں مثلاً:

:A Plea for Deerper Study of the Muslim Scientists," Islam as a Moral & Political Ideal ," "Political Thought in Islam," "Islam & Qadianism'" "The Muslim Community"

قومی زندگی ، خطبہ الہ آباد اور کئی دوسرے مضامین و خطبات میں اس اہم موضوع کے

www.iqbalcyberlibrary.net

خدوخال نمایاں کیے ہیں ۔زیر نظر مختصر مقالے میں ان تمام تحریروں کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔

اگر غور کیا جائے اقبال کا پانچواں خطبہ ''مسلم کلچر کی روح'' درحقیقت امت مسلمہ اور مسلم تہذیب کے حوالے سے اقبال کے انہی تصورات اور اظہارات کی توضیحی بازگشت ہے جو وہ ۱۹۱۵ء میں ''اسرار خودی'' اور ۱۹۱۸ء میں ''رموز بیخودی'' میں رقم کر چکے تھے ۔اسرار خودی میں افلاطون کے مسلک گوسفندی پر اقبال کے طنزیہ اشعار درحقیقت یونانی فکر کے جمود اور سکون پر طنز او رتنقید ہیں جس واضح اظہار مذکورہ خطبے میں ہوا ۔پھر اس خطبے میں دنیا پر مسلم کلچر اور رسالت محمدیہ کے فیضان کا جو تفصیلی ذکر اقبال کے قلم سے ہوا ہے اس کا اول اول اظہار ''اسرار'' اور ''رموز'' ہی کے اس طرح کے اشعار میں ہوا تھا:

عصر نو از جلوہ ہا آراستہ
از غبار پائے ما برخاستہ
کشت حق سیراب گشت از خون ما
حق پرستان جہاں ممنون ما
عالم از ما صاحب تکبیر شد
از گل ما کعبہ ہا تعمیر شد
حرف اقرار حق بم تعلیم کرد
رزق خویش از دست ما تقسیم کرد(۱)

☆☆☆☆☆

زادن او مرگ دنیائے کہن
مرگ آتش خانہ و دیر و شمن
حریت زاد از ضمیر پاک او

www.iqbalcyberlibrary.net

این مے نوشیں چکید از تاک او
عصر نو کایں صد چراغ آوردہ است
چشم در آغوش او وا کردہ است
نقش نو بر صفحۂ ہستی کشید
امتے گیتی کشای آفرید
امتے از گرمئے حق سینہ تاب
ذرہ اش شمع حریم آفتاب
"کل مومن اخوۃ" اندر دلش
حریت سرمایۂ آب و گلش
ناشکیب امتیازات آمدہ
در نہاد او مساوات آمدہ (۲)

"رموز بیخودی" ہی میں "ملت محمدیہ" کے بے نہایت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اقبال نے لکھا کہ فرد تو ایک مشت گل سے پیدا ہوتا ہے اور قوم کسی صاحب دل کے دل سے جنم لیتی ہے۔ فرد کی زیادہ سے زیادہ عمر یہی ساٹھ، ستر برس ہوتی ہے اور قوموں کی تقویم میں سو برس کی حیثیت محض ایک سانس کی۔ فرد ربط جان وتن سے زندہ ہوتا ہے اور قومیں ناموس کہن کی حفاظت سے زندہ رہتی ہیں فرد کی مرگ رود حیات کے خشک ہونے کا نتیجہ ہوتی ہے اور قومیں ترک مقصود حیات کے نتیجے میں مرتی ہیں۔ رہا امت مسلم کا سوال تو اقبال کے نزدیک امت محمدیہ آیات الٰہی میں سے ہے اور اس کی اصل ہنگامہ "قالوا بلٰی" سے نسبت رکھتی ہے۔ زمانے کے انقلابات اس کے لیے حیات تازہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ قومیں بھی افراد کی طرح ایک خاص زمانہ گزار کر مر جاتی ہیں مگر ملت اسلامیہ کا مقدر حیات ابدی ہے:

www.iqbalcyberlibrary.net

شعلہ ہائے انقلاب روزگار
چون بباغ ما رسد گردد بہار
رومیاں را گرم بازاری نماند
آں جہانگیری جہانداری نماند
شیشۂ ساسانیاں در خوں نشست
رونق خمخانہ یوناں شکست
مصر ھم در امتحاں ناکام ماند
استخوان او تہ اہرام ماند
در جہاں بانگ اذاں بود است و ہست
ملت اسلامیاں بود است و ہست (۳)

یہ اشعار دراصل اشپنگلر کے اس موقف کا جواب ہیں کہ قومیں ایک دفعہ مر کر دوبارہ حیات تازہ سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔ اقبال ملت اسلامیہ کو اس کلیے سے مستثنٰی قرار دیتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی ابدیت اور جاودانیت کے اسباب کیا ہیں اور وہ کون سے عناصر ترکیبی ہیں جن سے مسلم کلچر ظہور پاتا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب اقبال نے اپنے اس خطبے میں دیا ہے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اقبال کا یہ خطبہ بھی ان کے دیگر خطبات کی طرح بے حد فکر افروز اور مباحث انگیز ہے۔ علامہ کی شخصیت کی جامعیت اور ہمہ گیری جس طرح ان کی دیگر تحریروں میں جھلکتی ہے ویسی ہی جامعیت ان کے اس خطبے میں بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے اس خطبے میں نبوت اور ولایت کے فرق، مسئلہ ختم نبوت، اسلام میں مطالعۂ انفس و آفاق، اسلام کے تصور زمان و مکان، استقرائی ذہن، نظریۂ ارتقا، اسلام کے تصور تاریخ اور یورپ پر اسلام کے احسانات جیسے اہم موضوعات پر

www.iqbalcyberlibrary.net

تہذیبی، تاریخی، فلسفیانہ، حیاتیاتی اور ارتقائی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور مسلم ثقافت کی حرکیت اور دیگر امتیازات کو نہایت خوبی سے واضح کیا ہے۔

خطبے کے آغاز میں اقبال شعورِ نبوت اور شعورِ ولایت کے فرق کو واضح کرتے ہیں اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی ''لطائف قدوسی'' سے ان کا ایک مشہور قول نقل کر کے نبوت اور ولایت کی معنویت اور اس کے دائرہ کار کی حکیمانہ توضیح کرتے ہیں۔ شیخ نے کہا تھا: ''محمد مصطفیٰ در قاب قوسین او ادنیٰ رفت و باز گردید، واللہ ما باز نگردیم'' یعنی یہ کہ حضورِ اکرمؐ فلک الافلاک پر تشریف لے گئے اور واپس چلے آئے، خدا کی قسم اگر میں گیا ہوتا تو ہرگز نہ لوٹتا۔ علامہ کے خیال میں یہ ایک بلیغ قول ہے جس سے نبوت اور ولایت کا نفسیاتی فرق واضح ہوتا ہے۔ صوفی اپنے انفرادی تجربے کی لذت میں ابدی طور پر مست رہنا چاہتا ہے اور اگر لوٹ بھی آتا ہے تو اس سے نوعِ انسانی کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس نبیؐ معراج سے واپسی تخلیقی ہوتی ہے۔ وہ اس لیے لوٹ آتا ہے تاکہ زندگی اور زمانے کی رو میں شریک ہو کر تاریخ کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں تھام لے اور مقاصد اور نصب العینوں کی ایک نئ دنیا تخلیق کرے۔ اقبال کے خیال میں نبی کی یہ مراجعت دراصل اس کے مذہبی/ باطنی تجربے کا ایک معروضی امتحان ہوتی ہے یہ تجربہ اپنی فطرت میں اجتماعی ہوتا ہے۔ اس تجربے کی قدر و قیمت متعین کرنے کی ایک صاف اور سیدھی صورت یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ نبیؐ پیغام کے نتیجے میں کس طرح انسان پیدا ہوئے اور اس نے کس قسم کی ثقافت کو جنم دیا۔

اپنی فطرت میں نبیؐ کے تجربے کے اجتماعی ہونے کے تصور کو اقبال نے بڑے تواتر سے بیان کیا ہے۔ اپنے ۱۹۳۰ء کے معرکہ آرا خطبۂ الٰہ آباد میں بھی انھوں نے اس تجرطے کے اجتماعی

www.iqbalcyberlibrary.net

ہونے کا ذکر کیا ہے اور مغرب کے اس موقف کی تردید کی ہے کہ یہ تجربہ محض انفرادی اور ذاتی واردات پر مبنی ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ دعوٰی کہ مذہبی واردات محض انفرادی اور ذاتی واردات ہیں، اہل مغرب کی زبان سے تو تعجب خیز معلوم نہیں ہوتا کیونکہ یورپ کے نزدیک مسیحیت کا تصور ہی یہی تھا کہ وہ ایک مشرب رہبانیت ہے جس نے دنیائے مادیت سے منہ موڑ کر اپنی تمام تر توجہ عالم روحانیت پر جمالی ہے اور اس قسم کے عقیدے سے لازماً وہی نتیجہ مرتب ہو سکتا ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے واردات مذہب کی حیثیت، جیسا کہ قرآن پاک میں ان کا اظہار ہوا ہے اس سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ واردات محض حیاتی نوع کی واردات نہیں ہیں کہ ان کا تعلق صرف صاحب واردات کے اندرون ذات سے ہو لیکن اس سے باہر اس کے گردوپیش کی معاشرت پر ان کا کوئی اثر نہ پڑے۔ برعکس اس کے یہ وہ انفرادی واردات ہیں جن سے بڑے بڑے اجتماعی نظامات کی تخلیق ہوئی ہے اور جن کے اولیں نتیجے سے ایک ایسے نظام سیاست کی تاسیس ہوئی جس کے اندر قانونی تصورات مضمر تھے اور جن کی اہمیت کو محض اس لیے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی بنیاد وحی و الہام پر ہے۔ لہٰذا اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے جو خود اس کا پیدا کردہ ہے، الگ نہیں۔'' (۴)

زیر نظر (پانچواں) خطبے میں نبوت اور ولایت کے فرق کو واضح کرنے کے بعد علامہ ختم نبوت کے مسئلے کو چھیڑتے ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ مسلم فکریات میں ختم نبوت کا مسئلہ بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال کے خیال میں یہ نوع انسانی نے اپنے دور طفلی میں افکار اور اعمال کے فطری سانچوں سے انحراف نہ کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ تقلید و اتباع دوسروں کے لیے بھی بلا حیل و

www.iqbalcyberlibrary.net

جبلت طریق عمل کا روپ دھار لے لیکن جب انسان ذہنی ارتقاء ایک خاص نہج پر پہنچ گیا تو فطرت نے یہ طریقہ کار ترک کر دیا۔ چنانچہ اب انسان نے بلوغت کے درجے میں قدم رکھا اور مشاہدے اور مطالعے سے اپنے ماحول کی تسخیر کا بیڑا اٹھایا۔ اقبال کے خیال میں یہی وہ لمحۂ مسعود تھا جب حضور اکرمؐ نے ظہور فرمایا۔ گویا حضور اکرمؐ کی ذات گرامی قدیم و جدید کے سنگم پر کھڑی ہے۔ اپنے سر چشمۂ وحی کے اعتبار سے آپؐ کا تعلق قدیم دنیا سے بنتا ہے لیکن اپنی روح کے اعتبار سے ان کا تعلق جدید دنیا سے ہے۔ اقبال نے بہت زور دے کر اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ اسلام کا ظہور دراصل استقرائی عقل و دانش کا ظہور تھا اور چونکہ نبوت اب اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئی تھی لہذا اس کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت نہ رہی گویا:

''اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک''

یعنی ''بروز''، ''ظل'' اور ''حلول'' کی اصطلاحات کے کوئی معنی نہ رہے کیونکہ جیسا کہ اقبال نے "Islam & Qadianism" میں لکھا ہے یہ اصطلاحات مجوسی اثر کے تحت وضع ہوئیں۔ ان کے خیال میں ''مسیح موعود'' کی اصطلاح بھی مسلم مذہبی شعور کی نہیں، قبل از اسلام کے مجوسی نقطہ نظر کی زائیدہ ہے۔ اقبال کے نزدیک مذہبی پیشوائیت اور موروثی بادشاہت کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں اور اس کا سبب بھی دراصل حضور اکرمؐ کی نبوت کی خاتمیت ہے۔

یہاں ایک غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے آپ یہ سوال اٹھائیں کہ نبوت کی خاتمیت سے مطلب یہ ہے کہ اب نوع انسانی ہمیشہ کے لیے باطنی تجربے سے محروم ہو گئی، اقبال نے اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ تصور خاتمیت سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ زندگی میں اب صرف عقل ہی کا عمل دخل ہے، جذبات کے لیے اس میں کوئی جگہ نہیں۔ یہ بات نہ کبھی ہو سکتی ہے، نہ ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ واردات باطن کی کوئی بھی شکل ہو ہمیں

www.iqbalcyberlibrary.net

بہر حال حق پہنچاتا ہے کہ عقل اور فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی کے ساتھ تنقید کریں۔ خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے جس سے اس قسم کے دعووں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

(۵) معقولیت اور معروضیت کی جانب اقبال کے میلان کے تیور دیکھنے ہوں تو ذرا ''ارمغان حجاز'' کا وہ قطعہ دیکھ لیجیے جو ''حضور حق'' کے زیر عنوان لکھا گیا ہے اور جس میں خدا سے خطاب کرتے ہوئے اقبال کمال اعتماد سے کہتے ہیں:

غلامم جز رضائے تو نجویم
جز آں راہے کہ فرمودی نپویم
و لیکن گر بہ ایں نادان بگوئی
خرے را اسب تازی گو، نگویم (۶)

آگے چل کر اقبال سوال اٹھاتے ہیں کہ علم کے حقیقی کے سرچشمے کیا ہیں۔ ان کے خیال میں مشاہدات باطن صرف ایک ذریعۂ علم ہیں۔ قرآن پاک نے علم کے دو اور سرچشمے بھی بتائے ہیں۔ اول عالم فطرت ، دوم عالم تاریخ، قرآن حکیم بار بار مظاہر فطرت اور واقعات تاریخ پر غور و تدبر کی دعوت دیتا ہے۔ شمس و قمر، سایوں کا گھٹنا بڑھنا، صبح و شام کا اختلاف، رنگ و زبان کا فرق اور قوموں کا عروج و زوال۔ انسان کا فرض ہے کہ ان تمام مظاہر کو وقت سے دیکھے اور اندھوں بہروں کی طرح زندگی بسر نہ کرے کیونکہ قرآن کا ارشادہ ہے: ''من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا۔ (۱۷-۷۲) اس آیت کو سورۃ الانعام کی بعض آیات سے جو اسی مضمون سے متعلق ہیں، ملا کر پڑھیں تو حقیقت حال اور واضح ہو جاتی ہے۔

علامہ کا ارشاد ہے کہ مسلم ثقافت کا پہلا امتیاز یہی ہے کہ اس نے فطرت اور تاریخ کے ذرائع علم سے کام لیا۔ چنانچہ اسی کی بنیاد پر مسلمانوں نے استقرائی طریق کار اور گویا جدید علم کی

www.iqbalcyberlibrary.net

عمارت اٹھائی۔اپنی تاریخ کے ابتدائی سو برسوں میں اسلام کوقدیم ایرانی اور یونانی تہذیبوں سے واسطہ پڑا۔یونانیوں کا تصور علم حواس اور ٹھوس حقائق کے بجائے منطق سے کام لیتا تھا۔مسلمانوں نے اس تصور علم کو رد کر کے تجربے اور مشاہدے کو علم کی اساس قرار دیا۔علامہ کا خیال ہے کہ یورپ اب تک تعصب کی دلدل سے باہر نہیں نکل پایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ استقرائی طریق علم اور نتیجۃً جدید سائنس کی بنا کاری کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔اس ضمن میں اہل مغرب میں بریفو (Briffault) نے مسلمانوں کے اس اعزاز اور اولیت کا اعتراف کھل کر اپنی کتاب The Making of Humanity میں کیا ہے۔بیسویں صدی کے بعض دیگر اہل علم میں سے فلپ کے حتی، برنارڈ لوئیس اور ہنری کوربین وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔جنھوں نے تاریخ علوم میں مسلمانوں کی خدمات کا بہت حد تک اعتراف کیا ہے۔حال ہی میں ترکی کے ممتاز مسلمان عالم ڈاکٹر فواد سیزگین نے اپنی کتاب ''تاریخ التراث العربی'' کی نو ضخیم مجلدات میں علوم وفنون کے باب میں مسلمانوں کی خدمات کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔علاوہ ازیں تاریخ علوم عربیہ واسلامیہ پر ان کے محاضرات بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نئی روح اور نیا طریق علم عربوں کی بدولت یورپ کو نصیب ہوا۔ریاضی، طب، نفسیات، منطق، سیاست، نحو، بلاغت، علم الارض وغیرہ کوئی شعبۂ علم ایسا نہ تھا جس میں مسلمان اہل علم نے نئی راہ تلاش نہ کی ہو۔علامہ نے راجر بیکن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے علم وحکمت کا درس اندلس کی اسلامی درسگاہوں سے لیا۔اہل یورپ اسے تجربیت اور استقراء کا بانی قرار دیتے ہیں، حالانکہ اس سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہو سکتا۔یہ حضرت جس دیدہ دلیری سے عربوں کے نتائج تحقیق پر ہاتھ صاف کرتے رہے اس کی قلعی علم منطق کے فاضل مورخ سی پرانتل

www.iqbalcyberlibrary.net

نے انیسویں صدی کے اواخر میں کھول دی تھی۔علامہ نے اگر چہ کہیں بھی پرانٹل کا اس حوالے سے ذکر نہیں کیا مگر زیر نظر خطبے میں ان کا اسلوب تحریر صاف بتا رہا ہے کہ انھیں حقیقت حال کا بخوبی علم تھا۔مثنوی ''مسافر'' میں بھی اقبال نے علوم وفنون کی دنیا میں مسلمانوں کے اکتشافات کا کھل کر اعلان کیا ہے اور اس غلط خیال کی تردید کی ہے کہ تجربیت اور سائنسی منہاج کی بنیاد یورپ نے رکھی:

حکمت اشیاء فرنگی زاد نیست
اصل او جز لذت ایجاد نیست!
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است
ایں گہر از دست ما افتادہ است
چوں عرب اندر اروپا پر کشاد
علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند
حاصلش افرنگیاں برداشتند
ایں پری از شیشۂ اسلاف ماست
باز صیدش کن کہ او از قاف ماست(۷)

علامہ کے زیر نظر خطبے کا ایک قابل قدر پہلو یہ ہے کہ اس میں انھوں نے اس عام غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ مسلمان یونانی فکر کے مقلد محض تھے۔اس غلط فہمی کو عام کرنے میں یورپ کے اکثر دانشوروں کا ہاتھ ہے۔علامہ کے نزدیک اسلامی ثقافت کی حقیقی روح یہ ہے کہ اس نے محسوس اور متناہی پر اپنی نگاہ مرتکز کی تا کہ علم وحکمت کا حصول ممکن ہو۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں تجربی

www.iqbalcyberlibrary.net

منہاج وضع ہوا تو حکمت یونانی سے کسی مفاہمت کی بنا پر نہیں بلکہ اس سے مسلسل فکری پیکار کے نتیجے میں متشکل ہوا۔ بریفو نے درست لکھا ہے کہ یونانی، حقائق سے زیادہ تصورات و نظریات سے دلچسپی رکھتے تھے۔ لہٰذا ان کے افکار نے دو سو برس تک مسلمانوں کو حقیقی قرآنی روح تک نہ پہنچنے دیا۔ افسوس یہ ہے کہ یورپ کی پھیلائی ہوئی مذکورہ غلط فہمی ہمارے بعض دانشوروں کے لیے اب تک صحیفۂ آسمانی کا درجہ رکھتی ہے۔ حال ہی میں اصغر علی انجینئر کی کتاب The Islamic State شائع ہوئی ہے جس کے آخری باب میں موصوف نے کمال بے خبری کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے کہ تیرہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا، مسلمان جمود کا شکار ہیں۔ بس درمیان میں عباسیوں کا ایک مختصر سا عہد گزرتا ہے جب ''یونانی فکر کے اثرات کے نتیجے میں مسلم کلچر کے کئی نامور علماء اور فلسفی پیدا ہوئے۔'' (۸)

ظاہر ہے کہ مغربی فکر ایک جامد مقلد اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہے؟

حصول علم کے لیے محسوس و متناہی پر ارتکاز کو ضروری قرار دیتے ہوئے علامہ لکھتے ہیں کہ علم کا آغاز محسوس سے ہوتا ہے کیونکہ جب تک ہمارا ذہن محسوس اور مقرون پر حاوی نہیں ہو جاتا وہ محسوس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ اقبال کی یہ بات اصولاً درست ہے مگر اس کو ثابت کرنے کے لیے وہ قرآن حکیم کی جس آیت سے استشہاد فرماتے، میری ناقص رائے میں اس آیت سے وہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اقبال نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۂ رحمٰن میں واقع ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

یا معشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا۔ لا تنفذون الا بسلطان ☆

www.iqbalcyberlibrary.net

اس آیت کریمہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے فوراً پہلے زمین کی دو مخلوقات کا ذکر کرتے ہوئے انھیں زمین کا بوجھ قرار دیا گیا ہے اور ان سے (جن وانسان سے) کہا گیا ہے کہ عنقریب اللہ ان سے باز پرس کرنے والا ہے۔ پھر مذکورہ بالا آیت وارد ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے گروہ جن وانسان! تم زمین وآسمان کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ مگر تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ گویا ان آیات کریمہ میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ گناہ گار خواہ وہ جن ہو یا انسان، اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکیں گے۔ اس باب میں مجھ سے زیادہ تفحص تو ممکن نہ تھا مگر چند قدیم وجدید تفاسیر کے متعلقہ حصوں کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ ان آیات سے تسخیر فطرت کا مفہوم نہیں نکلتا۔ تفسیر ابن کثیر کے الفاظ میں:

''لا یستطیعون ھر بامن امر اللّٰہ و قدرہ بل ھو محیط بکم لا تقدرون علی التخلص من حکمہ و لا النفوذ عن حکمہ اینما ذھبتم احیط بکم۔'' (۱۰)

جلالین نے مذکورہ آیت کی مختصر تشریح میں لکھا ہے:

''لا تنفذون الا بسلطان ...... بقوۃ و لا قوۃ لکم علی ذالک''(۱۱)

جدید تفاسیر میں تفسیر ماجدی، تفہیم القرآن، تدبر قرآن اور فی ظلال القرآن (سید قطب شہید) بھی اس معنی کی تصدیق کرتی ہیں جو تفسیر ابن کثیر اور جلالین میں مذکور ہیں۔ صاحب تدبر قرآن لکھتے ہیں:

www.iqbalcyberlibrary.net

''یعنی اگر تمہارا گمان ہے کہ تم بالکل غیر مسئول اور مطلق العنان ہو تو ذرا اللہ کے بنائے ہوئے آسمانوں اور اس کی پیدا کی ہوئی زمین کی حدود سے بالکل باہر نکل کر دکھاؤ تا کہ ثابت ہو جائے کہ تم اس کی گرفت سے آزاد ہو یا ہو سکتے ہو۔''

''لا تنفذون الا بسلطان''

لفظ سلطان اختیار و اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے اور سند کے معنی میں بھی۔ یہاں یہ اس دوسرے معنی میں ہے یعنی تم لاکھ چاہو لیکن زمین و آسمان کے حدود سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب تمہارے پاس پاسپورٹ ہو اور وہ چیز ظاہر ہے اللہ کے سوا کوئی اور تمہیں نہیں دے سکتا''۔ (۱۲)

سید قطب شہید اس ضمن میں لکھتے ہیں:

جن و انس اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے نکل کر نہیں جا سکتے۔ اس کا انہیں کوئی اختیار نہیں ہے، اور جب تک اختیار نہ ہو طاقت نہ ہو، کوئی بھی سلطنت الٰہی کی حدود سے کناروں سے باہر نہیں جا سکتا۔ اختیار تو صرف صاحب سلطنت خدا کے پاس ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے کسی کو اپنی سلطنت سے نکلنے کی طاقت نہیں دی ورنہ ساری کائنات فساد و اضطراب کا شکار ہو جاتی۔'' (۱۳)

جس طرح اپنی شاعری میں بیسیوں مقامات پر اقبال نے کائنات کی حرکی تعبیر کی ہے، اسی طرح پیش نظر خطبے میں بھی وہ کائنات کو ہر دم متغیر اور متحرک قرار دیتے ہیں۔ وہ اسلامی ثقافت کو لامتناہیت کی جو یا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلامی تہذیب و ثقافت کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فکر محض ہو یا نفسیات

www.iqbalcyberlibrary.net

مذہب یعنی تصوف کے مدارج عالیہ، دونوں کا نصب العین یہ رہا ہے کہ لا متناہی سے لطف اندوز ہوں بلکہ اس پر قابو حاصل کریں۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جس تہذیب وثقافت کی یہ روش ہوگی اس کے لیے زمان ومکان کا مسئلہ زندگی اور موت کا مسئلہ بن جائے گا۔'' (۱۴)

گویا زمان ومکان کا مسئلہ مسلم ثقافت میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ یونانی کائنات کو ساکن وجامد قرار دیتے تھے۔ مسلم حکماء میں محقق طوسی اور البیرونی وغیرہ نے اس کی شد ومد سے مخالفت کی۔ البیرونی کے خیال میں کائنات کوئی بنی بنائی شے نہیں بلکہ وہ حالت تلوّن میں ہے۔ اقبال نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کی نشاندہی شعر اور نثر کے پیرائے میں کی ہے۔ وہ تیسرے خطبے میں بھی اس پر گفتگو کر چکے ہیں (۱۵)۔ شاعری میں انھوں نے اس موضوع کو نو بنو انداز میں بیان کر کے اپنے ذیل کے شعر کی تصدیق کی ہے کہ ان کی فکر میں حرکت اور حرارت کے عناصر عربوں کے حرکی تصور حیات سے ماخوذ ہیں:

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے مری (۱۶)

ذرا ذیل کے چند شعر ملاحظہ کیجیے:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (۱۷)

فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروان وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود (۱۸)

www.iqbalcyberlibrary.net

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان (۱۹)

عالمے در سینۂ ما گم ہنوز
عالمے در انتظار قم ہنوز (۲۰)

مرد حق از کس نگیرد رنگ و بو
مرد حق از حق پذیرد رنگ و بو
ہر زماں اندر تنش جانے دگر
ہر زماں او را چو حق شانے دگر (۲۱)

نکتۂ می گویم از مردان حال
امتاں را لا جلال الا جمال
لا و الا احتساب کائنات
لا و الا فتح باب کائنات
ہر دو تقدیر جہان کاف و نون
حرکت از لا زاید از الا سکون (۲۲)

امتاں را در جہان بے ثبات
نیست ممکن جز بکراری حیات (۲۳)

میان امتاں والا مقام است
کہ آں امت دو گیتی را امام است
نیاساید ز کار آفرینش
کہ خواب و خستگی بر وے حرام است (۲۴)
خدا آں ملتے را سروری داد

www.iqbalcyberlibrary.net

کہ تقدیرش بدست خویش بنوشت
بہ آں ملت سروکارے ندارد
کہ دہقانش برائے دیگراں کشت (۲۵)

ابھی اوپر میں نے اقبال کا فارسی شعر درج کیا ہے جس میں انھوں نے امتوں کے عناصر ترکیبی کے طور پر جلال و جمال کا ذکر کیا ہے۔ جمال کا ذکر انھوں نے متعدد مواقع پر کیا ہے مگر اس ضمن میں ضرب کلیم میں شامل ان کی نظم ''مدنیت اسلام'' خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اس نظم میں چند شعر ملاحظہ کریں:

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں
نہ اس میں عصر رواں کی حیا سے بیزاری
نہ اس میں عہد کہن کے فسانہ و افسوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوق جمال
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوز دروں (۲۶)

ان اشعار کے ساتھ علامہ کی لافانی نظم ''مسجد قرطبہ'' کا ذیل کا شعر ملاحظہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم کلچر کی کلیت کے کیا معنی ہیں:

تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل (۲۷)

عیسیٰ نورالدین نے کہیں لکھا ہے کہ اسلامی فنون لطیفہ دو اجزاء سے عبارت ہیں یعنی دانش اور مہارت سے۔ دانش تفکر کے ذریعے معرفت ذات تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہے اور مہارت دانش کے منضبط اظہار کا طریقہ ہے۔ ان دونوں عناصر کے اتصال سے ''کمال'' پیدا ہوتا ہے۔ اب جا

www.iqbalcyberlibrary.net

کے اس فارسی مصرعے کے معانی منکشف ہوتے ہیں:

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

علامہ کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کے حوالے سے میں نے مسلم کلچر کی کلیت کا ذکر کیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ مرحوم دانشور سراج منیر کے بقول دنیا کی تمام اقوام میں ان کے بنیادی تصور کائنات کا سب سے بھرپور اظہار بالعموم معبد ہی کی تعمیر میں ہوتا ہے۔شاید اسی وجہ سے علامہ کا یہ موقف رہا کہ مسلم ثقافت کی اصل روح مسلم فن تعمیر کے سوا اور کسی فن میں نظر نہیں آتی۔فرماتے ہیں:

''اسلامی تعمیرات میں جو کیفیت نظر آتی ہے وہ مجھے اور کہیں نظر نہیں آئی ۔ بہت عرصہ ہوا جب مین نے مسجد قوۃ الاسلام کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا مگر جو اثر میری طبیعت پر اس وقت ہوا وہ مجھے اب تک یاد ہے۔شام کی سیاہی پھیل رہی تھی اور مغرب کا وقت قریب تھا۔میرا جی چاہا کہ مسجد میں داخل ہوکر نماز ادا کروں لیکن مسجد کی قوت وجلال نے مجھے اس درجہ مرعوب کر دیا کہ مجھے اپنا یہ فعل ایک جسارت سے کم معلوم نہ ہوتا تھا۔مسجد کا وقار مجھ پر اس طرح چھا گیا کہ میرے دل میں صرف یہ احساس تھا کہ میں اس مسجد میں نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوں۔'' (۲۸)

مزید فرماتے ہیں:

''دراصل یہی قوت کا عنصر ہے جو حسن کے لیے توازن قائم کرتا ہے۔''(۲۹)

بے محل نہ ہوگا کہ اگر ''مدنیت اسلام'' نامی محولہ بالا نظم میں مذکور ''روح القدس کے ذوق جمال'' کی تھوڑی سی تشریح کر دی جائے۔حقیقت یہ ہے کہ ''جمال'' کی دو جہات ہیں اول انضباط ،دوم اسرار۔انہی دو اجزاء کے باہمی تال میل سے جمال وجود میں آتا ہے۔گویا اقبال نے مسلم کلچر کے عناصر ترکیبی کا اظہار کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں بتایا ہے کہ مسلم کلچر انضباط، اسرار، عجم کے حسن طبیعت یعنی لطافت اور عرب کی باطنی تڑپ کے حسین امتزاج سے عبارت ہے۔اقبال

www.iqbalcyberlibrary.net

نے اپنے انگریزی شذرات میں جو ۱۹۱۰ء میں لکھے گئے تھے ایک جگہ عرب و عجم کے اس امتزاج اور اتصال پر بے حد مسرت کا اظہار کیا تھا۔ فرماتے ہیں

''اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ کون سا ہے تو میں بے تامل کہوں گا، فتح ایران۔ نہاوند کی جنگ نے عربوں کو ایک حسین ملک کے علاوہ ایک قدیم تہذیب بھی عطا کی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک ایسی قوم سے روشناس ہوئے جو سامی اور آریائی عناصر کے امتزاج سے ایک نئی تہذیب کو جنم دے سکتی تھی۔ ہماری مسلم تہذیب سامی اور آریائی تصورات کی پیوندکاری کا حاصل ہے۔ گویا یہ ایسی اولاد ہے جسے آریائی ماں کی نرمی و لطافت اور سامی باپ کے کردار کی پختگی و صلابت ورثے میں ملی ہے۔ فتح ایران کے بغیر اسلامی تہذیب یک رخی رہ جاتی۔ فتح ایران سے ہمیں وہی کچھ حاصل ہو جو فتح یونان سے رومیوں کو ملا تھا۔''(۳۰)

کم و بیش انہی الفاظ میں اقبال نے علی گڑھ میں ۱۹۱۰ء میں دیے جانے والے اپنے ایک قابل قدر خطبے "The Muslim Community" میں مسلم کلچر کے عناصر ترکیبی کا ذکر کیا تھا۔ انھوں نے عجم کے حسن طبیعت اور عرب کے سوز دروں کے جو عناصر ضرب کلیم میں گنوائے تھے، انہی کا برنگ دگر ذکر اپنے اس خطبے میں کرتے ہوئے لکھا تھا:

"It inherits the softness and refinement of its Aryan mother and the sterling character of its semitic father"(31)

مذکورہ بالا اقتباسات میں اقبال کے اظہار مسرت و طمانیت کا جو رنگ نظر آتا ہے یہ بعد ازاں کچھ دیر تک قائم نہ رہ سکا کیونکہ کچھ عرصہ بعد اقبال نے اپنے ایک انگریزی مقالے

www.iqbalcyberlibrary.net

"Bedil in the Light of Bergson" میں فتح ایران کے نتیجے میں اسلام کے مانویت سے شدید طور پر متاثر ہونے کو حادثہ قرار دیتے ہوئے تاسف کا اظہار کیا تھا۔(۳۲) بہر حال میرا احساس یہ ہے کہ یہ اقبال کا ایک لمحاتی گریز پا تاثر تھا مگر ایسا گریز پا تاثر جو ان کی بعد کی زندگی میں بھی کبھی کبھی اپنی جھلکی دکھا جاتا تھا۔''ضرب کلیم'' میں انھوں نے تخلیق کے آتشیں لمحوں میں جس پر جوش انداز میں مسلم کلچر کے ترکیبی اور امتزاجی عناصر کی نشاندہی کی تھی وہ فتح ایران پر ان کے ابتدائی تحریری ردعمل سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

کائنات کی حرکی تعبیر سے جڑا ہوا مسئلہ ''ارتقاء'' کا ہے۔علامہ کا خیال ہے کہ مغربی حکماء مثلاً ڈارون وغیرہ سے بہت پہلے مسلمان دانشور اس مسئلے پر غور کر چکے تھے۔علامہ ارتقاء کے نظریہ مؤید ہیں اور اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں بھی اس مبحث کو چھیڑ کر رومی کے اشعار اس کی تائید میں پیش کر چکے ہیں۔(۳۳) اپنے چوتھے خطبے "The HumamEgo_His Freedom&Immortality"

(شیخ اشرف،ص ۱۲۱) میں بھی انھوں نے اس مبحث کو چھیڑا ہے اور دوبارہ رومی کے اشعار (انگریزی ترجمہ) بطور حوالہ درج کیے ہیں۔وہ لکھتے ہیں کہ ڈارون سے صدیوں پہلے مسلمان حکماء مثلاً جاحظ،ابن مسکویہ اور رومی تصور ارتقاء پیش کر چکے تھے۔ان کے خیال میں ڈارون نے نظریہ ارتقاء کی مادی اور میکانکی تعبیر کر کے حیات انسانی میں حزن و یاس کا عنصر شامل کیا ہے۔اس کے برعکس رومی کا نظریہ ارتقاء،رجائیت اور روحانیت کا حامل ہے۔

مسلم حکماء کے تصور ارتقاء کی توضیح کے ضمن میں اقبال نے اپنے چوتھے خطبے میں جاحظ اور ابن مسکویہ کے ساتھ اخوان الصفا (چوتھی صدی ہجری) کا بھی ذکر کیا ہے۔جاحظ (م ۲۵۵ھ) اور

www.iqbalcyberlibrary.net

ابن مسکویہ (م ۴۲۱ھ) کا ذکر زیر بحث پانچویں خطبے میں بھی ملتا ہے۔ چوتھے خطبے میں اقبال نے ابن مسکویہ کے تصور ارتقاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ پہلا مفکر تھا جس نے ارتقاء پر گفتگو کرتے ہوئے بڑی واضح اور جدید تصور ارتقاء سے بڑی حد تک مماثل تصویر پیش کی ہے۔ پانچویں خطبے میں اقبال نے ابن مسکویہ کی ''الفوز الاصغر'' کے حوالے سے اس کے نظریہ ارتقاء کی تفصیل مہیا کی ہے۔ واضح رہے کہ اقبال سے بہت پہلے شبلی، جون ۱۹۰۷ء کے الندوہ میں ''مسئلہ ارتقاء اور ڈارون'' کے زیر عنوان ایک تفصیلی مضمون رقم کر چکے تھے جس میں انھوں نے رسائل اخوان الصفا، ابن مسکویہ اور نظامی عروضی سمرقندی کے تصورات ارتقاء کی تفصیل مہیا کی تھی۔ ان کا یہ مضمون اس بات کا غماز ہے کہ وہ ڈارون کے تصور ارتقاء سے متفق ہیں۔ میرا گمان ہے کہ اقبال نے شبلی کے اس مضمون سے پانچویں خطبے کی تعمیر میں مدد لی ہے۔ جس طرح انھوں نے ''ایران میں الٰہیات کا ارتقاء'' میں ابن مسکویہ کے تصور ارتقاء کی توضیح میں شبلی کی ''علم الکلام'' سے استشہاد کیا تھا۔ (۳۴)

ابن مسکویہ کے تصور ارتقاء کی وضاحت کے لیے علامہ نے اپنے پانچویں خطبے میں ''الفوز الاصغر'' سے نباتی اور حیوانی زندگی کے حوالے سے مثالیں پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ ابن مسکویہ کے بقول انگور اور کھجور ارتقائے نباتی کی آخری منزل ہیں جبکہ حیوانی زندگی میں گھوڑا حیوانیت کا مظہر اتم ہے اور پرندوں میں عقاب۔ اہم بات یہ ہے کہ ابن مسکویہ سے پہلے رسائل اخوان الصفا کے ساتویں رسالے میں اخوان نے بھی کھجور کو ارتقائے نباتی کی آخری منزل بتایا ہے۔ ابن مسکویہ کے بعد محقق طوسی نے اپنی معروف تالیف ''اخلاق ناصری'' (ساتویں صدی ہجری) میں نباتی اور حیوانی ارتقاء کی آخری منزل کے باب میں کھجور اور اسپ و عقاب کا ذکر کیا ہے۔ (یہ بات معلوم ہے کہ

www.iqbalcyberlibrary.net

محقق طوسی نے اپنی اس تالیف میں ابن مسکویہ کی کتاب ''طہارۃ الاعراق فی تہذیب الاخلاق'' سے استفادہ کیا تھا) چونکہ محقق طوسی کا بیان دلچسپ اور قابل توجہ ہے اور اس میں بیان کردہ کچھ حقائق ابن مسکویہ کے بیان کردہ حقائق پر مستزاد ہیں لہذا اس کا درج کرنا استفادے سے خالی نہ ہو گا:

''وہم چنین تا بدرخت خرما رسد کہ بچند خاصیت از خواص حیوانات مخصوص است و آن آنست کہ در بنیہ او جزوی معین شدہ است کہ حرارت غریزی در و بیشتر باشد مشابہ دل دیگر حیوانات را تا اغصان وفروع از و روید چنانکہ شرائین از دل و در لقاح وگشن دادن و بار گرفتن مشابہت بوی آنچہ بدان بار گیرد بوئی نطفۂ حیوانات و مانند دیگری جانور است و آنکہ چون سرش ببرند یا آفتی بدلش رسد یا در آب غرق شود، خشک شود...... وبعضی از اصحاب فلاحت خاصیتی دیگر یاد کردہ اند ۔ درخت خرما از ہمہ کشاورزی عجیب تر و آن آنست کہ درختی میباشد کہ میل کند با درختی و بار نمیگیرد از گشن ہیچ درختی دیگر جز از گشن آن درخت و این خاصیت نزدیگ است بخاصیت الفت وعشق کہ در دیگر حیوانات است بر جملہ امثال این خواص بسیار است دریں درخت و اودا یک چیز بیش نماندہ است تا بحیوان رسد و آن انقلاع است از زمین وحرکت در طلب غذا و آنچہ در اخبار نبوی علیہ السلام آمدہ است کہ درخت خرما را عمۂ نوع انسان خواندہ آنجا کہ فرمودہ است

اکرموا عنکم النخلتہ و انہا خلقت من بقیتہ طین ادم

ہمانا اشارہ بدین معنی باشد و این مقام غایت کمال نباتات است ۔'' (۳۵)

ارتقاء کے مبحث کے آخر میں اقبال ابن مسکویہ سے استناد کرتے ہوئے بندر کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

www.iqbalcyberlibrary.net

"آخر الامر جب بندروں کا ظہور رہوتا ہے تو حیوانیت گویا انسانیت کے دروازے پر آ کھڑی ہوتی ہے اس لیے کہ بندر باعتبار ارتقاء انسان صرف ایک ہی درجہ پیچھے ہیں۔"(۳۶)

ارتقاء پر اقبال کے مختصر اقتباسات سے اتنا اندازہ بہر حال ہو جاتا ہے کہ وہ وکٹورین عہد میں شد و مد سے اور کسی قدر منضبط انداز میں مرتب ہونے والے اس تصور سے بہت حد تک متفق تھے۔ چوتھے خطبے میں اگرچہ انھوں نے ارتقاء کو اس حوالے سے ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس کے ماننے والے عہد حاضر میں انسان کو نفسیاتی یا عضویاتی ہر لحاظ سے ارتقاء کی آخری منزل قرار دیتے ہیں مگر پانچویں خطبے میں انھوں نے اسے تنقیدی کسوٹی پر نہیں کسا۔ شاید اس کا سبب یہ بھی رہا ہو کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ابھی ارتقاء کے خلاف کوئی بہت باضابطہ اور مستحکم بنیادوں پر ردعمل سامنے نظر نہیں آیا تھا جیسا کہ ادھر پچیس برس سے سامنے آیا ہے۔ اس ضمن میں کوالالمپور (ملائشیا) سے (۱۹۸۷ء) میں شائع ہونے والی کتاب "Critique of Evolutionary Theory" (مرتبہ عثمان بکر) لائق مطالعہ ہے۔ اس کتاب میں شامل مختلف اہل نظر کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے اخوان الصفاء ارتقاء کے موجودہ معنوں کے مطابق ارتقائی نہیں تھے بلکہ وہ روایتی اصول مراتب وجود کے علمبردار اور مؤید تھے۔ نیز ایک نوع کا کسی دوسری نوع میں مترقی ہونا ممکن نہیں کیونکہ ہر نوع ایک آزاد حقیقت کا درجہ رکھتی ہے جو معیاری حوالے سے دوسری نوع سے مختلف ہے۔ علاوہ ازیں مابعد الطبیعات اور منطق کم تر سے برتر کے وجود میں آنے کے امکان کو رد کرتی ہے۔ الا یہ کہ یہ کسی نہ کسی شکل میں اس کے اندر پہلے سے موجود ہو۔ آج بہت سے ایسے سائنس دان موجود ہیں جو خالصتاً سائنسی بنیادوں پر تصور ارتقاء رد کرتے ہیں اور ایک ایسے مثبت متبادل تصور کی ضرورت پر بحث کرتے ہیں جو حیات کے آغاز کے بارے میں غیر

www.iqbalcyberlibrary.net

میکانکی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہو۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں یورپ میں تصور ارتقاء کے مقبول ہونے کا سبب کیا تھا، اس کا جواب دیتے ہوئے عثمان بکر لکھتے ہیں کہ فطرت کے بارے میں مستند مابعد الطبیعاتی علم کی موجودگی اور علت و معلول کے مسئلے پر یورپی الہیات کی جانب سے اطمینان بخش جوابات کی عدم فراہمی کے باعث اہل یورپ کو حیات کے تنوع اور اس کی ابتداء کے باب میں ارتقاء کا تصور بڑا منطقی اور معقول محسوس ہوا۔

مذکورہ بالا کتاب میں ڈگلس ڈیوار کی کتاب "The Transformist Illusion" کا بھی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔(۳۷) اس کتاب میں ڈیوار نے لکھا ہے کہ جدید انسان کے ڈھانچے سے عین مین مماثل فاسل موجود ہیں جو "پیکن مین" اور اسی قبیل کی دیگر مفروضہ ارتقائی کڑیوں سے کہیں زیادہ قدیم ہیں۔ جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان اپنی تخلیق سے اب تک ویسا ہی ہے اور اس میں نوعی اعتبار سے کوئی نام نہاد جسمانی ارتقاء واقع نہیں ہوا۔ بہر حال ارتقاء کا مسئلہ ایک نہایت تفصیلی اور پیچیدہ بحث کا مقتاضی ہے جس کا نہ وقت ہے اور نہ راقم السطور میں اس کی اہلیت! اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ سوال بھی اہم ہے کہ اگر تصور ارتقاء نے مسلم فکریات کے بعض اہم اساطین مثلاً ابن مسکویہ، رومی، محقق طوسی اور بیدل وغیرہ کے ہاں قبول پایا تو اس کے اسباب کیا تھے؟

ابن مسکویہ اور دیگر مسلمان حکماء کے تصور ارتقاء پر روشنی ڈالنے کے بعد اقبال، خواجہ محمد پارسا اور عراقی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ اقبال کو زمان و مکان کے مسئلے سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ انھوں نے اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ تحریر کرنے کا ارادہ بھی کیا مگر افسوس

www.iqbalcyberlibrary.net

کہ یہ مضمون ان کی شدید علالت کے باعث مکمل نہ ہو سکا۔ (۳۸) اس باب میں سید سلیمان ندوی، عبداللہ چغتائی اور خواجہ غلام السیدین کے نام اقبال کے متعدد مکاتیب میں بھی زمان و مکان کی ماہیت کی جانب اجمالی اشارے ملتے ہیں۔ پیش نظر پانچویں خطبے میں انھوں نے خواجہ محمد پارسا (۳۹) کا تو محض ذکر کیا ہے مگر عراقی کے تصور مکان پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اس خطبے کے علاوہ اقبال نے عراقی کا ذکر اپنے تیسرے خطبے میں بھی کیا ہے اور اپنے اس خطبے میں بھی جو ۱۹۲۸ء میں اورینٹل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے دیا تھا۔ ۱۹۲۸ء کے صدارتی خطبے میں بھی مکان کی بحث کرتے ہوئے انھوں نے ''غایۃ الامکان فی درایۃ المکان'' نامی رسالے کو بنیاد بنایا ہے مگر یہاں اس کے مصنف کے بارے میں شک کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حاجی خلیفہ نے اس نام کے رسالے کو محمود اشنوی کی تصنیف بتایا ہے تاہم اقبال نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذاتی طور پر وہ اسے عراقی ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں۔ حال کی تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مذکورہ رسالے کا مصنف نہ تو محمود اشنوی ہے نہ عراقی بلکہ عین القضاۃ ہمدانی (۴۰) ہے۔ بہر حال علامہ اسے علامہ عراقی سے منسوب کر کے اس کی بتائی ہوئی مکان کی تین اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔ اول وہ قسم جس کا تعلق مادی اشیاء سے ہے، دوم وہ جس کا تعلق غیر مادی اشیاء سے ہے اور سوم وہ جو ذات الٰہ سے نسبت رکھتی ہے۔ خدا کی لامکانیت کو ثابت کرنے کے لیے مصنف روشنی کی مثال دیتے ہیں جس کی رفتار کے سامنے وقت صفر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روشنی کا مکان ہوا اور آواز دونوں سے مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روشنی ہوا کی موجودگی کے باوجود سارے کمرے میں پھیل جاتی ہے۔ گویا نور کا مکان ہوا کے مکان کی نسبت کہیں زیادہ لطیف ہے۔ آگے چل کر مصنف لکھتے ہیں کہ نور کے مکان میں باہمدگر مزاحمت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک دیے کی روشنی اگرچہ ایک حد تک ہی پہنچتی ہے مگر سو

www.iqbalcyberlibrary.net

دیے بھی موجود ہوں تو ان کی روشنی یوں باہم مل جائے گی کہ ایک روشنی کی موجودگی میں دوسری روشنی کے اخراج کی ضرورت پیش نہیں آتی ۔عین القضاۃ ہمدانی (م ۵۲۵ھ ق) (یا اقبال کے خیال میں عراقی) نے دیوں کی روشنیوں کی باہمی وحدت کی جو تمثیل پیش کی ہے اسی کی صدائے بازگشت بعد ازاں رومی (م ۶۷۲ھ ۔ق) کے یہاں سنائی دیتی ہے:

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں
ہر یکے باشد بصورت غیر آں
فرق نتواں کرد نور ہر یکے
چوں بنورش روئے آری بے شکے
در معانی قسمت و اعداد نیست
در معانی تجزیہ ، افراد نیست (۴۱)

ہر بالغ نظر مفکر کی طرح اقبال کا کمال بھی یہ ہے کہ وہ جن حکماء اور دانشوروں کے افکار سے رجوع کرتے ہیں، ان کا گہری نظر سے ناقدانہ جائزہ بھی لیتے ہیں ۔چنانچہ وہ عراقی (عین القضاۃ ہمدانی) کی علمی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس کی نارسائیوں کو بھی نمایاں کرتے چلے جاتے ہیں ۔عراقی کے پیش کردہ تصور مکان پر اقبال یہ اعتراض وارد کرتے ہیں کہ وہ مکان کا تصور ایک حرکی مشہود کے طور پر کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ وہ ارسطو کے سکونی نظریۂ حیات کی جانب میلا رکھتا تھا اور ریاضی سے ناواقف تھا اس لیے وہ کلی نتائج تک نہ پہنچ پایا ۔مختصر یہ کہ ان شواہد سے بہر حال بقول اقبال اسلام کے حرکی تصور کائنات کی تصدیق ہوتی ہے ۔

اقبال کے زیر نظر خطبے میں قرآن کے تصور تاریخ کی بھی توضیح کی ہے اور اس ضمن میں بہت سے فکر افروز نکات بیان کیے ہیں ۔قرآن ہی کے تصور تاریخ سے ابن خلدون جیسے ممتاز مسلم مورخ

www.iqbalcyberlibrary.net

نے اپنا چراغ روشن کیا۔ قرآن تاریخ کو ’’ایام اللہ‘‘ (۴۲) قرار دیتا ہے اور اسے علم کا ایک سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ اس کی ایک بنیادی تعلیم یہ بھی ہے کہ قوموں اور امتوں کا محاسبہ انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر کیا جاتا ہے مزید یہ کہ انھیں اپنی بداعمالی کی سزا اس دنیا ہی میں مل جاتی ہے اس حوالے سے قرآن بار بار تاریخ سے استناد کرتا ہے۔ اقبال نے اپنے خطبے میں چار ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں قارئین کو نوع انسانی کے گذشتہ اور موجودہ احوال کے مطالعے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یعنی سورۂ آل عمران کی ۱۳۷ ویں اور ۱۳۹ ادیں آیت، سورۂ الاعراف کی ۳۴ ویں آیت اور سورۂ ابراہیم کی پانچویں آیت کا اندراج کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ایسے ہی متعدد مقامات ہیں جہاں سابقہ واقعات تاریخ کا ذکر کر کے نوع انسانی کے لیے عبرت آموزی کا سامان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

(الف) و ما کنا مھلکی القری الا و اھلھا ظلمون (۵۹ : ۲۸)

(ب) ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمتہ انعمھا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسھم و ان اللہ سمیع علیم (۵۳ : ۸)

اسلام کے تصور تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے محمد مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں:

’’اس میں شک نہیں کہ واقعات تاریخ اور حوادث فطرت میں ایک گہری مشیت کارفرما ہے جسے اہل مذہب مشیت الٰہی اور مادیین مشیت تاریخ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن یہ مشیت اسباب و علل کے واسطے سے کام کرتی ہے اور اس کے مستقل قوانین ہیں جن کی وہ کبھی خلاف ورزی نہیں کرتی یہ خیال بنیادی طور پر غلط ہے کہ مشیت الٰہی کوئی اندھی بہری قوت ہے جس کے اصول وقوانین غیر معین اور نا معلوم ہیں۔ قرآن حکیم نے اس غلط تصور مشیت کی پر زور تردید کرتے ہوئے

www.iqbalcyberlibrary.net

بتایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا کوئی کام بلا سبب و بلا مصلحت نہیں ہوا کرتا کیونکہ اس نے اس کائنات کو چند معینہ اصولوں پر بنایا ہے اور انہی اصولوں کی پابندی کر کے قومیں طبعی فطرت اور انقلابات تاریخ پر قابو پا سکتی ہیں۔'' (۴۳)

اقبال کہتے ہیں کہ اگر سورۃ الاعراف کی آیت ولکل امتہ اجل پر نظر ڈالی جائے تو اس کی حیثیت ایک مخصوص تاریخی تعمیم کی ہے جس میں بڑے حکیمانہ انداز میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ امتوں کا مطالعہ بھی ہمیں اجسام نامیہ کے طور پر کرنا چاہیے۔

اقبال نے جس طرح اپنے خطبے میں تاریخ کو حقائق اندوزی کا منبع قرار دیا ہے اسی وہ ''رموز بیخودی'' میں بھی اس کی قدر و قیمت متعین کرتے ہوئے اسے جسم ملت کے لیے بمنزلۂ اعصاب قرار دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ قوموں اور ملتوں کے تخلیقی اور حرکی جوہروں کو جاگر کرتی ہے۔ گویا قوموں کو اس کا عرفان عطا کرتی ہے:

چیست تاریخ اے ز خود بیگانۂ
داستانے ، قصہ ، افسانۂ؟
ایں ترا از خویشتن آگہ کند
آشنائے کار و مرد رہ کند!
روح را سرمایۂ تاب است ایں
جسم ملت را چو اعصاب است ایں
ہمچو خنجر بر فسانت می زند
باز بر روئے جہانت می زند!
شمع او بخت امم را کوکب است

www.iqbalcyberlibrary.net

روشن از وے امشب و ہم دیشب است
بادۂ صد سالہ در مینائے او
مستی پارینہ در صہبائے او!
ضبط کن تاریخ را پایندہ شو
از نفسہائے رمیدہ زندہ شو(۴۴)

اقبال کے خیال میں قرآن نے نہ صرف یادگار تاریخی واقعات سے عبرت اندوزی کی تلقین کی ہے بلکہ تاریخی تنقید کا ایک بنیادی اصول بھی قائم کیا ہے۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبافتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالتہ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین (۶ : ۴۹)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر تو تحقیق کرلیا کرو۔ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔''

اقبال کے خیال میں آگے چل کر اسی اصول کا اطلاق راویان حدیث پر ہوا تو رفتہ رفتہ تاریخی تنقید (Historical Criticism) کے قوانین مرتب ہونے لگے۔سائنسی بنیادوں پر علم تاریخ کی تدوین میں اقبال کے خیال میں دو تصورات کام کر رہے تھے اول یہ کہ تمام نوع انسانی ایک ہی منبع و مبدء سے تعلق رکھتی ہے اور دوم یہ کہ زمانہ ایک حقیقت ہے اور زندگی مسلسل حرکت کا نام ہے۔اقبال کے نزدیک انسانی مساوات کا خیال اگر چہ دوسری تہذیبوں میں بھی پایا جاتا ہے مگر یہ امر کہ نوع انسانی ایک جسم نامیاتی ہے۔مسیحی روما کی سمجھ میں نہ آیا اور یورپ نے بھی اسے دل سے قبول نہیں کیا۔اسلام میں وحدت انسانی کا تصور نہ تو کوئی فلسفیانہ تصور تھا، نہ شاعرانہ خواب بلکہ روزمرہ زندگی کا ایک ایسا زندہ و سلامت عنصر تھا جو چپکے چپکے اور غیر محسوس طور پر اپنا کام

www.iqbalcyberlibrary.net

کرتا رہا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (۴:۱)

وحدت انسانی کے اس اسلامی تصور کے برعکس یورپ میں وطنی قومیت نشوونما پاتی رہی جس کا سارا زور بقول اقبال نام نہاد قومی خصائص پر ہے۔ یورپ میں پروان چڑھنے والی وطنی قومیت کے منفی کا شعور خود اہل مغرب کے بعض دانشوروں کو بھی ہے۔ صرف ٹائن بی کی مثال لے لیجیے۔ ٹائن بی اس بات پر تاسف کا اظہار کرتا ہے کہ اس بیسویں صدی میں ترک اور کئی دیگر مسلمان ممالک میں بھی مغربی قومیت کے مغر جراثیم پھیل رہے ہیں۔ پھر وہ تنگ نظر مغربی وطنیت کے برعکس اسلام کے تصور وحدت انسانی کا ذکر کرتا ہے جس کی رو سے نسل، لسان اور جغرافیائی اختلاف کے باوجود انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس کے خیال میں دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ کا چالیس قومی ریاستوں میں بٹ جانا اس کے زوال اور سقوط کا باعث بن سکتا ہے۔ ٹائن بی نے کس قدر درست لکھا ہے کہ مغربی وطنیت کے وائرس کا مقابلہ اسلامی اخوت کے روایتی تصور کی مدد سے ممکن ہے۔ (۴۵) غور کیا جائے تو ٹائن بی کا موقف دراصل اقبال ہی کے پیش کردہ وحدت انسانی کے تصور کی توثیق ہے۔ (یہ الگ بات کہ بعد ازاں ٹائن بی ہندومت اور بدھ مت سے متاثر ہو کر ان مذاہب کی نام نہاد آفاقیت کی ڈفلی بجانے لگا۔) (۴۶)

مسلم ثقافت کا دوسرا اہم پہلو زندگی کی مسلسل حرکت کا تصور ہے۔ ابن خلدون کے خیال میں تاریخ ایک مسلسل حرکت ہے اور مسلسل حرکت بھی زمانے کے اندر چنانچہ یہ ماننا لازم آتا ہے کہ اس کی نوعیت دراصل تخلیقی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ وہ حرکت نہیں جس کا راستہ بقول اقبال پہلے سے متعین ہو۔ اقبال کے خیال میں قرآن حکیم کی روح سرتاسر یونانیت کے برعکس ہے کیونکہ

www.iqbalcyberlibrary.net

یونانی فکر کے نزدیک اول تو زمانے کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ زینو اور افلاطون (۴۷) کا خیال تھا یا یہ کہ وہ ایک دائرے کی شکل میں گردش کرتا ہے جیسا کہ ہر یقلیتس اور رواقیوں کا خیال تھا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ہم حرکت کا تصور ایک دائرے کی شکل میں کریں تو اس کی خلاقی کالعدم ہو جائے گی ۔اقبال کے نزدیک دوامی ۔رجعت دوامی تخلیق نہیں، اسے دوامی تکرار ہی کہا جائے گا۔اقبال کے اسی تصور کی بازگشت بعد ازاں ٹائن بی کے ہاں سنائی دیتی ہے اپنی کتاب "Civilization on Trial" میں اس نے لکھا تھا:

"Toour western minds the cyclicview of history history if taken seriously would reduce to a tale told by an idiot signifying nothing"(48)

خطبے کے آخر میں اقبال نے ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے جو اشپنگلر نے اپنی کتاب ''زوال مغرب'' کے ذریعے پھیلائی ۔اشپنگلر کے خیال میں ہر تہذیب اپنی جگہ ایک نامیاتی کل ہوتی ہے ۔چنانچہ اس کا اپنے سے قبل یا بعد کی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔اسی خیال کی مزید توضیح کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ یورپی تہذیب اپنی روح میں غیر کلاسیکی یا مخالف یونانیت ہے اس کی یہ مخالف یونانیت روح خود اس کے باطن سے پھوٹی ہے ۔اقبال اشپنگلر کے ''خود مکتفی تصور تہذیب'' سے اختلاف کرتے ہیں (۴۹) اور لکھتے ہیں کہ اس بات کا عین امکان ہے کہ یورپ کی حرکی روح مسلم کلچر کے حرکی اصول و اسالیب سے متاثر ہوئی ہو۔پھر اشپنگلر کا یہ کہنا کہ اسلام بھی مجوسی مجموعۂ مذاہب میں شامل ہے ،اس کی کم نظری کی دلیل ہے۔اقبال کا خیال ہے کہ اسلام پر مجوسیت کا غلاف ضرور چڑھ گیا ہے لیکن اس کو ہٹا کر مسلم تہذیب کے اصل خدوخال نمایاں کیے جا

www.iqbalcyberlibrary.net

سکتے ہیں۔ مجوسی تو خدایان باطل کے وجود کا اعتراف کرتے تھے جبکہ اسلام خدایان باطل کے وجود کی کامل نفی کرتا ہے۔ افسوس اشپنگلر نہ تو یہ حقیقت سمجھ سکا اور نہ اسلام میں نبوت کے اصول خاتمیت کی روح اور اس کی تہذیبی قدر و قیمت اس پر واضح ہو سکی۔ اقبال کے خیال میں مجوسی کلچر میں ''کچھ آنے والوں ...... زردشت کے نازائیدہ بیٹوں'' کا انتظار رہتا ہے۔ حالانکہ انتظار کے اس میلان کا علاج ضروری ہے کیونکہ یہ اصلاً تاریخ کا غلط تصور ہے۔ تاریخ کا وہ دولابی تصور جس کی اقبال نے نفی کی ہے۔ اقبال کے خیال میں ابن خلدون نے اس تصور پر کڑی تنقید کر کے اسے جڑ سے اکھاڑ پھینک دینا چاہا ہے۔ اقبال کی رائے میں نجات دہندہ کا یہ تصور اسلام میں یقیناً مجوسی اثرات کے نتیجے میں شامل ہوا۔ ان مجوسی اثرات کا اجمالی ذکر اقبال نے اپنی کئی نثری تحریروں اور خطوط مثلاً سید سلیمان ندوی، راغب احسن اور محمد احسن کے نام مکتوبات میں کیاہ ے۔ راغب احسن کے نام ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کے ایک خط میں بڑی شد و مد سے لکھتے ہیں:

''مذہب اسلام پر قرون اولیٰ سے ہی مجوسیت اور یہودیت غالب آ گئی، یعنی اسلام کے اصل افکار کو یہودی اور مجوسی افکار نے عوام کی نگاہوں سے چھپا لیا۔ میری رائے ناقص میں اسلام آج تک بے نقاب نہیں ہوا۔'' (۵۰)

چودھری محمد احسن کے نام خط میں بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ ۷/اپریل ۱۹۳۲ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک مہدی، مسیحیت اور مجددیت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ایرانی اور عجمی تخلیلات کا نتیجہ ہیں۔ عربی تخیلات اور قرآن کی صحیح سپرٹ سے ان کو کوئی سروکار نہیں۔'' (۵۱)

ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ابن خلدون نے بھی مہدویت وغیرہ کے تصور پر کڑی تنقید کی تھی

www.iqbalcyberlibrary.net

۔اس ضمن میں ابن خلدون نے مہدی کے ذکر پر مبنی چوبیس احادیث کا ذکر کیا ہے ۔ان احادیث میں کوئی بھی ایک بخاری یا مسلم میں شامل نہیں ۔ابن خلدون نے ان تمام احادیث کے استناد کو چیلنج کیا ہے۔(۵۲)

مسلم کلچر کے باب میں علامہ کی جملہ تحریروں اور خصوصاً ان کے پانچویں خطبے کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ وہ مسلم کلچر کو کوئی جامد اور متحجر شے نہیں سمجھتے تھے ۔ان کے نزدیک مسلم کلچر نہ صرف زمانے کی رو کا شریک ہے بلکہ اس کا رخ متعین کرنے والا ہے۔مسلم کلچر نہ صرف جمال کا حامل ہے بلکہ جلال سے بھی اتنا ہی فیض اندوز ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ شاید اقبال کے یہاں جلال کی لے کچھ بڑھی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔تبھی تو انھوں نے کہا تھا:

نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتشناک
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں وہ آگ قبول
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بے باک(۵۳)

حواشی و تعلیقات

۱۔کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز ،ص ۴۷

۲۔ایضاً ص ۱۰۴

۳۔ایضاً ص ۱۲۰

۴۔اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین (ڈاکٹر برہان احمد فاروقی)ص ۵۴، ۵۵

۵۔تشکیل جدید الہیات اسلامیہ (نذیر نیازی)ص ۱۹۴۔۱۹۵

www.iqbalcyberlibrary.net

۶۔کلیات اقبال،ص۸۹۲

۷۔ایضاً ،ص۸۸۰

۸۔ "The Islamic State"ص۲۲۰

۹۔القرآن،۳۳:۵۵

۱۰۔تفسیر ابن کثیر،الجزء الثامن،ص ۱۵۶

۱۱۔جلالین،ص۷۰۷

۱۲۔تدبر قرآن،جلد ہفتم ص۱۴۰

۱۳۔فی ظلال القرآن (اردو ترجمہ) جلد نہم،ص ۶۱۱

۱۴۔تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،ص۲۰۳ ،۲۰۴ نیز مسلم فکریات میں زمان کے مسئلے پر اقبال کے تصورات کی تفصیل کے لیے ان کا تیسرا خطبہ ملاحظہ ہو۔

۱۵۔ایضاً ص۱۰۳، ۱۰۷

۱۶۔کلیات اقبال،ص۱۷۰

۱۷۔ایضاً ص۲۸/۳۲۰

۱۸۔ایضاً ص۱۲۶/۴۱۸

۱۹۔ایضاً ص۶۰/۵۲۲

۲۰۔کلیات اقبال فارسی (شیخ غلام علی اینڈ سنز) ص ۶۵۵

۲۱۔ایضاً ص ۶۵۵

۲۲۔ایضاً ص۸۱۳

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۳۔ایضاً ص ۸۷۸

۲۴۔ایضاً ص۹۵۳

۲۵۔ایضاً ص ۹۵۰

۲۶۔کلیات اقبال ص ۵۱۰، ۵۱۱

۲۷۔ایضاً ص ۳۸۸

۲۸۔ملفوظات (مرتبہ محمود نظامی) ص ۱۲۵

۲۹۔ایضاً ص ۱۲۶۔قوت کے اسی عنصر کو انھوں نے نبوت کے لیے بھی لازم گردانا ہے:

وہ نبوت ہے مسلمان کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

۳۰۔شذرات فکر اقبال، ص ۱۰۱

۳۱۔"The Muslim Community" مشمولہ مجلّہ ''اقبال''، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۱۷/۲۶

۳۲۔کم و بیش یہی بات انھوں نے ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء کو ''نیو ایرا'' میں شائع ہونے والے ایک مختصر مضمون "Islam & Mysticism" میں کہی ہے۔ملاحظہ ہو:

"Speeches, Writing & Statements of Iqbal" (شروانی) ص ۱۲۶

۳۳۔ملاحظہ فرمایئے:

"The Development of Metaphysics in Persia"، ص ۹۱

۳۴۔ایضاً ص ۲۹

www.iqbalcyberlibrary.net

۳۵۔اخلاق ناصری،ص ۴۷، ۴۸

۳۶۔تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،ص ۲۰۷

۳۷۔اس ضمن میں ڈیوار کی ایک دوسری کتاب "Is Evolution a Myth" کا مطالعہ بھی مفید اور چشم کشا ہے۔نیز ایوان شیوٹ کی کتاب "Flaws in the Theory of Evolution" بھی فائدے سے خالی نہیں۔

۳۸۔علامہ نے یہ مضمون "The problem of time in muslim philosophy" کے زیر عنوان لکھنا شروع کیا تھا۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''جہات اقبال''،ص ۱۲ تا ۲۹

۳۹۔خواجہ محمد پارسا کے رسالے ''رسالہ درزمان ومکان'' کے اردو ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو المعارف لاہور، جولائی ۱۹۸۴ء، مترجم خواجہ حمید یزدانی۔

۴۰۔اس رسالے کو پہلے ڈاکٹر رحیم فرمنش نے دریافت کر کے مرتب کیا اور ثابت کیا کہ اس کا مصنف عین القضاۃ ہمدانی ہے۔بعد میں اسے بڑی قوی داخلی اور خارجی شہادتوں کے ساتھ پروفیسر لطیف اللہ نے مرتب کر کے (مع اردو ترجمہ) شائع کیا اور ڈاکٹر فرمنش کے موقف کی توثیق کی:۔

۴۱۔مثنوی دفتر اول (نسخہ سجاد حسین) ص ۹۷

۴۲۔اس ترکیب کی تشریح کے ضمن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''ایام'' کا لفظ عربی زبان میں اصطلاحاً یادگار تاریخی واقعات کے لیے بولا جاتا ہے۔''ایام اللہ'' سے مراد تاریخ انسانی کے وہ اہم ابواب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانے کی قوموں اور بڑی بڑی شخصیتوں کو ان

www.iqbalcyberlibrary.net

کے اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا دی ہے''۔ ترجمہ قرآن مجید مع حواشی ص ۶۵۹

۴۳۔ اسلام کا نظریہ تاریخ ص ۱۱، اس باب میں مظہر الدین صدیقی کی۔ انگریزی تالیف "The Quranic Concept of History" بھی قابل توجہ ہے۔

۴۴۔ کلیات اقبال، ص ۱۴۷، ۱۴۸

۴۵۔ ملاحظہ کیجئے اس کی کتاب "The World & the west" ص ۳۰، ۳۱

۴۶۔ اس ضمن میں اس کی کتاب "The Presentday Experriment in Western Civilization" کے ص ۴۷، ۵۷ ملاحظہ ہوں۔

۴۷۔ اقبال نے ''اسرار'' میں افلاطون کے بارے میں یہی بات یوں کہی تھی:

آنچنان افسون نامحسوس خورد

اعتبار از دست و چشم و گوش برد!

۴۸۔ کتاب مذکور ص ۱۴

۴۹۔ اقبال نے ۱۹۲۸ء کے اپنے صدارتی خطبے "A Plea for Deeper Study of Muslim Scientists" میں بھی اشپنگلر کی اسی غلط فکر کو بے نقاب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شروانی کی مرتبہ مذکورہ کتاب کے ص ۱۳۵، ۱۳۶

۵۰۔ اقبال جہان دیگر، ص ۹۱

۵۱۔ اقبال نامہ، جلد دوم ص ۲۳۱

۵۲۔ خطبات اقبال مرتبہ سعید شیخ، ص ۱۸۸

۵۳۔ کلیات اقبال ص ۵۷۵/۷۶

www.iqbalcyberlibrary.net

☆☆☆☆☆

www.iqbalcyberlibrary.net

مغربی تمدن کی یلغار اور فکر اقبال

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں لاہور سے ایک انگریزی روز نامہ نکلنا شروع ہوا جو بیسویں صدی کے نصف اول تک جاری رہا۔ اس کے اسٹاف میں وہ صاحب بھی شامل تھے جن کی Jungle Books نے بڑی شہرت پائی اور جن کی "Baa Baa Black Sheep" کا آج بھی ہمارے انگریزی میڈیم اسکولوں کے معصوم بچے، مذہبی عقیدت کے پیرائے میں، ورد کرتے ہیں۔ میری مراد رڈ یارڈ کپلنگ (۱۸۶۵۔۱۹۳۶) سے ہے۔ ان حضرت کی ایک تخلیق "The white Man's Burden" بھی ہے۔ ذرا اس کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں ساتھ ہی اس کا ''پیغمبرانہ لہجہ بھی دیکھیں (مغرب کی سرزمین، ربانی پیغمبروں کی جائے ولادت بننے کے شرف سے محروم ہوتو ہو۔ ''پیغمبرانہ لہجے'' سے نہیں):

Take up the white Man's burden send forth the best ye breed Go, bind your sons to exile, To serve your captives, need; To wait in beavy harness On fluttered folk and wild Your newcaught sullen people, Half devil and half child.

یورپی استعمار کے اس پیغمبر کی آواز سے بہت پہلے ہی برطانوی اور مغربی استعمار نے ایشیائی اور افریقی اقوام کی ذہنی اور فکری تربیت کا بوجھ اپنے گورے وجود کے سر لے لیا تھا۔ تصورات مجرد ہوتے ہوئے بھی مجرد نہیں ہوتے۔ ان کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ برتری اور پالنے پوسنے کے اس استعماری تصور نے جب اپنے ہاتھ لمبے کرنا شروع کیے تو یہ جلد ہی ایشیا اور افریقا

www.iqbalcyberlibrary.net

کے متعدد مما لک کے گوداموں اور گریبانوں تک جا پہنچے۔ کپلنگ کی نظم اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کے بعض کلمات وتراکیب کو غور سے دیکھا جائے۔ ایشیا اور افریقہ کے باسی اس کے نزدیک انتشار ذہنی کے مریض اور وحشی ہیں ۔زندگی سے بے زار اور اپنے آپ میں گم یہ لوگ آدھے ابلیس، آدھے بچے ہیں۔ اور اس اعتبار سے جائز طور پر اس بات کے مستحق ہیں کہ متمدن قوم یا اقوام ان کی تربیت اور پرداخت کا دردمندانہ فرض انجام دیں۔ یہ فرض کس حسن وخوبی سے انجام دیا گیا اس کی تفصیل کے لیے ایک خوں چکاں دفتر درکار ہے، جس کا موقع ہے نہ فرصت۔ مغربی استعمار آج بھی یہ فرض اسی شد ومد سے ادا کر رہا ہے۔

اقبال کی شاعری نے مسلم ملت کی نشاۃ ثانیہ سے پہلے مسلم ملت کو لاحق امراض، اور اس سے بھی پہلے ہمیں صحت کے کلی معیاروں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ ہمارے امراج کا ایک بڑا سبب خودی کی موت اور مغربی تمدن سے ہماری مرعوبیت ہے۔ اقبال نے مغربی فکر وفرہنگ کی چوب پائی اور مغربی استعمار کے حربوں کو جس کمال بصیرت اور جس فنی حسن کے ساتھ طشت از بام کیا، وہ صرف اسلامی السنہ ہی کے لیے باعث فخر نہیں، عالمی ادب میں بھی منفرد اور لائق افتخار ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ اقبال نے اپنے تمام شعری اور نثری کارناموں میں مغربی تمدن کے حیات سوز اور روح کش عناصر کا بڑے تواتر اور جوش وجذبے سے ذکر کیا ہے۔ لیکن اس باب میں پیام مشرق، زبور عجم، بال جبریل، جاوید نامہ اور ضرب کلیم اور ''پس چہ باید کرد'' خصوصیت سے لائق مطالعہ ہیں۔ ان کے انگریزی خطبات میں بھی جابجا مغربی تمدن کے جان لیوا مظاہر و میلانات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ''اسلام میں اصول حرکت'' نامی خطبے میں ایک جگہ وہ واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں:

www.iqbalcyberlibrary.net

Believe me, Europe today is the greatest hindrance

in the way of man' ethical advancement.(1)

سوال یہ ہے کہ یورپ انسان کے اخلاقی ارتقاء کے مقابل کیوں سدِ سکندری بنا؟ اس کے تمدن کے عناترکیبی میں خرابی کی وہ کون سی صورت کارفرما ہے جس کے سبب اقبال کو اپنے قیام یورپ ہی کے دوران مین مارچ ۱۹۰۷ء میں یہ لکھنا پڑا:

دیار مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زر کم عیار ہو گا

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا!(۲)

اور پھر تہذیب مغرب کے قریب مرگ ہونے کی نشاندہی ایک اور جگہ بھی بڑے دعوے اور تحدی سے رکنا پڑی:

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیوں کر
یہ فرنگی مدنیت، کہ جو ہے خود لب گور(۳)

اقبال کا جواب یہ ہے کہ مغربی تمدن کے باطن میں مغربی فکر کے آغاز کے ساتھ ہی عقل کی آزاد حیثیت کارفرما ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ تہذیب مغرب کے جلووں کو ''بے کلیم'' اور اس کے شعلوں کو ''بے خلیل'' قرار دے کر گویا اسے گرمیٔ عشق و عرفان سے کلیتہً محروم قرار دیتے ہیں۔(۴)

الہام و وحی سے آزاد عقل، رومی کی زبان میں ''عقل جزوی'' اور خود اقبال کی زبان میں ''دانش برہانی'' قرار پاتی ہے۔ اس عقل جزوی کو بعد کی سائنسی ایجادات اور تیز تر تسخیر فطرت

www.iqbalcyberlibrary.net

کے عمل نے اس قدر مبتلائے کبر و غرور کیا کہ اس نے انا ولا غیری کا نعرہ لگا کر مغرب کے طرز احساس اور طرز فکر کا پوری طرح گھیراؤ کر لیا۔ عقل جزوی کے تجزیاتی میلان نے عناصر فطرت کو بھی پارہ پارہ کر دیا اور وحدت انسانی کو بھی جز جز اور ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ عالم خوندمیری نے کس قدر درست لکھا ہے کہ ''جہاں مغرب میں کائنات کا ادراک ایک غیر (the other) کی صورت میں ہوا، وہیں مشرق نے انسان اور کائنات کی آخری ہم آہنگی یا Harmony پر اپنی فکر کی بنیاد رکھی۔ اس سے جہاں مغرب میں تصادم (Conflict) کو ایک وجودی یا Ontological جہت ملی اور جس کے زیر اثر مغرب یعنی یونان میں المیے Tragedy کی بنا پڑی، وہیں مشرق ایک عرصے تک حقیقی المیے کے تصور سے نا آشنا رہا۔''(۵) عقل جزوی کی یہ آزادہ روی فی الاصل اس کی گرفتاری کی دلیل ہے۔ ''نقش فرنگ'' کے زیر عنوان اقبال نے ''پیام مشرق'' میں دانائے فرنگ کے نام کیسا سچا اور کھرا پیغام بھیجا ہے:

از من اے باد صبا گوئی بہ دانائے فرنگ
عقل تا بال کشود است گرفتار تر است
چشم جز رنگ گل و لالہ نہ بیند ورنہ!
آں چہ در پردۂ رنگ است، پدیدار تر است
عجب آں نیست کہ اعجاز مسیحا داری
عجب ایں است کہ بیمار تو بیمار تر است
دانش اندوختہ ای دل ز کف، انداختہ ای
آہ! زاں نقد گراں مایہ کہ درباختہ ای(۶)

اسی پیام میں آگے چل کر اقبال جو کچھ فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

www.iqbalcyberlibrary.net

حکمت وفلسفہ کے دبستان میں عشق کے شدائد کو کوئی دخل نہیں۔عشق کی آگ سے اس کا دل تپش اندوز نہیں ہوتا اور غمزۂ پنہاں سے اسے لذت نصیب نہیں ہوتی۔وہ دشت و کوہسار میں جتنا بھی سرگرداں رہے،غزال رعنا اس کے ہاتھ نہیں آتا۔(۷)وہ گلشن میں جس قدر بھی مارا مارا پھرے،اس کا گریباں پھول سے محروم رہتا ہے۔اس صورت حال کا علاج صرف ایک ہے۔یعنی:

چارہ ایں است کہ از عشق کشادے طلبیم
پیش او سجدہ گزاریم و مرادے طلبیم (۸)

مگر عشق،تہذیب مغرب نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔اقبال نے ''جاوید نامہ'' کے طاسین مسیح میں حکیم طالسطائی کا ایک خواب بیان کیا۔خواب کیا ہے،خواب کے پردے میں اقبال نے بے مثل پیکر تراشی سے کام لے کر تہذیب مغرب کو ایک نسائی پیکر میں دکھایا ہے۔ایک ایسے پیکر میں،جس کو اقبال ہی کے الفاظ میں ''چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر'' کے مصداق قرار دیا جا سکتا ہے۔اس ساحرانہ پیکر کی مہورت سے قبل اقبال نے ایک ایسے نوجوان کو کرب کے عالم میں نمایاں کیا ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا حواری تھا مگر ان سے غداری کر کے حاکم رومی فلاطوس کا حامی بن گیا تھا۔اس غداری کے باعث اسے جوئے سیماب میں کمر تک غرق دکھایا گیا ہے اور ازاں بعد جب وہ جوئے سیمیں یخ بستہ ہو جاتی ہے تو اس نوجوان کی ہڈیاں چٹخنے لگتی ہیں۔اس موقع پر وہ نسائی پیکر جسے اقبال نے ''افرنگین'' کے تمثیلی نام سے موسوم کیا ہے،نوجوان کے خلاف زبان طعن دراز کرتی ہے اور جواباً نوجوان عالم غیظ وطنز میں گویا ہوتا ہے:

''اے ریا کار گندم نما!جو فروش افرنگیں!تیرے ہاتھوں شیخ و برہمن ملت فروش ہو گئے۔ تیری کافری نے عقل و دیں دونوں کو خوار کر دیا۔تیری سوداگری سے عشق کو ذلت ملی۔تیری محبت سوائے آزار کے کچھ نہیں۔تیرا کینہ موت ہے اور موت بھی وہ جسے مرگ ناگہاں کہا جائے۔تو نے

www.iqbalcyberlibrary.net

آب وگل کی صحبت کیا اختیار کی، بندے کو حق کے سامنے سے چھین کر اسے عبدیت سے محروم کر دیا۔ تیری حکمت و دانش نے جو عقدے کھولے، اس نے تجھے فکر چنگیزی کے سوا کچھ نہ دیا۔ تیرے ہاتھوں وجود انسانی، روح کا قبرستان بن گیا ہے۔ تیری موت اہل جہاں کے لیے پیام زندگی ہے۔ (۹)''

تہذیب مغرب کے خلاف اقبال کی یہ سنگین فرد جرم اور بھی متعدد مقامات پر مشتہر ہوئی ہے ۔آخر ''زبور عجم'' کے یہ شعر کیسے بھلائے جا سکتے ہیں؟

فریاد ز افرنگ و دل آویزیٔ افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزیٔ افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیٔ افرنگ
معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز (۱۰)

اس ریا کاری، منافقت اور تلبیس نے دنیا کی غریب اور حال مست اقوام کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلے اور ان کو کیا کیا چکمے دیے، اس کی تفصیل اس مختصر مقالے میں بیان نہیں ہو سکتی ۔اقبال نے ''سیاسیات حاضرہ'' کے زیر عنوان مثنوی ''پس چہ باید کرد'' میں اس کی قلعی کھولی ہے ۔اقبال کے خیال میں ''سیاسیات حاضرہ'' غلاموں کی غلامی کو سخت تر کر دیتی ہے اور ملوکیت پر نقاب ڈال کر اسے جمہوریت کے نئے سجیلے روپ میں ظاہر کرتی ہے ۔وہ مرغ قفس کو آزادی سے ہم کنار کرنے کے بجائے اسے قائل کرتی ہے کہ جنگل یا سبزہ زار میں آشیاں بنانے میں بڑے خطرات ہیں شاہین و شہباز کے ہاتھوں جان چلے جانے اندیشہ ہے ۔اس لیے بہتر ہے کہ خانہ صیاد ہی میں گھر

www.iqbalcyberlibrary.net

بنالیا جائے:

گفت با مرغ قفس اے درد مند!
آشیاں در خانۂ صیاد بند(۱۱)
ہر کہ سازد آشیاں در دشت و مرغ
او نباشد ایمن از شاہین و چرغ(۱۲)

اس عیاری، تلبیس اور منافقت کی ایک مثال منجملہ اور کئی حقائق کے بیان کے، ایڈورڈ سعید نے اپنی بے مثل کتاب Orientalism میں دی ہے جس کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔ ایڈورڈ سعید لکھتا ہے کہ جب نپولین نے مصر پر قبضہ کیا تو ہر جگہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی جنگ دراصل اسلام کی سربلندی کے لیے ہے۔ تو یا مرغ قفس کے تحفظ و بقا کے لیے ہے۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کی ہر بات کو قرآن کی فصیح عربی میں ترجمہ کرکے پیش کیا جائے۔ اس نے اپنی فوج کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ اسلامی حسیت کا مکمل خیال رکھے۔ اس تمام تر اہتمام کے باوجود قاہرہ کے مسلمان جب اس کے جھانسے میں نہیں آئے تو اس نے مقامی پیش اماموں، قاضیوں، مفتیوں اور عالموں کو عظیم فرانسیسی فوج کے حق میں قرآنی تعلیمات کی تاویل کرنے کی گزارش کی۔ اس تدبیر کو کامیاب بنانے کے لیے اس نے جامعہ ازہر کے ساٹھ علماء کو اپنی اقامت گاہ میں طلب کیا۔ انھیں پورا ملٹری پروٹوکول دیا گیا۔ بعد ازاں نپولین نے ان کے سامنے اسلام، حضور اکرمؐ اور قرآن حکیم کی تعظیم میں ایسے موثر کلمات کہے جن سے وہ بخوبی آ گا تھا۔ یہ چال کامیاب رہی اور جلد ہی قاہرہ والون نے قابض فوجوں کی مخالفت ترک کر دی۔ (۱۳)

حضرت علامہ نے مغرب کی اس منافقت، ابلیسیت، عیاری اور آدمیت پر اس کے استعمار مظالم کو، جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے، ''مثنوی پس چہ باید کرد'' میں بڑی خوبی، دردمندی اور

www.iqbalcyberlibrary.net

سہولت سے طشت از بام کیا ہے۔ میرے خیال میں تہذیب فرنگ پر اقبال نے اس سے زیادہ کڑی تنقید اپنے کسی اور مجموعے میں نہیں کی۔ چند شعر ملاحظہ کریں:

آدمیت زار نالید از فرنگ
زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ

یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد
زیر گردوں رسم لادینی نہاد

گرگے اندر پوستین برۂ
ہر زماں اندر کمین برۂ

عقل و فکرش بے عیار خوب و زشت
چشم او بے نم دل او سنگ و خشت

علم ازو رسوا ست اندر شہر و دشت
جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت

شرع یورپ بے نزاع قیل و قال
برۂ را کرد بر گرگاں حلال

نقش نو اندر جہاں باید نہاد
از کفن دزداں چہ امید کشاد

آں جہاں بانے کہ ہم سوداگر است
بر زبانش خیر و اندر دل شر است

گوہرش تف دارد و در لعلش رگ است
مشک ایں سوداگر از ناف سگ است

www.iqbalcyberlibrary.net

ہوش مندے از خم او مے نخورد
ہر کہ خورد اندر ہمیں مے خانہ مرد
وقت سودا خند خند و کم خروش
ما چو طفلانیم و او شکر فروش
وائے آں دریا کہ موجش کم تپید
گوہر خود را ز غواصاں خرید (۱۴)

اپنے سامراجی اور استعماری عزائم کو کامیاب بنانے اور اپنے مقبوضات کو قائم رکھنے کے لیے مغربی لٹیرے ایسے ہی گہرے نفسیاتی حربے استعمال کر کے مفتوحین کو رام کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں مغربی سامراج نے اہل کلیسا کی خدمات سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ آج سے تقریباً پچانوے برس قبل ۱۹۰۲ء میں ٹورونٹو میں ایک مسیحی کنونشن منعقد ہوا تھا جس کی سیکڑوں صفحات پر پھیلی رپورٹ World - Wide Evangelization یعنی ''عالمی مسیحی سازی'' کے زیرِ عنوان شائع ہوئی تھی۔ اس کے ایک حصے میں India as a Mission Field کے عنوان کے تحت فتح گڑھ کے کسی ریورنڈ جان این فارمن کی ایک آنکھیں کھول دینے والی رپورٹ شائع کی گئی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم برطانوی حکومت کے ممنون ہیں کہ اس نے ہمیں ہندوستان میں عمدہ سڑکوں اور ریلوے لائنوں کا جال بچھا کر دیا ہے تاکہ مسیحیت کی تبلیغ ہندوستان کے کونے کونے میں ہو سکے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ہندوستان میں پڑنے والا قحط لوگوں کے لیے بڑی آزمائش سہی مگر ہمارے لیے رحمت سے کم نہیں کہ اس نے غریب مقامی باشندوں کو عیسائی بنانے کے رستے خود بخود کھول دیئے۔ جو کم نظر لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں کہ برطانیہ اگر بر عظیم پر حکومت نہ کر رہا ہوتا ہم ریلوں اور سڑکوں سے محروم رہتے، مندرجہ بالا حقائق ان کی آنکھیں

www.iqbalcyberlibrary.net

کھول دینے کے کافی ہیں۔ برکات انگلشیہ کے گیت گانے والوں میں یوسف کمبل پوش، جائسی، حالی اور متعدد دیگر دانشوروں کے نام آتے ہیں، مگر حالی کی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ایسی نظمیں دراصل نتیجہ تھیں۔ بندگی بیچارگی کا۔ ان کی اصل آواز تو یہ تھی:

صحرا میں کچھ بکریوں کو قصاب چراتا پھرتا تھا
دیکھ اس کو سارے تمہارے آ گئے یاد احسان ہمیں

یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سڑکیں، ریلوے لائنیں اور دیگر تیز رفتار ذرائع رسل و رسائل اس لیے وجود میں آئے کہ یہ خود فرنگی حاکموں کی استعماری ضرورت تھے۔ ان ذرائع سے انھوں نے صرف تبلیغ مسیحیت ہی کا کام نہیں لیا بلکہ حریت و آزادی کی مقامی تحریکوں کو کچلنے کا ساز و سامان بھی کیا۔ علاوہ ازیں ذرائع نقل و حمل، کوڑیوں کے بھاؤ خرید کردہ خام مال کو برطانیہ بھجوانے اور وہاں سے مہنگی پیداوار ہندوستان لانے کے لیے بھی ناگزیر تھے۔ اس معاشی استحصال کی داستان بڑی دردناک ہے۔ ایس ایس تھاربرن نے ایک صدی قبل اپنی تصنیف Asiatic Neighbours میں اس سنگ دلانہ معاشی استحصال کا بڑا سچا نقشہ کھینچا تھا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے :

"ہندوستان کی دستی کھڈیاں انگلستان کی بھاپ سے چلنے والی ملوں کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ ہندوستانیوں کو اپنی مقامی صنعت و حرفت کے تحفظ کے حق سے محروم کر دیا گیا چنانچہ اگلے پچاس برسوں میں تقریباً دس ملین بافندے اور ان کے خاندان اپنے آبائی پیشے سے محروم ہو کر بھوکوں مرنے لگے۔ درآں حالے کہ مانچسٹر ان کی محرومی کی قیمت پر امیر تر ہوتا گیا۔" (۱۵)

یہاں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا بھی بے حد ضروری ہے کہ مشرق اور تیسری دنیا کے ممالک میں مغربی سامراج جہاں جہاں بھی گیا، اس کی پشت پر کلیسائی پادریوں، مسیحی مبلغوں اور

مستشرقوں کی بھرپور اعانت وقوت موجود تھی۔ اقبال اس ساری صورت حال کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اسی لیے فرمایا:

متاع غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کی
تو ہیں ہراول لشکر کلیسیا کے سفیر (۱۶)

یہ ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ مستشرقین ماضی و حال کی اٹھانوے فیصد تعداد اصلاً مسیحی مبلغین ہی کی رہی ہے۔

مغربی تمدن نے اہل مشرق اور اہل اسلام کو کیا کیا ''نوادرات'' عطا کیے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اقبال نے ''ضرب کلیم'' میں ''یورپ اور سوریا'' کے زیر عنوان جو قطعہ لکھا ہے، اس کا اطلاق ان تمام اقوام پر کیا جا سکتا ہے جو مغربی سامراج کی جسمانی یا ذہنی غلام تھیں یا ہیں۔ اقبال کا یہ قطعہ کس قدر چشم کشا اور کسی گہری کاٹ رکھتا ہے:

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا
نبی عفت و غم خواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے
مے و قمار و ہجوم زنان بازاری (۱۷)

اکثر مشرقی ممالک کو ''مے و ہجوم زنان بازاری'' تحفہ دکر مغرب جہاں ایک طرف بے حد مسرور ہے وہیں اسے یہ غم بھی کھائے جاتا ہے کہ بعض مشرقی ممالک ان ''نعمتوں'' سے ابھی تک محروم کیوں ہیں؟ ان ''فضائل'' سے محروم ملکوں کو وہ تہذیب، تمدن سے عاری قرار دیتا ہے۔ اس تناظر میں اقبال کی نظم ''انتداب'' قابل ملاحظہ ہے جس کی تہ میں طنز کی گہری کاٹ اور زہر خنداں کی سی کیفیت ہے:

کہاں فرشتۂ تہذیب کی ضرورت ہے
نہیں زمانۂ حاضر کو اس میں دشواری
جہاں قمار نہیں ، زن تنک لباس نہیں
جہاں حرام بتاتے ہیں شغلِ مے خواری
بدن میں گرچہ ہے اک روح ناشکیب و عمیق
طریقۂ اب وجد سے نہیں ہے بے زاری
نظرورانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ
وہ سر زمیں مدنیت سے ہے ابھی عاری (۱۸)

اسی کج نظری کا نتیجہ ہے کہ مغرب متعدد خوفناک عمرانی مسائل کا شکار رہ چکا ہے۔شراب، جوئے اور زنانِ بازاری نے خود اہلِ مغرب کے لیے جو سنگین صورت حال پیدا کر دی ہے، وہ وہاں کے اہلِ نظر کے لیے حد درجہ تشویش کا باعث بن چکی ہے۔لیکن مغربی حکومتوں اور مغرب کے سرمایہ داروں کے گٹھ جوڑ سے شراب سازی کی صنعت روز افزوں ہے۔کینیڈی خاندان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ شراب سازی بتایا جاتا ہے۔الکحل کے باب میں تحقیق بتاتی ہے کہ یہ تحریک جذبات کے بجائے افسردگی اور افتادگی کے محسوسات پیدا کرتی ہے۔یہ ذہنِ انسانی کے ان ارفع مراکز کو کمزور اور بے بس کر دیتی ہے جو دراصل انسان کی حیوانی جبلتوں کو کنٹرول کرتے ہیں اور اسے حیوان سے ممتاز کرتے ہیں (۱۹) یہ سب کچھ جاننے کے باوجود مغرب اس علت کا علاج نہیں کر سکا۔شاید وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔اس افسوس ناک حادثے کے پس پشت دراصل مطلق آزادی کا ایسا تصور کار فرما ہے جو خود نتیجہ ہے تہذیبِ فرنگی کے بے حرم ہونے کا۔اسی بے سمتی اور کم نظری کے باعث مغرب میں "All is fair in love and war" کی افسوسناک ضرب المثل پیدا ہوئی۔

www.iqbalcyberlibrary.net

جب جنگ زمینی بھوک کا دوسرا نام بن جائے اور محبت صرف جنسی بھوک کے مترادف قرار پائے تو ایسے ہی موے لے جنم لیا کرتے ہیں۔ مادر پدر آزادی اور جوع الارض کے باعث بیسویں صدی کا انسان دو ہولناک جنگوں سے دو چار ہوا اور آج بھی پوری نوع انسانی کا وجود داؤ پر لگا ہوا ہے۔ چیک دانشور فکشن نگار میلان کندیرا نے اپنی کتاب ''آرٹ آف دی ناول'' میں تہذیب مغب کی بالا دستی کے ہاتھوں پیدا ہونے والے حالات کو بڑے کرب سے بیان کیا ہے۔ لکھتا ہے:

''ڈیکارٹ کا مشہور قول ہے کہ انسان فطرت کا آقا اور منتظم ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں معجزے برپا کرنے کے بعد یہ نام نہاد ''آقا اور منتظم'' اب محسوس کرنے لگا ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا۔ اب وہ فطرت کا آقا نہیں رہا کیوں کہ فطرت رفتہ رفتہ اس سیارے سے ناپید ہو رہی ہے۔ وہ تریخ کا آقا بھی نہیں کیوں کہ تاریخ اس کی گرفت میں نہیں آسکی۔ نہ وہ خود اپنا آقا رہا ہے کیوں کہ وہ اپنے نفس کی غیر منطقی قوتوں کا غلام ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر خدا چلا گیا اور انسان اب آقا نہیں رہا تو پھر آقا کون ہے؟ یہ سیارہ بغیر کسی مالک و آقا کے خلا میں حرکت کناں ہے۔ یہ ہے وجود کا ناقبال برداشت ہلکا پن۔''

حقیقت یہ ہے کہ نٹشے کے بے خدا اور فوق البشر اور ٹراٹسکی کے فوق القوم کے تصور کا یہی ہول ناک نتیجہ نکلنا تھا۔ اقبال نے رومی کی زبانی جو کچھ نٹشے کے بارے میں کہا تھا، وہ مغربی تمدن کی بے راہ روی، گم شدگی، اس کے باہم متضاد اور متغائر بھانت بھانت کے فلسفوں، اس کی بے چہرگی اور ایمان سے محرومی کے حوالے سے بھی اتنا ہی سچ ہے:

مرد	رہ	دانے	نبود	اندر	فرنگ
پس	فزوں	شد	نغمہ	اش	از تار چنگ
راہ	رو	را	کس	نشاں	از رہ نداد

www.iqbalcyberlibrary.net

صد خلل در واردات او فتاد
مستی او ہر زجاجے را شکست
از خدا ببرید و ہم از خود گسست (۲۰)

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی حد درجہ ضروری ہے کہ اقبال نے مغربی تمدن کو کلیتہً رد نہیں کیا ۔ایک روشن ضمیر، حقائق آگاہ، انصاف پسند اور متوازن مزاج دانش ور ہونے کے ناطے انھوں نے مغربی تمدن کے مثبت پہلوؤں کو قابل تقلید بھی سمجھا۔ مغرب کے علمی تجسّس اور اس کی حقائق کے لیے سرگرداں بے قرار روح کو اقبال نے داد کا مستحق بھی جانا ہے۔ (۲۱) اسی ضمن میں ضرب کلیم میں شامل ان کی وہ نظم بھی قابل توجہ ہے جس کا عنوان ''شعاع امید'' ہے اور جس میں ''اک شوخ کرن، شوخ مثال نگہ حور'' کی زبانی اقبال نے اس ابدی حقیقت کا اظہار کیا ہے:

مشرق سے ہو بے زار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارا ہے کہ ہر شب کو سحر کر (۲۲)

مشرق منبع نور اور مغرب نقطۂ ظلمات ضرور ہے مگر یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ قدرت کے عادل ہاتھ کے اشارے سے جب مشرق کی سرزمین میں سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے تو مغرب میں اس کے طلوع کا سروسامان بھی ہو رہا ہوتا ہے۔ اقبال کی نظر مغربی تمدن کے عوارض پر جتنی گہری تھی، مشرق کا اوضاع و عناصر تہذیب کے حوالے سے بھی اتنی ہی تہ رس تھی۔ اس کا ایک بڑا ہی عمدہ تقابل (جو ایجاز کی ایک روشن مثال ہے) اقبال ہی کی ایک دوبیتی میں دیکھا جا سکتا ہے:

بہ روما گفت با من راہب پیر
کہ دارم نکتۂ از من فرا گیر!
کند ہر قوم پیدا مرگ خود را

www.iqbalcyberlibrary.net

ترا تقدیر و ما را کشت تدبیر (۲۳)

اسی لیے تو اقبال نے مشرق یا اہل اسلام کے حال مست میلان تقدیر پرستی کر رد کرتے ہوئے صحیح حقیقت کو یوں منکشف کیا تھا:

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند (۲۴)

اقبال کی شعری ونثری تحریروں کے پورے سرمائے کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مغربی کلچر کے مثبت پہلوؤں کے اعتراف کے باوجود اس کے منفی پہلو اقبال کے نزدیک مقدار میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔ ان منفی پہلوؤں کے اعلان و اظہار میں اقبال نے اپنی شعری وسائل سے کمال درجے کا کام لیا اور ملت اسلامیہ کو بالخصوص اور پوری نوع انسانی کو بالعموم اس سے بڑی دردمندی سے آگاہ کیا۔ ''جاوید نامہ'' کی ''سخنے بہ نژاد نو'' اور ''ارمغان حجاز'' کی بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو '' اپنے اندر پوری ملت اسلامیہ کے لیے ایک ابدی پیغام کی حیثیت رکھتی ہیں:

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینون کا سہارا
اخلاص عمل مانگ نیا گانِ کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را (۲۵)

(۱۹۹۶ء)

حواشی

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۔ The Reconstruction of Religious Thought in Islam":

ص ۱۷۹ (ناشر: شیخ اشرف)

۲۔ کلیات اقبال۔ص ۴۱۱۔

۳۔ ایضاً ۔ص ۵۳۲۔

۴۔ اس ضمن میں پیام مشرق میں ان کی ایک مختصر نظم ''مے خانہ فرنگ'' سے ان کو موقف بخوبی واضح ہوتا ہے۔

۵۔ اقبال، کشش اور گریز، ص ۱۰۰۔

۶۔ کلیات اقبال فارسی ص ۳۵۷

۷۔ یہی بات اقبال نے ایک اور موقع پر بھی کہی ہے: ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری۔بال جبریل۔ص ۵۷۔

۸۔ کلیات اقبال (فارسی) ص ۳۵۸۔

۹۔ کلیات اقبال (فارسی) ص ۶۴۱، فلک مریخ پر ''تذکیرِ نبیہ مریخ''میں ''نبیہ''، ''افرنگیں'' ہی کی ہم زاد نظر آتی ہے۔دیکھیے کلیات اقبال۔ص ۶۹۹، ۷۰۰۔

۱۰۔ ایضاً ۔ص ۴۷۵۔

۱۱۔ یاس یگانہ چنگیزی کا ایک شعر یاد آتا ہے:

ہنس کے کہتا ہے کہ گھر اپنا قفس کو سمجھو
سبق الٹا مرا صیاد پڑھاتا ہے مجھے

۱۲۔ کلیات اقبال (فارسی) ص ۸۳۱۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۳۔"Orientalism" ص۸۲۔

۱۴۔کلیات اقبال (فارسی) ص۸۳۹،۸۴۳۔

۱۵۔ " A Look at the west "بحوالہ "Asiatic Neighbours"

(میجر جنرل محمد اکرم) ص ۶۸۔

۱۶۔کلیات اقبال۔ص ۶۱۵۔

۱۷۔کلیات اقبال۔ص ۶۱۱۔

۱۸۔ایضاً ۔ص ۶۱۳،۶۱۴۔

۱۹۔خمر خوری وخنزیر پروری کے منفی اثرات کے تفصیل جاننے کے لیے ملاحظہ کریں "A

look at the west" کا گیارھواں باب "Alcohol & Pork" ص ۲۲۹۔۲۳۷۔

۲۰۔کلیات اقبال (فارسی) ص ۷۴۰۔۷۴۱۔

۲۱۔تفصیل کے لیے دیکھیے ان کا پہلا خطبہ

Knowledge & Religious Experience ص ۷۔

۲۲۔کلیات اقبال ص ۵۷۱۔

۲۳۔کلیات اقبال (فارسی) ص ۱۰۰۵۔

۲۴۔کلیات اقبال ۔ص ۵۲۶۔

۲۵۔ایضاً ۔ص ۶۵۸۔

کلیات مکاتیب اقبال (جلد سوم) ایک جائزہ

یوں تو اردو میں علمی و تحقیقی نوعیت کی متعدد کاوشیں وجود میں آچکی ہیں اور آتی رہتی ہیں اور

www.iqbalcyberlibrary.net

ایسے منصوبے بھی تکمیل پاتے رہتے ہیں جن کا تعلق تدوین متن کے ساتھ ہے، لیکن اگر ان تحقیقی و تدوینی کارناموں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے یعنی استقراء اور خوئے احتیاط، دونوں کے امتزاج سے مرتب و مربوط نگاہ ان کاوشوں کا تجزیہ کرے تو یقین ہے کہ کئی جلدوں پر مشتمل ایک جدید ''عبرت الغافلین'' وجود میں آ جائے۔

قاضی عبدالودود جیسے نامور محقق کو تو یہی شکوہ تھا کہ ہندو پاکستان میں اردو کی قدیم کتابوں کے جو متن شائع ہوئے ہیں وہ بہ استثنائے چند، حد درجہ نا اطمینان بخش ہیں کیونکہ وہ مرتبین کی بصیرت کی کمی اور بے پروائی کے مظہر ہیں۔ مگر قدیم متون ہی پر کیا موقوف ہے، معاصر متون کی تدوین بھی، مستثنیات سے قطع نظر، اسی بے بصیرتی، بے احتیاطی اور فکری افلاس کا پتہ دیتی ہے جس کا ماتم قاضی صاحب موصوف نے کیا تھا۔

بد قسمتی سے تیسری دنیا اور معاصر مسلم منظر نامہ اس افسوس ناک صورت حال کا بدترین نقشہ پیش کرتا ہے۔ عہد زوال میں قوموں کے ضمیر بدل جاتے ہیں اور عجلت پسندی، فوری نتائج کی للک، کوتاہ بینی اور قلیل پر قناعت کے میلانات ان کے خون اور خمیر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ''کاتا اور لے دوڑی'' کا تعجیل پسندانہ رجحان تخلیقی اور تحقیقی، ہر دو میدانوں میں نئے عبرت ناموں کی داغ بیل ڈال رہا ہے اور یہ رجحان روز افزوں ہے۔ کبھی کبھی تو احساس ہوتا ہے کہ مسلم اکابر کی وہ دیو زادوں کی نسل شاید ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی جن کے کارنامے اہل اسلام کے لیے باعث فخر تھے اور اہل یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں مؤید ہوئے۔

یہ بدیہی امر ہے کہ قدیم متون اپنے املا اور الفاظ و اصطلاحات کی قدامت اور غلط نویسوں کی غلط نویسی کے باعث، نیز نقل در نقل کے عمل کے نتیجے میں، غیر معمولی تدوینی مشکلات کا باعث

www.iqbalcyberlibrary.net

بنتے ہیں۔اس لیے مرتب ایک درجے میں معافی کے قابل ہوتے ہیں، مگر اس کا کیا کیا جائے کہ کسی معاصر مصنف کے دست نوشت، خطوط یا دیگر تحریریں تدوین متن کے مرحلے سے گزریں مگر ''من چہ می سرایم وطنبورۂ من چہ می سراید'' کی افسوسناک اور مضحکہ خیز صورت حال پیدا ہو جائے اور اصل تحریروں کے فوٹو اسٹیٹس کے پیش نظر ہونے کے باوجود معاملہ یہ ہو کہ عکس اور نقل حرفی میں بعض جگہ بعد المشرقین پیدا ہو جائے۔اس سلسلے میں ''کلیات مکاتیب اقبال'' کی مثال حد درجہ افسوسناک ہے۔اب تک تین جلدوں میں شائع ہونے والی یہ ضخیم کلیات، تدوین متن کے ذیل کے مرتب کی چند در چند کوتاہیوں، نارسائیوں اور تحقیقی اصول وضوابط سے حد درجہ ناواقفیت کا پتا دیتی ہے۔زیر نظر جائزہ اس کلیات کی تیسری جلد سے متعلق ہے۔مگر بے محل نہ ہوگا کہ اگر اس کی پہلی دو جلدوں کی صرف چند فاش غلطیوں کی نشاندہی بھی کر دی جائے۔ورنہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں تو سیکڑوں تک پہنچتی ہیں اور ان میں اکثر کی نشاندہی بعض تجزیہ نگار کر چکے ہیں۔''کلیات مکاتیب اقبال'' کے مرتب سید مظفر حسین برنی اگرچہ خود کوئی نمایاں علمی شخصیت نہیں رہے مگر انھیں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی جیسے اہم اہل قلم کی معاونت موقع بہ موقع حاصل رہی ہے۔علامہ کے خطوط کے عکوس کی ایک بڑی تعداد حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب موصوف بہ نفس نفیس لاہور آئے اور اقبال اکیڈمی سے علامہ کے خطوط کے عکس حاصل کر کے دلی لے گئے۔ان عکوس سے بلاشبہ مدد بھی لی گئی مگر اکثر مقامات پر احساس ہوتا ہے کہ عکوس شامل کتاب تو کیے گئے مگر ان سے استفادہ بہت کم کیا گیا۔نقل حرفی ان عکسوں سے کرنے کے بجائے ان غلط سلط متون سے کی گئی جو قبل ازیں علامہ کے خطوط کے مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔بہر حال پہلی جلد کی چند فاحش اغلاط ملاحظہ ہوں:

www.iqbalcyberlibrary.net

سب سے پہلے تو سید سلیمان ندوی کے نام ۱۳ نومبر ۱۹۱۷ء کا علامہ کا وہ خط قابل ملاحظہ ہے جس کی وجہ سے اقبال کو تصوف دشمن ثابت کیا جاتا رہا حالانکہ اقبال کی طبیعت کا فطری میلان تصوف کی طرف تھا۔ وہ خود سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ ان کے شعری اظہارات کے علاوہ کش پرشاد شاد کے نام ان کے متعدد مکاتیب بھی ان کے تصوف دوست ہونے کی زندہ برہان ہیں۔ ہاں ان خطوط میں وہ تصوف وجودیہ کی مخالفت متعدد مقامات پر کرتے ہیں۔ ایسا شخص جو تصوف کی ایک متعارف شکل کا مخالف ہو، مخالف تصوف کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی خلش دل میں لیے جب راقم السطور نے سید سلیمان ندوی کے نام مذکورہ بالا مکتوب کو غور سے پڑھا تو کلیات مکاتیب اقبال جلد اول کی نقل حرفی اور عکس کی عبارت میں بعد المشرقین نظر آیا:

کلیات مکاتیب اقبال جلد اول ص ۳ ۷ ۲

کا غلط اور گمراہ کن متن	صحیح متن
''تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی بودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے۔''	''تصوف وجودی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے''

انھی سید سلیمان ندوی کے نام ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو۔ یہ مکتوب ۱۳۰ کتوبر ۱۹۸۱ء کو لکھا گیا۔ اس مکتوب کا کامل عکس ''کلیات مکاتیب'' میں شامل ہے مگر اس کے باوجود عکس اور نقل حرفی کا بعد قابل افسوس ہے۔ ملاحظہ ہو:

کلیات مکاتیب اقبال جلد اول کا

غلط متن ۶۲ ۷، ۶۵ ۷	صحیح متن
۱۔ از گل غربت زمان گم کردۂ	از گل غربت زباں گم کردۂ

۲۔ جو خواب دیکھا گیا بقیہ اسی طرح نظم کر دیا گیا ۔	جو خواب دیکھا گیا بعینہ اسی طرح نظم کر دیا گیا ۔
۳۔ بہت سے الفاظ جن کو اساتذہ نے تحریک و سکون دونوں طرح استعمال کیا ہے، انھوں نے کمی کر دی ہے مثلاً رب ارنی ...... متوازی	بہت سے الفاظ جن کو اساتذہ نےتحریک و سکون دونوں طرح استعمال کیا ہے، انھوں نے یکجا کر دیئے ہیں رب ارنی ...... متواری
۴۔ جواہر الترکیب میں چار دفعہ سکون لام آیا ہے ۔	جوہر الترکیب میں چار دفتہ ، سکون لام آیا ہے ۔

پروفیسر محمد اکبر منیر کے نام علامہ کا ۱۲ جنوری ۱۹۱۸ء کا خط بھی اسی جلد اول میں ص ۲۹۴ پر قابل ملاحظہ ہے جس میں پوری بارہ سطریں شامل ہونے سے رہ گئیں ۔ یہ خط انگریزی میں لکھا گیا تھا۔ شامل نہ ہو سکنے والی عبارت درج کی جاتی ہے جو فکری حوالے سے بھی بہت چشم کشا ہے:

"It is , therefore, primarily reflection which gives us an insight into the poetic meaning of our observation and experience, and indicates to us the right outlook on life. A poet is essentially a seducer, whose art may lead us either to life or to death. God has vouchsfed to him the skill to make things look more beautiful than they really are but it is for him to use this power dangerous it is in the proper manner.If he beautifulies the ugly and glorifies dreary, he is sure to land his people into the valley of inaction and death. There have been among us poets,who have , to our great misfortune done this ,

www.iqbalcyberlibrary.net

and all the guidance that I can give you is this --- aviod their company.

Hoping you are well and thanking you for your kind letter.

yours Sincerely,

Mohammad Iqbal, Lahore.(1)

تدوین متن کے متعدد اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے، اور حد درجہ اہم کہ اصل متن میں اگر کچھ اضافے کسی مرتب، کاتب یا کسی اور شخص نے کر دیے ہوں تو انھیں متن ہی میں شامل کرنے کے بجائے حاشیے میں شامل کیا جائے۔ کلیات مکاتیب کے مرتب نے اسی جلد اول کے صفحہ ۵۴۰ کے ایک خط کی نقل حرفی میں ایک شعر اسی طرح شامل رہنے دیا ہے جو کسی دوسرے لکھنے والے نے دست نوشت خط میں شامل کر دیا تھا۔

شعر یہ ہے:

بعد مردن بتو معلوم شود رنج حیات
رہرو آں لحظہ بنالد کہ بمنزل برسد

مرتب کا ایسا کرنا تدرین متن کے اصولوں سے اس کی ناواقفیت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔

کلیات مکاتیب اقبال جلد دوم میں بھی بہت سی فروگذاشتیں ہیں۔ یہاں ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے مصداق صرف چند ایک کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

کلیات مکاتیب کی اس دوسری جلد کے صفحہ ۱۷۵ پر ایک مکتوب ۲۱ اپریل ۱۹۲۰ء کا پروفیسر محمد اکبر منیر کے نام ہے۔ یہ مکتوب اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں اقبال نے پروفیسر

www.iqbalcyberlibrary.net

موصوف کے استفسار پر فلسفے کی ان چار کتب کی نشاندہی کی تھی جو اقبال کے خیال میں پروفیسر صاحب کو مطالعہ کرنی چاہیں۔ اقبال نامہ (جلد دوم) کے مرتب نے کم از کم نوٹ تو لکھ دیا تھا کہ ''اس کے بعد چار انگریزی کتابوں کے نام درج ہیں۔'' (گو کتابوں کے نام بوجوہ حذف کر دیئے گئے تھے) مگر برنی صاحب نے نوٹ دینے کی بھی زحمت نہیں کی، کتب کے اندراج کا تو سوال ہی کیا تھا۔ ذیل میں ان چار کتب کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ اپنے زمانے میں فلسفے کے طالب علموں کے لیے یہ کتب یقیناً اہم رہی ہوں گی۔ ان کے نام جاننا (بلکہ ان کا مطالعہ بھی) اس اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ یہ خود اقبال کی نظر سے بھی گزری ہوں گی اور ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالعہ اقبال کی فکریات پر ان کتب کے بعض اثرات کا کھوج لگانے میں بھی معاون ہو۔ یہ کتب یہ ہیں:

1: roger's_"Problems of Philosophy"

2:Fullerton's_ "Introdution to Philosophy"

3: "History of philosophy,"(Windelband)

4: "History of Philosophy" (Weber)(2)

تدوین متن کے باب میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ صاحب متن کی افتادِ مزاج، اس کے اسلوب نگارش، اس کے افکار و خیالات، اس کی ترجیحات اور متن زیرِ تدوین کی خصوصیات و موضوعات اور اس کے طرز املاء کی بوالعجبیوں یا خصوصیتون سے تدوین کار کا بخوبی واقف ہونا ضروری ہے۔ ان ضروری مطالبات کی روشنی میں جب ہم برنی صاحب کی زیرِ نظر کاوش کا جائزہ لیتے ہیں تو قدرتاً مایوسی ہوتی ہے۔ مثلاً اسی کلیات مکاتیب اقبال، دوم'' کے ایک مکتوب بنام ماسٹر عبداللہ چغتائی مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۲۶ء ہی کو لیجیے۔ اس مکتوب میں ساری گفتگو ہی ہندوستانی مصوروں

www.iqbalcyberlibrary.net

کے حوالے سے ہو رہی ہے۔ پھر بنگالی اسکول کی مصوری کا ذکر آتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ مکتوب زیرِ نظر کا مرکزی موضوع مصوری ہے۔ ایسے میں خط کا آخری جملہ چونکاتا اور اپنے بے ربط اور بے محل ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ جملہ یہ ہے ''اس کے علاوہ نقلوں کے آرٹ پر اگر کوئی کتاب ہو تو وہ بھی لایئے۔'' سوال یہ ہے کہ مصوری کے ساتھ نقلوں کے آرٹ یعنی چہ؟ مرتب کو یہ نہیں سوجھا کہ یہاں اقبال نقلوں کے آرٹ کا نہیں، مغلوں کے آرٹ یعنی ''مغل میناتور'' "Mughal Miniature" کا ذکر رہے ہیں۔ عکس میں اگرچہ ''مغلوں'' صاف نہیں پڑھا جاتا مگر یہ لفظ اس کے سوا اور کچھ ہو نہیں سکتا کیونکہ سیاق کلام میں ''مغلوں'' ہی کا محل بنتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ عکس کے ہوتے ہوئے بھی مرتب نے اسے توجہ سے پڑھنے کے بجائے اقبال نامہ ہی کا غلط متن (جلد دوم۔ ص۳۳۲) بہ تمام و کمال نقل کر لیا۔

اسی جلد میں ماسٹر عبداللہ چغتائی ہی کے نام ایک اور خط ہے جس کی تاریخ مرتب نے ۳۰ اپریل ۲۷ء درج کی ہے اور اس پر اصرار کیا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق تیس اپریل صریحاً غلط ہے اور صحیح تاریخ وہی ہے جو اقبال نامہ جلد دوم میں درج ہے۔ یعنی بیس اپریل اور جسے مرتب نے غلط قرار دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرتب کے پاس اس مکتوب کی عکسی نقل نہیں تھی۔ اس عکسی خط کے پشت پر لاہور کے ڈاکخانے کی مہر ۲۰ اپریل ۱۹۲۷ء صاف پڑھی جاتی ہے۔ یہ عکسی نقل راقم کے ذخیرہ نوادر میں موجود ہے اور زیرِ نظر مضمون میں اس کا عکس شامل اشاعت ہے۔

چونکہ پیشِ نظر مضمون میں ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' کی پہلی دو جلدوں کا نہیں صرف تیسری جلد کا مفصل جائزہ لینا مقصود ہے۔ اس لیے پہلی دو جلدوں سے چند نمونے پیش کرنے کے بعد اب تیسری جلد کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تیسری جلد ۱۹۹۳ء تک کے مکاتیب تاریخی ترتیب

www.iqbalcyberlibrary.net

سے شامل کیے گئے ہیں ۔ان مکاتیب کی تعداد بقول مرتب چار سو چھ ہے اور دست نوشت خطوط کی عکسی نقول کی تعداد ایک سو اسی ہے ۔گویا یہ عکس زیر نظر جلد میں شامل کل مکاتیب کا چوالیس فیصد ہیں ۔اتنی تعداد میں عکوس کا حصول وشمول اپنی جگہ کتنا ہی قابل مبارک باد ہی ۔المیہ یہ ہے کہ ان عکسوں سے بہت کم فائدہ اٹھایا گیا ہے ۔ برنی صاحب یا ان کے معاونین نے اکثر عکس شامل کتاب تو کر لیے لیکن نقل حرفی ،اقبال کے دوسرے مجموعہ ہائے مکاتیب سے اکثر و بیشتر من وعن کر لی ہے اور عکس پڑھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی ۔افسوس برنی صاحب کے بعض معاونین نے معاندین کا رول ادا کیا۔زیر کتاب میں نقل حرفی اور عکسی نقول کا موازانہ کریں تو کسی ظالم کا یہ مصرع بار بار لوح ذہن پر کوندتا ہے:

ے زباں کچھ اور ، بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے!

کلیات مکاتیب اقبال کی اس تیسری جلد میں بعض ایسے خط بھی ہیں جن میں اکٹھی اٹھارہ اٹھارہ غلطیاں ہیں ۔نو سطروں کے ایک خط میں آٹھ غلطیاں ہیں ص ۶۳۸ بعض اور کوتاہیوں کی نوعیت درج ذیل ہے:

ا: خطوط کے جو عکس دیے گئے ہیں ان میں سے بعض کو بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ انھیں Retouch کیا گیا ہے اور چونکہ قیاساً کیا گیا ہے اس لیے بعض الفاظ میں تحریف ہو گئی ہے ۔مثلاً ۴ اگست ۱۹۳۴ء کے نذیر نیازی کے نام خط کے عکس میں ''دوا'' کے الف کو ''کا'' بنا کر جملہ بے معنی کر دیا گیا ہے (زیر نظر کتاب کا صفحہ ۵۸۹ ملاحظہ ہو)نیز اسی عکس میں لفظ ''آپ'' کے بعد ''کا'' کا اضافہ مرتب یا ان کے کسی معاون کا ہے ۔چونکہ خطوط کی اکثر عکسی نقول کے باب میں میرا اور مرتب کا ماخذ ایک ہے یعنی اقبال اکیڈمی ،اس لیے میرا اور مرتب کا عکس ایک ہی ہونا چاہیے ۔میرے پاس مذکورہ خط کی جو عکسی نقل ہے اس میں ''کا'' نہیں ۔اگلے صفحات میں زیر نظر کتاب

www.iqbalcyberlibrary.net

کے مذکورہ خط کا عکس اور اپنے ذخیرۂ نوادر کے خط کی عکسی نقل دونوں پیش کیے جا رہے ہیں۔

۲۔تدوین متن کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ مکتوب نگار جو لفظ رو اروی میں چھوڑ جائے اور وہ سیاق کلام کے لیے ضروری ہو، مرتب نقل حرفی کرتے وقت اسے قوسین میں لکھ دے۔ زیر نظر کتاب کے مرتب نے اس کا بہت کم اہتمام کیا ہے۔

۳۔کتاب میں ایک بڑی کمی یہ ہے کہ جن کتابوں سے اقتباس یا حوالے درج کیے گئے ہیں، ان کے صفحات کی سرے سے نشاندہی نہیں کی گئی۔

۴۔علامہ کے خطوط کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ ہر مکتوب نگار کی طرح ان کے بھی بعض محبوب لفظ، جملے یا طرز اظہار و املاء تھے۔مثلاً وہ اپنے خطوط میں ''فرمایئے'' کو ہمیشہ ''فرمائے'' لکھتے تھے۔''غرضیکہ'' کو ہمیشہ غرضکہ (اور یہی فصیح ہے) لکھتے تھے۔''امید ہے'' کے بجائے اکثر و بیشتر ''امید کہ'' (خط کے آخر میں) لکھا کرتے تھے۔اگر مرتب اس نمایاں خصوصیت کا صحیح ادراک کر لیتے تو کم از کم بعض غلطیوں سے بچا جا سکتا تھا۔

۵۔بعض حواشی مضحکہ خیز اور گمراہ کن ہیں

۶۔بعض خطوط سراسر جعلی ہیں مگر شامل کتاب ہیں۔

۷۔بعض خطوط کے سنین غلط ہیں۔

اب ان میں سے بعض نکات کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جاتی ہے۔سب سے پہلے متنی اغلاط کی نشاندہی کی جاتی ہے جن میں بعض فاش غلطیاں ہیں۔صفحات کے نمبر بھی درج ہیں۔

www.iqbalcyberlibrary.net

کلیات مکاتیب اقبال

جلد سوم کا ناقص متن	صحیح متن
۱: تسلیم کے سواکوئی راہ نہیں(۶۱)	تسلیم کے سوا اور کوئی راہ نہیں
۲: فی الحال اشعار سے معاف فرمائیے کہ فرصت بالکل نہیں (ص ۶۳)	فی الحال اصلاح اشعار سے لیے (کذا) معاف فرمائیے کہ فرصت بالکل نہیں۔
۳: بمبئی کے تاجر ایسے مضامین پڑھنے والے کسی ولایت بھیجیں (۶۵)	بمبئی کے تاجر ایسے مضامین پڑھنے کے لیے کسی کو ولایت بھیجیں
۴: کتاب چھپنے میں دیر ہو رہی ہے (ص۶۷)	کتاب کے چھپنے میں دیر ہو رہی ہے
۵: مجیب صاحب سے کہئے کہ (ص ۶۷)	مجیب سے کہئے کہ ......
۶: بلٹی میرے نام آئے یا مبارک علی کے نام (ص۷۲)	بلٹی یا میرے نام آئے یا مبارک علی کے نام
۷: میرا ارادہ آپ کے مطبع سے (۷۲)	میرا تو ارادہ آپ کے مطبع سے ......
۸: افسوس ہے مجیب صاحب (۷۲)	افسوس ہے کہ مجیب صاحب ......
۹: باقی کتاب کی طباعت کے متعلق جہاں تک ممکن ہو (ص ۷۸)	باقی کتب کی طباعت کے متعلق جہاں تک ممکن ہو
۱۰: شعائر الدین امر، ظاہر، یتخصص بہ ...... فی سائر الادیان (۸۲)	و شعائر الدین امر ظاہر یتخصص بہ ...... من سائر الادیان
۱۱: مسلمان جوانوں کے دل میں اسلام کے لیے تڑپ ہے لیکن افسوس کہ کوئی آدمی ہم میں نہیں (ص ۱۰۱)	مسلمان جوانوں کے دل میں اسلام ہی کے لیے تڑپ ہے لیکن افسوس ہے کوئی آدمی ہم میں نہیں ......
۱۲: جو حالات معلوم ہوئے بہت قابل تشویش ہیں ص (۱۰۳)	جو حالات معلوم ہوئے بہت قابل افسوس ہیں ۔
۱۳: فقط (۱۰۳)	فقط والسلام

۱۴: مجھ کو اس کام سے قطعاً واقفیت نہیں (ص ۱۱۷)	مجھ کو اس کام سے قطعاً واقفیت نہیں ہے
۱۵: آپ دہلی جانے سے پہلے دیکھتے کہ کتاب مجھے لوٹا دی گئی ہے (۱۴۵)	آپ کو دہلی جانے سے پہلے مجھے کتاب لوٹانے کا اہتمام کرنا چاہیے تھا۔
۱۶: میں اپنی کتابوں کی جدائی گوارا نہیں کرتا بالخصوص جن کو میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہوں۔ میرے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات کوئی نہیں (ص ۱۴۵)	میں اپنی کتابوں کی جدائی گوارا نہیں کرتا بالخصوص جن کو میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہوں۔ میں نے آپ کے باب میں اس اصول کو ترک کیا (۳) میرے لیے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات کوئی نہیں۔
۱۷: آپ کے عزیز سے میں نے کبھی وعدہ نہیں کیا (ص۱۵۰)	آپ کے عزیز سے یا آپ سے میں نے کبھی وعدہ نہیں کیا۔
۱۸: دیباچہ میں اپنے زیر نگرانی لکھوا دوں گا (ص۱۵۲)	دیباچہ میں اپنے زیر نگرانی لکھوا دوں گا۔
۱۹: اگر کاتب اپنی اجرت کا کچھ حصہ پیشگی مانگے تو پیشگی دے جائے (ص ۱۵۴	اگر کاتب اپنی اجرت کا کچھ حصہ پیشگی مانگے تو پیشگی دے جائے۔
۲۰: Prolegomena in Heaven	Prologue in Heaven
۲۱: نظر انداز کر کے ہی مجھے بل ارسال کریں (ص۱۶۸)	نظر انداز کر کے بھی مجھے بل ارسال کریں۔
۲۲: نور محض ایک استعارہ ہے جیسے قدیم کتب ساوی میں Pantheistic اغراض کے لیے استعمال کیا گیا تھا یعنی وجود باری کو ہمہ گیر Pernasineness ظاہر کرنے کے لیے (۱۷۹، ۱۸۰	نور محض ایک استعارہ ہے جسے قدیم کتب ساوی میں Pantheistic اغراض کے لیے استعمال کیا گیا تھا یعنی وجود باری کی ہمہ گیر Pervasineness ظاہر کرنے کے لیے
۲۳: کیونکہ عالم مادی بھی (۱۸۰)	کیونکہ عالم مادی میں
۲۴: جو کچھ آیت مذکورہ میں نے لکھا ہے (ص)	جو کچھ آیت مذکورہ پر میں نے لکھا ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۵: آپ اسے کچھ صحیح سمجھ نہیں سکے (ص ۱۸۰)	آپ اسے اچھی طرح سمجھ نہیں سکے
۲۶: میرے خیال ..... آیت قرآنی میں خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور (مادی معنوں میں) قرار دیا ہے (ص ۱۸۰)	میرے خیال میں آیت قرآنی میں خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور (مادی معنوں میں) قرار دیا ہے
۲۷: وضع اصطلاحات کا فکر کرنا چاہیے (ص)	وضع اصطلاحات کی فکر کرنا چاہیے۔
۲۸: چودھری صاحب کو آپ کا خط دکھا دوں گا (ص ۱۸۴)	چودھری صاحب کو آپ (کا) خط دکھا دوں گا
۲۹: پروفیسر ہیل م جس کی کتاب کا شاید ترجمہ آپ نے ...... (ص ۱۸۵)	پروفیسر ہیل، جس کی کتاب کا شاید ترجمہ آپ نے......
۳۰: Enlangen (ص ۱۸۵)	Erlangen
۳۱: Your book is one of the most important phenomena (ص ۱۸۵)	Your book is one of the most important phenotnena of modern times.
۳۲: ۳ کی صبح کو دہلی پہنچ جاؤں گا (۱۹۴)	۳ کی صبح دہلی پہنچ جاؤں گا۔
۳۳: ایرانڈیا کانفرنس کا جلسہ بھی انشاء اللہ ہوگا (ص ۱۹۷)	اپر انڈیا کانفرنس کا جلسہ بھی انشاء اللہ ہو گا (۵)
۳۴: ڈیر نیازی صاحب، السلام وعلیکم (ص ۲۰۰)	لاہور ۔ ۷ مئی ۳۱ ۔ ڈیر نیازی صاحب ، السلام علیکم
۳۵: محمد اقبال، لاہور (۲۰۲)	والسلام محمد اقبال،
۳۶: لاہور، ۲۰ مئی ۳۱ء (۲۰۸)	لاہور ، ۲۵ مئی ۳۱ء
۳۷: وہ کل معاملات کے متعلق مجھ سے خط وکتابت کریں (۲۰۸)	وہ کل معاملات کے متعلق مجھ سے خط کتابت کریں
۳۸: آپ کا خط ابھی ملا ہے (۲۱۲)	آپ کا خط مع میثاق ابھی ملا ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

۳۹:......پھر ایک جزو کی صورت میں......(ص۲۱۲) پھر ایک خبر کی صورت میں ......

۴۰: کیا عجب ہے کہ یہی وہ تحریک ہو(ص۲۱۲) کیا عجب کہ یہی وہ تحریک ہو

۴۱: شفیق لعل گوں وشق چناک۔ درافق شفق (ص۲۱۷) شفیق لعل گوں و شق چناک۔ در افق شفق

۴۲:......۲۶ کو یہاں کشمیر کے معاملات کے متعلق ۲۶ کو یہاں سے کشمیر کے معاملات کے متعلق ......

......(ص۲۲۴)

۴۳: میں اگست کے آخری ہفتوں سے باہر جاؤں میں اگست کے آخر میں ہندوستان سے باہر جاؤں

گا۔(ص۲۲۷) گا۔

۴۴: اس وقت تک لاہور ہی رہوں گا(ص۲۲۷) اس وقت تک لاہور ہی میں رہوں گا۔

۴۵: مذکورہ بالا فوٹو حاصل کریں گے(ص۲۲۷) مذکورہ بالا فوٹو حاصل کر سکیں ۔

۴۶: امید ہے دسمبر کے آخر تک واپس آ جاؤں گا میں امید ہے دسمبر کے آخر تک واپس آ جاؤں گا

(ص۲۲۹)

۴۷: کیونکہ Ego کی زندگی بعد از موت یقینی ہے کیونکہ کملاء کی زندگی بعد از موت یقینی ہے

(ص۲۳۱)

۴۸: اس دوزخ اور جنت کے Character کی ۴۸: اس دوزخ اور جنت کے Character کی

تعیین Animal life اور Plant life کے تعیین Animal life اور Plant life کے

اسٹیج پر منحصر ہے(ص۲۳۱) سٹیج پر منحصر ہے

۴۹: اس ضمن میں بہت سے امور عقل انسانی سے باہر اس ضمن میں بہت سے امور عقل انسانی سے باہر ہیں

ہیں۔ ان کے متعلق بصیرت ایمان اور ذرائع سے ان کا تعلق اور ان کے متعلق بصیرت و ایمان اور ذرائع

پیدا ہوتا ہے(ص۲۳۱) سے پیدا ہوتا ہے ۔ (۲)

۵۰: امید ہے کہ اسٹیشن پر......(ص۲۳۵) امید ہے اسٹیشن پر

۵۱: میں یکم ستمبر کو فرنٹیر میل سے......(ص۲۳۵) میں یکم ستمبر کو فرائنٹیر میل سے ......

www.iqbalcyberlibrary.net

۵۲: اب ۸ ستمبر کی شام کو فرنٹیر میل سے ...... اب ۸ ستمبر کی شام کو فرانٹیر میل سے ......
(ص ۲۳۵)

۵۳: آپ کے اخبار مورخہ ۱۳ اکتوبر میں ڈاکٹر تھامپسن آپ کے اخبار میں مورخہ ۳ اکتوبر میں ڈاکٹر ای
نے .....(ص ۲۴۶) تھامپسن نے ۔

۵۴: اس کا حسب ذیل فقرہ سیاق وسباق سے علیحدہ کر اس کا حسب ذیل فقرہ سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے
کے پیش کیا ہے (۲۴۶) پیش کیا ہے تا کہ اسے ''پین اسلامک سازش'' کے
ثبوت کے طور پر مہیا کیا جا سکے

۵۵: کیا میں ڈاکٹر تھامپسن سے یہ کہہ سکتا ہوں کیا میں ڈاکٹر تھامپس کو یہ بتا سکتا ہوں
(ص ۲۴۷)

۵۶: اور تاثیر صاحب کو سلام کہیے (ص ۲۵۱ ؟؟) اور تاثیر صاحب سے سلام کہیے

۵۷: ایڈیشن کی دو دو کاپیاں ارسال کرنے کو ایڈیشن کی دو کاپیاں ارسال کرنے کو
......(۲۷۸)

۵۸: پروفیسر ہیل اس کا جرمنی ترجمہ کریں گے پروفیسر ہیل اس کا جرمن ترجمہ کریں گے
(ص ۲۷۸)

۵۹: ''یورپ میں دکنی مخطوطات'' کا نسخہ.....ص '' یورپ میں دکھنی مخطوطات '' کا نسخہ
(۲۸۰)

۶۰: بہت سی کتب کے صحیح ایڈیشنوں کا چھپنا باقی ہے بہت سی کتابوں کے صحیح ایڈیشنوں کا چھپنا باقی ہے
ص (۲۸۰)

۶۱: وہ بھی ہندو مسلمانوں کی صلح کے خاطر ......(۲۹۰) وہ بھی ہندو مسلمانوں کی صلح کی خاطر

۶۲: مسٹر پنڈت للت ان سے ملے تھے (ص ؟) مسٹر للت ان سے ملے تھے ۔

۶۳: مسٹر للت کے خط کو شائع کرنا چاہیے (۲۹۱) مسٹر للت کے خط کو شائع کر دینا چاہیے۔

۶۴: یورپ کے متعلق جب کوئی قطعی فیصلہ ہوگیا یورپ کے متعلق جب قطعی فیصلہ ہو گیا
(ص ۲۹۹)

۶۵: اس لیے کہ اسلام کی نعمت سے خود مسلمان افسوس کہ اسلام کی نعمت سے خود مسلمان محروم ہے۔
محروم ہے۔(ص ۲۹۹)

۶۶: اسلام کی خدمت خود فطرت کا کارنامہ ہوگی۔ اسلام کی یہ خدمت خود فطرت کا کارنامہ ہو گی ۔
(ص ۲۹۹)

۶۷: اگر یہ مرحلہ طے ہو گیا تو امید کامل ہے کہ کوئی اگر یہ مرحلہ طے ہو گیا تو امید کامل ہے کوئی اچھی
اچھی صورت نکل سکے (۲۹۹) صورت نکل سکے ۔

۶۸: یہ پڑھ کر کہ ''پیام مشرق'' اور ''زبور عجم'' آپ کو ۶۸: یہ پڑھ کر کہ ''پیام مشرق'' اور ''زبور عجم'' کی طرح
پسند آئی ہیں اور ان کی فارسی بھی معیاری ہے آپ کو پسند آئی ہے اور اس کی فارسی بھی معیاری ہے
(ص ۳۰۳)

۶۹: اردو اخبارات نے بھی اس کی اشاعت میں حصہ مقامی مسلم اخبارات نے بھی اس کی اشاعت میں
لیا ہے ص (۳۰۳) حصہ لیا ہے ۔

۷۰: طباعت کی بے شمار غلطیوں کے لیے معذرت طباعت کی متعدد (۷) غلطیوں کے لیے معذرت
قبول فرمائیں۔(ص ۳۲۴) قبول فرمائیں۔

۷۱: اسلام کے تہذیبی پہلو پر تعلیم یافتہ حضرات توجہ اسلام کے ثقافتی پہلو پر تعلیم یافتہ حضرات توجہ کر رہے
کر رہے ہیں (ص ۳۲۵) ہیں۔

۷۲: لاہور، ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء (ص ۳۲۷) لاہور ۶ مارچ ۱۹۳۳ء

۷۳: آپ کو تعلیم نسواں اسلام کے متعلق ...... آپ کو تعلیم نسواں اسلام کے متعلق ......
(ص ۳۳۱)

۷۴: لیکن طارق سے متعلق اشعر بالخصوص دلگداز ہیں سیول Seville سے متعلق اشعار بالخصوص دل گداز
(ص ۳۳۳) ہیں ۔

۷۵: ڈیئر نیازی صاحب (۳۳۴) ڈیئر نیازی

۷۶: مومن کی شان یہی ہے کہ راضی برضائے الٰہی مومن کی شان یہی ہے کہ راضی برضائے الٰہی رہے۔
ہے۔(ص ۳۳۴)

www.iqbalcyberlibrary.net

۷۷: سرٹیفکیٹ مطلوبہ مرسل ہے (ص ۳۳۹) سارٹیفکاٹ مطلوبہ مرسل ہے۔

۷۸: اسلامی معاشیات کی روح یہ ہے کہ سرمائے کی اسلامی معاشیات کی روح یہ ہے کہ بڑے سرمایے کی بڑی مقدار میں اضافے کو ناممکن بنا دیا جائے افزائش کو ناممکن بنا دیا جائے۔ (ص ۳۴۶)

۷۹: مسولینی اور ہٹلر کا اندازہ فکر بھی یہی تھا مسولینی اور ہٹلر کا انداز فکر بھی یہی ہے۔ (ص ۳۴۶)

۸۰: ......وہ بھی پڑھ لیجیے (ص ۳۴۶) ...... اسے بھی پڑھ لیجیے۔

۸۱: آپ کے میموریل کے بارے میں مجھے کوئی آپ کے میموریل کے بارے میں مجھے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں (ص) اطلاع نہیں۔

۸۲: آپ کو صحیح حالات معلوم نہیں (ص ۳۴۹) مجھے گمان ہے کہ آپ کو صحیح حالات معلوم نہیں۔

۸۳: وہ وسط اکتوبر تک ہندوستان تشریف نہ لائیں وہ کم از کم وسط اکتوبر تک ہندوستان تشریف نہ لائیں۔ (ص ۳۴۹)

۸۴: جو کچھ (مولانا) شوکت علی میرے بارے میں جو کچھ (مولانا) شوکت علی میرے بارے میں کہتے کہتے ہیں وہ ان کا حسن ظن ہے (ص ۳۴۹) ہیں وہ یقیناً ایک اعزاز ہے۔

۸۵: میرے انگلستان نہ (جا) سکنے کے متعلق ...... میرے انگلستان نہ جا سکنے کے متعلق ...... (ص ۳۵۱)

۸۶: آپ کے توصیفی کمالات کے لیے بے حد شکر گزار آپ کے توصیفی کلمات کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ ہوں (ص ۳۵۱)

۸۷: رہوڈز لیکچر ز دینے کی دعوت میرے لیے صد رہوڈز لیکچر دینے کی دعوت میرے لیے باعث افتخار افتخار ہے (۳۵۷) ہے۔

۸۸: آپ شعر و سخن میں اپنا وقت عزیز ضرور صرف آپ شعر و سخن میں اپنا وقت عزیز صرف نہ کریں کریں۔ (ص ۳۵۷)

۸۹: آپ کے مصر جانے کے متعلق میں شیخ الجامعہ آپ کے مصر جانے کے متعلق میں شیخ الجامعہ

www.iqbalcyberlibrary.net

ازہر کولکھ سکتا ہوں (۳۵۹) اظہر (کذا) کو لکھ سکتا ہوں ۔

۹۰: آپ شعروشاعری کا مشغلہ ترک نہ کردیں۔ آپ شعر و شاعری کا مشغلہ ترک کر دیں ۔
(ص ۳۶۰)

۹۱: اس خط کے جواب آنے پر......(ص ۳۶۲) اس خط کا جواب آنے پر......

۹۲: حضرت محی الدین ابن عربی کے فتوحات...... حضرت محی الدین ابن عربی کی فتوحات......
(ص ۳۶۷)

۹۳: امید کہ مزاج بخیر وعافیت ہوگا (ص ۳۶۸) امید کہ جناب کا مزاج بخیر و عافیت ہو گا۔

۹۴: نورالاسلام کا عربی رسالہ بابت مکان جورامپور نور الاسلام کا عربی (کذا) رسالہ بابت مکان جو
میں ہے، کس زبان میں ہے؟ (ص ۳۸۱) رامپور میں ہے ، کس زبان میں ہے ؟

۹۵: محب اللہ بہاریؒ کی جواہر الفرد کہاں سے ملے گی۔ محب اللہ بہاریؒ کی جوہر الفرد کہاں سے ملے گی۔
(ص ۳۸۳)

۹۶: ......آپ کی توجہ اس طرف منعطف کراؤں آپ کی توجہ اس طرف منعطف کروں ۔
(ص ۳۸۹)

۹۷: اور مجھے ان کا پہلے علم ہوتا تو (ص ۳۹۱) اور اگر مجھے ان کا پہلے علم ہوتا تو......

۹۸: لیکن میں نے انکار کردیا۔ ص (۳۸۱) ......مگر میں نے انکار کر دیا ......

۹۹: رہا علماء کے اختلاف کی وجہ سے (ص ۳۹۱) ......علماء کے اختلاف کی وجہ سے ......

۱۰۰: شمال مغربی ہندوستان میں ایک اصلاحی ریاست شمال مغربی ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست
پیدا کی جائے (ص ۳۹۲) پید اکی جائے ۔

۱۰۱: ان کا اختلاف عامتہ المسلمین سے بھی زیادہ ہے ان کا اختلاف عامہ مسلمین سے بھی زیادہ ہے۔
(ص ۳۹۲)

۱۰۲: ؟؟؟ ہے (ص ۳۹۳) منصب پرست مسلمانوں سے بھی زیادہ مضر ہے۔
؟؟؟؟

۱۰۳: شفیع داؤدی اور سید ذاکر علی صاحب (ص ۳۹۲) شفیع داؤدی اور سید ذاکر علی صاحب......

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۰۴: پہلے آپ کو خط لکھ چکا تھا (۳۹۳) پہلے آپ کو ایک خط لکھ چکا تھا۔

۱۰۵: اگر تردید کر دی تو جلسے والے ناراض ہوتے ہیں اگر تردید کروں تو جلسے والے ناراض ہوتے ہیں

(ص۳۹۴)

۱۰۶: قونصل جنرل صاحب کی خدمت قنصل جنرل صاحب کی خدمت میں ......

۱۰۷: مولوی سید برکات احمد صاحب کا رسالہ مولوی سید برکات احمد کا رسالہ ......

(ص۳۹۴)

۱۰۸: کوئی پیام بھیجنے کا قصد بھی نہ تھا (ص۳۹۸) کوئی پیغام بھیجنے کا قصد بھی نہ تھا ۔

۱۰۹: زیر اہتمام انجمن حمایت الاسلام (ص۴۰۰) ......زیر اہتمام انجمن حمایت اسلام......

۱۱۰: آج قونصل صاحب کو (۴۰۴) آج قنصل صاحب کو ......

۱۱۱: پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو (۴۰۴) پاسپورٹ حاصل سہولت ہو (کذا)

۱۱۲: قونصل صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھ دیا قنصل صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھ دیا کہ

ہے کہ آپ کا پاسپورٹ جلدل جائے مجھے امید ہے کہ آپ کے پاسپورٹ جلدل جائیں ۔ مجھے امید کہ جلد

جلدل جائے گا۔(ص۴۰۹) ل جائیں گے

۱۱۳: ۲۱ کی صبح کو کابل روانہ ہوں (ص۴۱۳) ۲۱ کی صبح کو کابل کو روانہ ہوں ۔

۱۱۴: سید راس مسعود ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں گے سید راس مسعود ۱۹ کی شام کو یہاں پہنچ جائیں گے

(ص۴۱۳)

۱۱۵: ۲۰ کی صبح کے میل ٹرین (۴۱۳) ۲۰ کی صبح کی میل ٹرین ......

۱۱۶: قونصل جنرل صاحب کو بھی آپ تار دے دیں قنصل جنرال صاحب کو بھی آپ تار دے دیں ۔

(ص۴۱۶)

۱۱۷: قونصل جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں قنصل جنرال کو بذریعہ تار مطلع کر دیں

(ص۴۱۶)

۱۱۸: ابھی یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ ۲۴ میں جاؤں گا یا ۲۵ ابھی یقیناً نہیں کہہ سکتا کہ ۳۴ء میں جاؤں گا یا ۳۵ء میں

میں (۴۱۹) ۸) (

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۱۹: ان کوسن کر صدیقؓ اور فاروقؓ یاد آتے ہیں   ان کو سن کر صدیقؓ و فاروقؓ یاد آتے ہیں
(ص ۴۲۱)

۱۲۰: وہاں کے نوجوانوں میں اسلامی خیالات   وہاں کے نوجوانوں (میں) اسلامی خیالات ......
(ص ۴۲۱)

۱۲۱: یہ عریضہ حضرت محی الدین ابن عربی ......   یہ عریضہ حضرت محی الدین ابن العربی ......
(ص ۴۲۳)

۱۲۲: شاہ نادر کی شہادت کا قلق ہوا (ص ۴۲۳)   شاہ نادر کی شہادت سے قلق ہوا

۱۲۳: خدا تعالیٰ اپنی جوار رحمت میں جگہ دے   خدا تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے
(ص ۴۲۳)

۱۲۴: افغانستان میں امن و امان رہے گا (ص ۴۲۳)   افغانستان میں امن امان رہے گا

۱۲۵: امید ہے کہ آپ (ص ۴۲۵)   وہ امید کرتا ہے کہ آپ ......

۱۲۶: کے حق میں بڑا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں   ...... کے حق میں بڑا پروپوغندہ کر رہے ہیں
(ص ۴۲۶)

۱۲۷: جس موضوع پر میں لکھنا چاہتا ہوں وہ "مسلم فکر میں تصور مکان و زمان" ہے (ص ۴۲۹)   جس موضوع پر میں لکھنا چاہتا ہوں وہ "مسلم فکری تاریخ میں تصور مکان و زمان" ہے

۱۲۸: جس کے ہر عنوان پر تین ماہ کی قلیل مدت میں بہت زیادہ ریسرچ کرنا ہوگی (ص ۴۳۰)   جس کے لیے تین ماہ کی قلیل مدت میں بہت زیادہ ریسرچ کرنا ہو گی

۱۲۹: جس روز وہ بیان شائع ہوا (ص ۴۳۱)   ...... جس روز وہ یہاں شائع ہوا۔

۱۳۰: "زمان و مکان فلسفۂ اسلام کی روشنی میں"   "زمان و مکان فلسفہ اسلام کی تاریخ میں"
(ص ۴۳۱)

۱۳۱: فی تحقیق المکان کی نقل رامپور کتب خانہ سے آ گئی ہے (ص ۴۳۱)   فی تحقیق المکان کی نقل رامپور کے کتب خانہ سے آ گئی ہے۔

۱۳۲: کیا انہوں نے مکان پر بھی کچھ بحث کی ہے   کیا انہوں نے مکان پر بھی کہیں بحث کی ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۴۳۴)

۱۳۳: جواب جہاں تک ہو جلد مانگتا ہوں جواب جہاں تک ممکن ہو جلد مانگتا ہوں

(ص ۴۳۴)

۱۳۴: یہ خط جامعہ کی طرف سے ہے (ص ۴۳۷) یہ خط جامعہ ملیہ کی طرف سے ہے (۹)

۱۳۵: یہ ادق موضوع ہے اور ایسے مخطوطات کی مدد سے یہ ادق موضوع ہے اور بعض ایسے مخطوطات پر اچھی

جن میں کم از کم بعض ابھی تک عدم پتہ ہیں، کافی تفتیش خاصی تحقیق کا متقاضی ہے جن میں کچھ تو بہر حال پردۂ

و تحقیق کا طالب ہے۔ (ص ۴۳۹) خفا میں ہیں ۔

۱۳۶: روڈز خطبات کے ٹرسٹیان ۔۔ ۱۹۳۵ء کے موسم روڈز خطبات کے ٹرسٹیان ۔۔ ۱۹۳۵ء کے موسم

سرما میں ان خطبات کے دینے کی اجازت دیں سکیں گرما میں ان خطبات کے دینے کی اجازت دیں سکیں

گے (ص ۴۳۹) گے ۔

۱۳۷: ان خطبات کے علاوہ جن کا میں نے ذمہ لے لیا ان خطبات کے علاوہ جن کا میں نے ذمہ لے لیا

، آکسفورڈ میں اور کوئی لیکچر نہیں دینا چاہتا (ص ۴۳۹) ہے، آکسفورڈ میں اور کوئی پبلک لیکچر نہیں دینا چاہتا

۔

(۱۰)

۱۳۸: نہ میں نے وہ لیٹر دیکھا ہے (۴۴۰) نہ میں نے وہ لیڈر دیکھا ہے ......

۱۳۹: یہ بہت سی باتیں جو ان کے بیان میں ہیں بہت سی باتیں جو ان کے بیان میں ہیں

(۴۴۰)

۱۴۰: پنڈت جواہر لعل اب کشتی کے ناخدا ہیں اب سیادت پنڈت نہرو کے ہاتھ میں ہے ۔

(ص ۴۴۳)

۱۴۱: تاریخ پیشی جموں میں ۱۳ فروری مقرر ہوئی ہے۔ : تاریخ پیشی جموں میں ۱۳ فروری ۱۹۳۴ء مقرر

ہوئی

(ص ۴۴۶) ہے ۔

۱۴۲: مخلص محمد اقبال (۴۴۶) شکریے کے ساتھ ۔ مخلص ! محمد اقبال

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۴۳: براہ راست خط و کتابت مفید ہوگی (ص ۴۴۷) براہ راست رابطہ مفید رہے گا۔

۱۴۴: تہذیب وتمدن (بالخصوص یورپ میں) بھی تہذیب وتمدن (بالخصوص یورپ میں) بھی

حالت نزاع میں ہے (۴۴۹) حالت نزع میں ہے

۱۴۵: ناموں سے آگاہ فرمایئے (۴۴۹) ناموں سے آگاہ فرمائیں۔

۱۴۶: ان کے نام پبلشر وغیرہ لکھ دیجیے۔ (ص ۴۵۱) ان کے نام پبلشر وغیرہ لکھ بھیجیے۔

۱۴۷: آپ کی ہمت ومستعدی لائق صد ہزار داد آپ کی ہمت ومستعدی لائق حد درجہ لائق ستائش ہے

ستائش ہے (ص ۴۵۲)

۱۴۸: تکلیف کے لیے دوبارہ شکریہ عرض کرتا ہوں

(ص ۴۵۳)

۱۴۹: نیز زمانہ حال کا کوئی امیر بھی کسی امر کی نسبت ایسا نیز زمانہ حال کا کوئی امیر بھی کسی امر کی نسبت ایسا

فیصلہ کرنے کا مجاز ہے؟ (ص ۴۵۵) فیصلہ کرنے کا مجاز ہے ؟

۱۵۰: میں ایسا ہی ایک خیال فارسی میں تحریر کرتا ہوں میں ایک ایسے ہی خیال کی نشاندہی فارسی میں کرتا

ہوں

(۱۱)(ص ۴۶۰)

۱۵۱: مالکیوں اور حنفیوں اور شیعوں میں (ص ۴۶۰) مگر مالکیوں اور حنفیوں اور شیعوں میں ......

۱۵۲: افغانی تعلیمی بورڈ کے ممبر (ص ۴۶۲) افغان تعلیمی بورڈ کے ممبر ......

۱۵۳: سرور خاں کے خطوط بھی آئے تھے (ص ۴۶۲) سرور خاں کے خطوط مجھے بھی آئے تھے

۱۵۴: ان کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں ان کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

(ص ۴۶۴)

۱۵۵: سیاسی نظریات کے جدید میلانات سے واقف سیاسی نظریات کے جدید اسالیب سے واقف

نظر آتے

نظر آتے ہیں (ص ۴۶۴) ہیں

۔

۱۵۶: چودھری ظفر اللہ خاں کیوں کر اور کس کی دعوت پر :چودھری ظفر اللہ خاں کیوں کر اور کس کی دعوت پر

www.iqbalcyberlibrary.net

وہاں جارہے ہیں۔(ص ۴۶۶) مقدمے کی پیروی کرنے وہاں جا رہے ہیں ۔

۱۵۷: شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگوں کی دعوت جو ابھی

تا دیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں (ص ۴۶۶) تک تادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں (۱۲)

۱۵۸: اور نہ ہی اس قسم کے اجتماعات میں شمولیت پسند اور نہ ہی اس قسم کے اجتماعات میں کبھی شمولیت

پسند

کرتا ہوں (ص ۴۶۷) کرتا ہوں

۱۵۹: من راقم (ص ۴۶۸) راقم

۱۶۰: فقط (ص ۴۷۰) X

۱۶۱: محمد اقبال (ص ۴۷۰) والسلام! محمد اقبال

۱۶۲: ڈاکٹر اپنی سے حل نہ سکا (۴۷۰) ڈاکٹر وہی سے حل نہ سکا (۱۳)

۱۶۳: میرے خیال میں یہ ایک سنجیدہ غلطی ہے میرے خیال میں یہ ایک بڑی غلطی ہے (۴۷۲)

۱۶۴: آپ مجھے ''نظریہ پاکستان'' کا حامی قرار دیتے آپ مجھے ''پاکستان سکیم'' کا حامی قرار دیتے ہیں ہیں (۱۵)(۴۷۲)

۱۶۵: مگر اب (۱۶) پاکستان میرا منصوبہ نہیں ہے ۱۶۵: مگر ''سکیم پاکستان ''میرا منصوبہ نہیں ہے (ص ۴۷۲)

۱۶۶: میرے منصوبے کی مطابق (ص ۴۷۲) میرے منصوبے کے مطابق

۱۶۷: جب کہ ''نظریہ پاکستان'' میں (ص ۴۷۲) جب کہ ''پاکستان سکیم'' میرا منصوبہ نہیں ہے

۱۶۸: ہندوستان کے شمال ومغرب کے مسلم صوبوں ......ہندوستان کے شمال مغرب کے مسلم صوبوں ......

(ص ۴۷۴)

۱۶۹: میں ان تقاریر کے کلیدی نکات کے پرچے بھی میں نے ان تقاریر کے نکات بھی نہیں لکھے تھے ۔ محفوظ نہ رکھ سکا (ص ۴۶۸)

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۷۰: آپ اور نیازی صاحب ، دونوں شریک یا ملازمت کی حیثیت سے تصنیف و تالیف کا کام کریں (ص ۴۷۹)	آپ اور نیازی صاحب دونوں شریک یا ملازم کی حیثیت سے تصنیف و تالیف کا کام کریں
۱۷۱: اس کے لیے سرمایہ کی ضرورت ہے (ص ۴۷۹)	اس کے لیے سرمایہ (۱۵) کی ضرورت ہے
۱۷۲: بہر حال اگر کسی جگہ کوئی کام ، جو آپ کے لائق ملنے کا امکان ہو (۴۷۹)	بہر حال اگر کسی جگہ کوئی کام جو آپ کے لائق ہو ، ملنے کا امکان ہو
۱۷۳: فقط (۴۸۵)	والسلام
۱۷۴: فی الحال آپ صرف مجموعہ نظم اردو ترجمہ لیکچرز کے لیے ہی شرائط طے کریں (ص ۴۸۶)	فی الحال آپ صرف مجموعہ نظم اردو ترجمہ لیکچرز کے لیے ہی شرائط طے کریں ۔
۱۷۵: فی الحال جو کام درپیش ہے اس تک محدود رہنا چاہیے (ص ۴۸۶)	فی الحال جو کام درپیش اس تک محدود رہنا چاہیے
۱۷۶: آپ معلوم کریں کہ ان دو کتب کے متعلق ان کی ٹرمز کیا ہیں (۴۸۶)	آپ معلوم کریں کہ ان دو کتب کے متعلق ان کے ٹرمز کیا ہیں
۱۷۷: اور اگر صفحات زیادہ ہوں تو زیادہ (ص ۴۸۶)	اور اگر صفحات زیادہ ہوں گے تو زیادہ
۱۷۸: آپ خود نگرانی کریں گے اور بھی اچھا ہے (ص ۴۸۶)	آپ خود نگرانی کریں گے اور بھی اچھا ۔
۱۷۹: حکیم نابینا صاحب کی خدمت میں پھر میری طرف سے حاضر ہوں (ص ۴۸۹)	حکیم نابینا صاحب کی خدمت میں بھی میری طرف سے حاضر ہوں
۱۸۰: بیماری کے حالات عرض کر دیں (ص ۴۸۹)	بیماری کے حالات عرض کریں
۱۸۱: چار ماہ تک علاج ہوا مگر کچھ خاص فائدہ اس سے نہیں ہوا (ص ۴۸۹)	چار ماہ تک علاج ہوا ، کچھ خاص فائدہ اس سے نہیں ہوا
۱۸۲: حکیم صاحب کو خود ہی معلوم ہے (ص ۴۸۹)	حکیم صاحب کو خود بھی معلوم ہے ۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۸۳: چھاتی وغیرہ کی اکس ریز X-Ray فوٹو لیے گئے ص (۴۹۱)	......چھاتی وغیرہ کی اکس ریز X-Ray فوٹو لیے گئے ہیں۔
۱۸۴: جس کے لیے دباؤ سے ووکل کارڈ Vocal Chord متاثر ہوتی ہے (ص ۴۹۱)	جس کے لیے دباؤ سے ووکل کارڈ Vocal Cord متاثر ہوئی ہے۔
۱۸۵: یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس Growth کا اثر پھیپھڑوں پر نہ (۱۸) پڑے ص (۴۹۱)	یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس Growth کا اثر پھیپھڑوں پر پڑے۔
۱۸۶: ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ظاہر ہے کہ معاملہ پیچیدہ ہے (ص ۴۹۱)	ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ظاہر (ہے) کہ معاملہ کس قدر پیچیدہ ہے۔
۱۸۷: حکیم صاحب سے مشورہ کیے بغیر یورپ نہ جاؤں گا (ص ۴۹۱)	: حکیم صاحب سے مشورہ لیے بغیر یورپ نہ جاؤں گا
۱۸۸: اقبال (ص ۴۹۴)	ہمیشہ آپ کا ، اقبال
۱۸۹: اور دوسری دفعہ پھر انگلی سے خون لیا گیا (۴۹۵)	دوسری دفعہ پھر انگلی سے خون لیا گیا۔
۱۹۰: جس کا نتیجہ یہ تھا (۴۹۵)	جس کا تجزیہ یہ ہے۔
۱۹۱: حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے (ص ۴۹۵	: حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجے
۱۹۲: فوراً مطلع کر دیں (۴۹۷	فوراً مطلع کریں۔
۱۹۳: شام کو صرف نمکین چائے یا کھیر دلیا مع دودھ (ص ۴۹۷	شام کو صرف نمکین چائے یا کبھی دلیا مع دودھ
۱۹۴: ان کے مطابق آئندہ عمل کروں گا (ص ۴۹۷)	ان کے مطابق آئندہ عمل ہو گا۔
۱۹۵: یہ بھی تحریر فرمائیں کہ آیا استعمال کیا جائے یا نہ (ص ۴۹۷	یہ بھی تحریر فرمائیں کہ آیا اس کا استعمال کیا جائے یا نہ
۱۹۶: حکیم صاحب اور اپنے امریکی دوست سے دریافت کریں۔ (ص ۴۹۷	حکیم صاحب اور اپنے امریکن دوست سے دریافت کریں

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۹۷: کہتے ہیں ایکس رے ایکسپوزر سے یہ گروتھ (ص ۴۹۷)	کہتے ہیں کہ ایکس رے ایکسپوزر سے یہ گروتھ.....
۱۹۸: ویانا (آسٹریا) یا لندن جانا چاہیے (ص ۵۰۰)	ویانا (آسٹریا) یا لنڈن جانا چاہیے
۱۹۹: اصلی علت بیماری کی سی ہے (۵۰۲)	اصلی علت بیماری کی یہی (؟) ہے ۔
۲۰۰: میرا ارادہ صرف ایک روز آنے کا ہے (ص ۵۰۴)	میرا ارادہ صرف ایک روز کے لیے آنے کا ہے ۔
۲۰۱: قیام ضروری ہے تو قیام کا بندوبست کر لوں گا (ص ۵۰۴)	قیام ضروری ہے تو پھر قیام کا بندوبست کر لوں گا ۔
۲۰۲: باقی میری تمام صحت اس وقت تک خدا کے فضل اچھی ہے (۵۰۴)	۲: باقی میری تمام صحت اس وقت تک خدا کے فضل سے اچھی ہے ۔
۲۰۳: وہاں قیام کرنے کے متعلق کیا ہدایت ہے (ص ۵۰۶)	وہاں چند روز قیام کرنے کے متعلق کیا ہدایت ہے ۔
۲۰۴: صبح دوائی نہار کھانی پڑتی ہے (۵۰۶)	صبح دوائی نہارمنہ کھانی پڑتی ہے ۔
۲۰۵: کس سے پرہیز کیاجائے (۵۰۶)	کس سے پرہیز کی جائے ۔ (۱۹)
۲۰۶: اس سے تھوڑے عرصے بعد پھر ناشتے کے ساتھ (۵۰۶)	اس کے تھوڑے عرصے بعد ناشتے کے ساتھ
۲۰۷: جو گفتگو ہو اس سے جلد مطلع کریں (ص ۵۰۸)	جو گفتگو ہو اس سے بھی جلد مطلع کریں ۔
۲۰۸: مجھے احساس ہے (۵۱۰)	مجھے ایسا احساس ہے ۔
۲۰۹: اگر آسانی کے ساتھ اندر منجمد ہو کر نکل جائے (ص ۵۱۰)	اگر آسانی کے ساتھ منجمد ہو کر نکل جائے
۲۱۰: ان دنوں میں آواز میں فرق ضرور آیا ہے (ص ۵۱۰)	ان چھ دنوں میں آواز میں فرق ضرور آیا ہے ۔
۲۱۱: مگر ایسانہیں کہ جس کو سب لوگ نوٹ کرسکیں	مگر ایسا نمایاں نہیں جس کو سب لوگ فوراً نوٹ کرسکیں

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص۵۱۰)	
۲۱۲: گلابی رنگ کی گولی حکیم صاحب نے ریح کے لیے دی تھی (ص ۵۱۰)	گلابی رنگ کی گولی حکیم صاحب نے کسر ریاح کے لیے دی تھی ۔
۲۱۳: میں شکایت کی تھی ریح جمع ہو کر تکلیف دیتی ہے (ص ۵۱۰)	میں شکایت کی تھی کہ ریح جمع ہو کر تکلیف دیتی ہے
۲۱۴: دو چار روز کے بعد استعمال سے شکایت (ص۵۱۰)	دو چار روز کے استعمال سے شکایت ......
۲۱۵: دو چار دن کے لیے ٹال دیا ہے (ص۵۱۰)	دو چار روز کے لیے ٹال دیا ہے ۔
۲۱۶: انسانی ضمیر کے اندر (ص ۵۱۱)	انسانی ضمیر وں کے اندر
۲۱۷: اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ میری بیماری میں (ص ۵۱۱)	اس سے پتہ چلتا ہے بعض لوگ میری بیماری میں......
۲۱۸: اس سے زیادہ طاقتور دوا ہو تو اور بھی اچھا ہے (ص ۵۱۱)	اس سے زیادہ طاقتور دوا ہو تو اور بھی اچھا ......
۲۱۹: حکیم صاحب اوقات خاص میں مجھے بھی یاد رکھیں (ص ۵۱۳)	: حکیم صاحب کی خدمت میں یہ بھی عرض کریں کہ اوقات خاص میں مجھے بھی یاد رکھیں
۲۲۰: میری مجموعی صحت بہت اچھی ہے (ص۵۱۴)	میری عمومی صحت بہت اچھی ہے
۲۲۱: چوزہ کا گوشت کھایا ہے (ص ۵۱۴)	آج چوزہ کا گوشت کھایا ہے ۔
۲۲۲: حکیم صاحب فرماتے تھے (۵۱۶)	حکیم صاحب فرماتے ہیں ۔
۲۲۳: تا کہ آئندہ پروگرام وضع کر سکوں (ص ۵۱۶)	تا کہ میں آئندہ پروگرام وضع کر سکوں ۔
۲۲۴: سرودے ، نالہ آہے نغانے (ص ۵۱۶)	سرودے نالۂ آہ و نغانے (کذا)
۲۲۵: کتابت اور طباعت کا انتظام (۵۱۸)	کتابت و طباعت کا انتظام
۲۲۶: جو باتیں حکیم صاحب سے پوچھ کر لکھنی ہیں (ص ۵۲۳)	جو باتیں حکیم صاحب سے پوچھ کر لکھنی ہیں ۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۲۷: دوائی تو دہلی ہی میں شروع کر دی تھی (ص ۵۲۳)	دوائی تو وہیں دہلی ہی میں شروع کر دی تھی ۔
۲۲۸: حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کی دیں (ص ۵۲۳)	حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجئے
۲۲۹: طلوع آفتاب و غروب آفتاب کے وقت حالت کچھ بہتر نہیں ہوتی ۔ (ص ۵۲۵)	طلوع آفتاب و غروب آفتاب کے وقت حالت کچھ اچھی نہیں ہوتی ۔
۲۳۰: گلے کے دونوں اطراف جونک لگوانی چاہیے (ص ۲۲۵)	گلے کے دونوں طرف جونک لگوانی چاہیے
۲۳۱: پبلشرز کے متعلق آپ نے ابھی تک (ص ۵۲۵)	پبلشر کے متعلق آپ نے ابھی تک
۲۳۲: پہلے ہفتے سے ترقی میں (ص ۵۲۷)	پہلے ہفتے کی ترقی میں ۔
۲۳۳: بلکہ ترقی معکوس میں ہوئی (ص ۵۲۷)	بلکہ کچھ ترقی معکوس ہی ہوئی
۲۳۴: ان کے وجوہ جہاں تک سوچ سکتا ہوں (ص ۵۲۷)	اس کے وجوہ جہاں تک میں سوچ سکتا ہوں
۲۳۵: حکیم صاحب سے دریافت کریں اور مجھے فوراً اطلاع دیں (ص ۵۲۷)	حکیم صاحب سے دریافت کر کے مجھے فوراً مطلع کریں
۲۳۶: ان کا جواب بھی دیں (ص ۵۲۷)	ان کے جواب بھی دیجئے ۔
۲۳۷: مجھے فوراً جواب دیں (ص ۵۲۷)	مجھے فوراً جواب دے دیجئے
۲۳۸: مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ بیمار ہو گئے ہوں (ص ۵۲۹)	مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ بیمار نہ ہو گئے ہوں
۲۳۹: کل سلامت اللہ شاہ صاحب سے معلوم ہوا (ص ۵۲۹)	مگر سلامت اللہ شاہ صاحب سے معلوم ہوا۔
۲۴۰: کئی باتیں حکیم صاحب سے کرنے کی تھیں	: کئی باتیں حکیم صاحب قبلہ سے دریافت کرنے کی تھیں

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص۵۲۹)

۲۴۱: اس ہفتے کی ترقی پر (ص ۵۲۹)	اس پہلے ہفتے کی ترقی پر ......
۲۴۲: تیسرے ہفتے میں اس فائدہ میں (ص ۵۲۹)	تیسرے ہفتے میں اس فائدے میں ۔
۲۴۳: اس کا اثر بھی گلے پر اچھا نہیں پڑا (ص۵۲۹)	اس کا اثر بھی گلے پر اچھا نہیں پڑتا ۔
۲۴۴: ا س کا بھی اہتمام ہو جائے (ص ۵۲۹)	ا س کا اہتمام بھی ہو جائے ۔
۲۴۵: کابل و قندھار کی خشک انجیر مل سکے گی (ص ۵۳۱)	تاہم قندھار کی خشک انجیر مل سکے گی ۔
۲۴۶: آج میں نے رجسٹرڈ خط آپ کو لکھا ہے (ص ۵۳۱)	آج میں نے رجسٹرڈ (خط) آپ کو لکھا ہے ۔
۲۴۷: انشاء اللہ کل سے استعمال شروع ہو گا (ص ۵۳۴)	انشاء اللہ کل سے دوا استعمال شروع ہو گا ۔
۲۴۸: آپ کا خط مل گیا ہے (ص ۵۳۴)	آپ کا خط آج مل گیا ہے۔
۲۴۹: الحمدللہ خیریت ہے (ص ۵۳۴)	الحمدللہ کہ خیریت ہے
۲۵۰: امید ہے کہ فائدہ ہو گا (ص ۵۳۴)	امید کہ فائدہ ہو گا ۔
۲۵۱: صحت مجموعی بہت اچھی ہے ۔ (ص ۵۳۴)	صحت عموی بہت اچھی ہے ۔
۲۵۲: آپ کھانے پینے کی چیزوں کے مفصل ہدایات حاصل کریں (ص ۵۳۴)	آپ کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق حکیم صاحب سے مفصل ہدایات حاصل کریں ۔
۲۵۳: کوئی ایسی دوا ڈال دیں (ص ۵۳۵)	کوئی ایسی دوا بھی ڈال دیں ۔
۲۵۴: ہم نے جو خواب تمہارے اور شکیب ارسلان کے متعلق دیکھا ہے (ص ۵۳۵)	ہم نے جو خواب تمہارے اور امیر شکیب ارسلان کے متعلق دیکھا ہے۔
۲۵۵: معلوم نہیں ہو سکا کون ہے (ص ۲۳۵)	معلوم نہیں ہو سکا کہ کون ہے
۲۵۶: اسے حضرت کے مزار لے جاؤں گا (ص۵۳۵)	اسے حضرت کے مزار پر لے جاؤں گا

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۵۷: تا کہ یہ عہد پورا ہو جائے (ص ۵۳۵)	تا کہ یہ عہد بھی پورا ہو جائے ۔
۲۵۸: منشی طاہر الدین اور علی بخش ہمراہ ہوں گے (ص ۵۳۵)	منشی طاہر دین اور علی بخش بھی ہمراہ ہوں گے
۲۵۹: غرضیکہ ہفتہ کے دن (ص ۵۳۸)	غرض کہ ہفتہ کے دن ۔
۲۶۰: دوا روانہ کر وا دیں (ص ۵۳۸)	دوا روانہ کرا دیں
۲۶۱: اس کو کھاتے ہوئے چار روز ہو گئے ہیں، یہ پانچواں دن ہے (ص ۵۳۸)	اس کو کھاتے ہوئے چار روز ہو گئے ہیں آج پانچواں دن ہے
۲۶۲: ناشتہ کے ساتھ کھائی جاتی ہے (ص۵۳۸)	ناشتہ کے ساتھ کھائی جائے ہے ۔
۲۶۳: مجھ کو مطلع فرمائیں (۵۳۸)	مجھے مطلع فرمائیں ۔
۲۶۴: الحمد للہ خیریت ہے (۵۴۰)	الحمد للہ کہ خیریت ہے
۲۶۵: جولائی کے آخر میں آئیں گے ۔ (ص ۵۴۰)	جولائی کے آخر میں میسر آئیں گے ۔
۲۶۶: یہ شہر فرخ سیر کے زمانے میں بحال تھا (ص ۵۴۰)	یہ شہر فرخ سیر کے زمانے تک بحال تھا
۲۶۷: موجودہ لاہور سے آبادی وسعت کے لحاظ سے دگنا تھا (ص ۵۴۰)	موجودہ لاہور سے آبادی و وسعت کے لحاظ سے دگنا تھا ۔
۲۶۸: ڈاکٹر کرم کی دفعتہً تبدیلی ہو گئی ہے (ص ۵۴۳)	ڈاکٹر کوم کی دفعتہً تبدیلی ہو گئی ہے
۲۶۹: سوموار کے روز Ray فوٹو پھر لیا جائے گا (ص ۵۴۴)	سوموار کے روز X- Ray فوٹو پھر لیا جائے گا ۔
۲۷۰: ڈاکٹر یار محمد خاں کل کہتے تھے (ص ۵۴۴)	ڈاکٹر یار محمد خاں کل یہ کہتے تھے
۲۷۱: کیونکہ یہ آپ کی صحت دیگر حالات سے مطابقت نہیں کھاتی ۔ (ص ۵۴۴)	کیونکہ یہ آپ کی صحت کے دیگر حالات سے مطابقت نہیں کھاتی ۔
۲۷۲: اگر شاہ رگ کا پھیلاؤ ہو (۵۴۴)	اگر شاہ رگ کا پھیلاؤ ہے ۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۷۳: تو پھر جیسا کہ اغلب ہے، کوئی دوا اس کو (ص ۵۴۴)	تو پھر جیسا کہ اغلب ہے تو کوئی دوا اس کو
۲۷۴: Radium یا Deep کا علاج ضروری ہے (ص ۵۴۴)	Radium یا X-Ray Deep کا علاج ضروری ہے
۲۷۵: غرضیکہ اس وقت (ص ۵۴۴)	غرضکہ اس وقت ۔
۲۷۶: اس سے مجھے مطلع کریں ۔ (ص ۵۴۴)	اس سے مجھے بھی مطلع کریں ۔
۲۷۷: نتیجہ آنے کے بعد مفصل لکھوں گا (ص ۵۴۴)	نتیجہ آنے کے بعد پھر مفصل لکھوں گا ۔
۲۷۸: ایک خط آج پھر لکھ رہا ہوں (ص ۵۴۷)	ایک خط آج ہی لکھ چکا ہوں ۔
۲۷۹: پچاس سال پرانی گل قند (ص ۵۴۷)	پچاس سال کی پرانی گل قند ۔
۲۸۰: ان سے پوچھیے کہ گل قند کے استعمال کے متعلق (ص ۵۴۷)	ان سے پوچھئے کہ وہ اس گل قند کے استعمال کے متعلق
۲۸۱: اگر مرچ سرخ، مسالہ، گوشت اور سبزی وغیرہ ڈالنا چاہیے یا نہ (ص ۵۴۷)	اگر مرچ (سرخ) مسالہ، گوشت اور سبزی وغیرہ میں ڈالا جائے یا نہ
۲۸۲: شہد Honey کے استعمال کے متعلق بھی ہدایات معلوم کیجیے (ص ۵۴۷)	شہد Honey کے استعمال کے متعلق بھی ہدایات حاصل کیجیے ۔
۲۸۳: X-Ray بدھ ہو گا (ص ۵۴۷)	X-Ray کل (بدھ) ہو گا۔
۲۸۴: آج اسے کھاتے ہوئے چار روز ہوئے ہیں (ص ۵۴۹)	آج اسے کھاتے ہوئے چار روز ہوتے ہیں
۲۸۵: ہفتہ ختم ہونے کے بعد پھر لکھوں گا (ص ۵۴۹)	ہفتہ ختم کرنے کے بعد پھر لکھوں گا ۔
۲۸۶: شکایت رفع نہیں ہوئی (ص ۵۴۹)	شکایت نئی دواؤں سے رفع نہیں ہوئی۔
۲۸۷: اس کے متعلق ہدایت کامل کر کے مجھے لکھیے (ص ۵۴۹)	اس کے متعلق ہدایت حاصل کر کے مجھے جلد لکھیے ۔
۲۸۸: یہ بات اب یقین ہو گئی کہ (ص ۵۴۹)	یہ بات اب یقینی ہو گئی کہ ......

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۸۹: یہ شاہ رگ کا پھیلاؤ تو خون کی سی مادوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے (ص ۵۴۹)	یہ شاہ رگ کا پھیلاؤ یا تو خون کے سی مادوں کی وجہ سے پیدا ہوتی (کذا) ہے
۲۹۰: یا بعض پہلوانوں اور گولوں کی (ص ۵۴۹)	یا بعض پہلوانوں اور گویوں کی
۲۹۱: اور اب تک اس پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی (ص ۵۵۱)	اور اب تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔
۲۹۲: پہلے لکھ چکا ہوں ٹیومر کی تھیوری خود ایکس رے نے بھی غلط ثابت کر دی ہے (ص ۵۵۱)	میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ٹیومر کی تھیوری خود ایکس رے نے ہی غلط ثابت کر دی ہے۔
۲۹۳: یہ ایک قسم کی Swelling ہے (ص ۵۵۱)	یہ بھی ایک قسم کا Swelling ہی ہے
۲۹۴: ڈاکٹر اب بھی کہتے ہیں کو ٹیومر نہیں ہے (ص ۵۵۱)	ڈاکٹر اب بھی کہتے ہیں کہ گو ٹیومر نہیں ہے۔
۲۹۵: دواؤں کے ذریعے روکنے کی کوشش کی جائے (ص ۵۵۲)	دواؤں کے ذریعے سے روکنے کی کوشش کی جائے۔
۲۹۶: تا کہ مجھے اطمینان ہو (۵۵۲)	تا مجھے اطمینان ہو۔
۲۹۷: ناشتہ ۷، ۸ کے درمیان کرتا ہوں (ص ۵۵۴)	ناشتہ ۷، ۸ کے درمیان کرلیتا ہوں۔
۲۹۸: ۱۱ بجے کھانا کھاتا ہوں ...... ع مگر تیتر کا ملنا اس موسم میں ناممکن ہے (ص ۵۵۴)	۱۱ بجے کھانا کھاتا ہوں۔ اس میں دوسرے تیسرے روز مرغ کا گوشت کھاتا ہوں مگر تیتر کا ملنا اس موسم میں ناممکن ہے
۲۹۹: مجھے اس سے کراہت آتی ہے (ص ۵۵۴)	مجھے اس سے بہت کراہت ہے۔
۳۰۰: تمام عمر میں کبھی ایسا نہیں (ص ۵۵۴)	تمام عمر میں نے کبھی ایسا نہیں۔
۳۰۱: ایک دو امور اور دریافت طلب ہیں (ص ۵۵۸)	ایک دو اور امور دریافت طلب ہیں۔
۳۰۲: ......ہدایت دی ہے گلے کے دونوں طرف...... (ص ۵۵۸)	ہدایت دی ہے کہ گلے کے دونوں طرف
۳۰۳: میں نے ان سب لیپ کے اجزاء دریافت کیے	میں نے ان سب لیپ کے اجزاء دریافت کیے۔

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۵۵۸)	
۳۰۴: جراح کا بھی یہی خیال ہے (ص ۵۵۸)	جراح کا بھی خیال یہی ہے
۳۰۵: پھر کسی دوا لگانے یا کھانے کی ضرورت نہ رہے (ص ۵۵۸)	پھر کسی دوا کے لگانے یا کھانے کی ضرورت نہ رہے
۳۰۶: غرضیکہ اس کو بہت دعویٰ اس پر ہے (ص ۵۵۸)	غرضکہ اس کو بہت دعویٰ اس پر ہے ۔
۳۰۷: ممکن ہے مجھے اس ماہ کے اندر اندر انگلستان جانا پڑے (ص ۵۶۰)	ممکن ہے مجھے اس ماہ کے اندر اندر انگلستان ہی جانا پڑے ۔
۳۰۸: میں نے خلیفہ شجاع الدین سیکرٹری کمیٹی سے کہہ دیا ہے کہ فیصلہ سے ان کو مطلع کر دیں (ص ۵۶۰)	میں نے خلیفہ شجاع الدین اور نیز سیکرٹری کمیٹی سے کہہ دیا ہے کہ فیصلہ سے ان کو مطلع کر دیں ۔
۳۰۹: مگر معلوم ہوت ہے کہ ان کی مصروفیتوں نے (ص ۵۶۲)	مگر معلوم ہوت ہے ان کی مصروفیتوں نے ۔
۳۱۰: مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجئے ۔ (ص ۵۶۲)	مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں ۔
۳۱۱: فقط (ص ۵۶۲)	والسلام
۳۱۲: الحمدللہ خیریت ہے (ص ۵۶۳)	الحمدللہ کہ خیریت ہے
۳۱۳: اپنی اس بیماری کو خدا کی رحمت تصور کروں گا (ص ۵۶۳)	اپنی اس چھ ماہ بیماری کو خدا کی رحمت تصور کروں گا ۔
۳۱۴: غالباً قرول باغ میں ہی ہیں (ص ۵۶۳)	غالباً وہ قرول باغ میں ہی ہیں ۔
۳۱۵: ایک روز دہلی میں بھی ٹھہروں گا (ص ۵۶۳)	ایک روز دہلی بھی ٹھہروں گا ۔
۳۱۶: آپ نے لیکچروں کی طباعت کے متعلق بھی کچھ نہیں لکھا (ص ۵۶۵)	آپ نے لیکچروں کی طباعت کے متعلق پھر کچھ نہیں لکھا ۔
۳۱۷: اگر آپ جامعہ سے بہتر ٹرمز ملتے ہیں تو فیصلہ	اگر آپ کو جامعہ سے بہتر ٹرمز ملتے ہیں تو فیصلہ

www.iqbalcyberlibrary.net

کر کے طباعت کے لیے ان کو دے دینے چاہئیں (ص ۵۵۶)	کر کے طباعت کے لیے ان کو دے دینا چاہیے ۔
۳۱۸: سر ہنری لارنس کا آرٹیکل ملفوف ہے (ص ۵۶۶)	سر ہنری لارنس کے آرٹیکل ملفوف ہیں ۔
۳۱۹: ملک کے اندر اور باہر بہتر ے لوگوں کو (ص۵۶۷)	ملک کے اندر اور باہر بہتیر ے لوگوں کو ......
۳۲۰: ڈاکٹر وینا Vienna میں معالجہ کرانے کی رائے دیتے ہیں (ص ۵۶۸)	ڈاکٹر وی اینا Vienna میں معالجہ کرانے کی رائے دیتے ہیں (ص ۵۶۸)
۳۲۱: میرے لیے ممکن ہو سکے گا (ص ۵۶۸)	میرے لیے ممکن ہو گا ۔
۳۲۲: ابھی تک کوئی دوا کارگر نہیں ہوئی (ص ۵۶۹)	ابھی کوئی دوا کارگر نہیں ہوئی ۔
۳۲۳: کیا وجہ ہے کہ دوائی (ص ۵۶۹)	کیا وجہ ہے کہ دوا......
۳۲۴: بلغم بھی کچھ خارج ہوتا رہتا ہے (ص ۵۷۱)	
۳۲۵: کسی قسم کے دانے یا پھنسی گلے پر نہ نکلے (ص ۵۷۱)	کسی قسم کے دانے یا پھنسی گلے پر نہ نکلیں ۔
۳۲۶: آواز کے لیے خاص زود اثر دوا کی ضرورت (ص ۵۷۱)	آواز کے لیے خاص زود اثر دوا کی ضرورت ہے
۳۲۷: یہ کمیٹی کی طرف سے باقاعدہ اطلاع آنے پر (ص ۵۷۱)	یہ کمیٹی کی طرف سے باقاعدہ اطلاع آنے پر ......
۳۲۸: وائنا میں چار پانچ ماہ قیام رہے گا (ص۵۷۴)	وی اینا میں کم از کم چار پانچ ماہ قیام رہے گا
۳۲۹: کچھ دیر اور ان کا علاج کروں گا (۲۱) (ص۵۷۴)	کچھ دیر اور ان کے زیر علاج رہوں گا ۔
۳۳۰: صاحبزادہ صاحب میرے دوست اور نہایت عمدہ آدمی ہیں ۔ نواب بھوپال بھی انگلستان میں ہیں	صاحبزادہ صاحب میرے دوست اور نہایت عمدہ

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۵۷۵)	ہمدردی رکھیں گے نواب بھوپال بھی انگلستان میں ہیں
۳۳۱: مخلص ، محمد اقبال (ص ۵۷۵)	آپ کا مخلص ! محمد اقبال
۳۳۲:یورپ میں طوفان پل رہے ہیں (ص ۵۷۵)	یورپ میں آتش فشاں پل رہے ہیں ۔
۳۳۳: نظام بخوشی اس مسئلہ میں آپ کا ساتھ دیں گے (ص ۵۷۵)	ہزا گزالٹڈ ہائی نیس نظام بخوشی اس مسئلہ میں آپ کا بخوشی اس مسئلہ میں آپ کا ساتھ دیں گے ۔
۳۳۴: تا کہ حکیم صاحب سے ایک اور گولی لے اس کو پا ن میں چبانے کی دوا کے ساتھ ملوائیں (ص ۵۷۷)	کہ حکیم صاحب سے ایک اور گولی لے کر وہیں اس کو پا ن میں چبانے کی دوا کے ساتھ ملوائیں ۔
۳۳۵:ممکن ہے حکیم صاحب کوئی اور تبدیلی بھی کر لیں (ص ۵۷۷)	:ممکن ہے حکیم صاحب کوئی اور تبدیلی بھی کریں ۔
۳۳۶: قبض کی اب مجھے شکایت نہیں (ص ۵۷۸)	قبض کی اب مجھے کوئی شکایت نہیں ۔
۳۳۷: قبض دور ہو گیا کوئی شکایت باقی نہیں سوائے آواز کی شکایت کے (ص ۵۷۸)	قبض کی کیا کوئی شکایت باقی نہیں سوائے آواز کی شکایت کے۔
۳۳۸: میں ان کی تنخواہ مقرر کر دوں (ص ۵۷۸)	میں ان کی تنخواہ مقرر کروں ۔
۳۳۹: وہ خود Reasonable Reduction اس میں کر دیں (ص ۵۷۸)	وہ خود ہی Reasonable Reduction اس میں کر دیں
۳۴۰: فی الحال ۲۵۰ روپیہ ماہوار قبول کریں (ص ۵۷۸)	فی الحال ۲۵۰ روپیہ ماہوار قبول کر لیں ۔
۳۴۱: اگر مجوزہ رسالہ بھی وہ نکالتے ہیں (ص ۵۷۸)	اگر مجوزہ رسالہ بھی وہ نکالتے رہیں ۔
۳۴۲: السلام علیکم (ص ۵۸۱)	X
۳۴۳: آواز پھر کچھ روبصحت معلوم ہوتی ہے (ص ۵۸۶)	آواز بھی کچھ روبصحت معلوم ہوتی ہے ۔
۳۴۴: امید ہے کہ آپ بھی اچھے ہوں گے	امید کہ آپ بھی اچھے ہوں گے

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص۵۸۶)	
۳۴۵: آپ کا مرسلہ پارسل دوا کا مل گیا ہے	آپ (کا) مرسلہ پارسل دوا مل گیا ہے ۔
(ص ۵۸۸	
۳۴۶: یہ مفصل لکھیے کہ آپ کا مطلب کیا ہے	مفصل لکھیے کہ آپ کا کیا مطلب ہے ۔
(۵۸۸)	
۳۴۷: یہ پھر تحریر فرمائیے کہ (ص ۵۸۸	یہ بھی تحریر فرمائیے کہ
۳۴۸: سلام عرض کریں (ص ۵۸۸	سلام عرض کیجیے ۔
۳۴۹: بخار مجھے نہیں ہوا (۵۹۰)	بخار آج نہیں ہوا ۔
۳۵۰: حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیں	حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کر دیجیے ۔
(ص ۵۹۰	
۳۵۱ : اس کے بعد اردو کا مجموعہ دے دیا جائے گا	اس کے بعد اردو کا مجموعہ دیا جائے گا ۔
(ص ۵۹۳	
۳۵۲: امید ہے کہ اس دوا سے آواز کی کشائش ہو گی	امید کہ اس دوا سے آواز کی کشائش ہو گی
(ص ۵۹۵	
۳۵۳: سان پر چڑھانا یا سان پر لگانا یا سان چڑھانا (بغیر حروف پر کے) (ص ۵۹۴	سان پر چڑھانا ، سان پر چڑھنا یا سان پر لگانا یا سان چڑھانا (بغیر حرف پر کے)
۳۵۴: ادارے (۲۲) کے متعلق رائے قائم ہے	......
(ص ۵۹۴	
۳۵۵: پاخانہ کی حالت بہت اچھی تھی (ص ۵۹۷	پاخانے حالت بہت اچھی تھی
۳۵۶: مگر بہت نرم تر (ص ۵۹۷	مگر بہت نرم ۔
۳۵۷: خوراک نصف کرنے کی ضرورت نہیں ہے	خوراک کے نصف کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔
(ص ۵۹۹	
۳۵۸: جہاں تک میں اندازہ کر سکتا ہوں (ص ۵۹۹	جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں ۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۳۵۹: فی الحال مسافر (سیاحت چند روز افغانستان) کی کتابت شروع ہے (ص ۵۹۹)	فی الحال مسافر (سیاحت چند روزہ افغانستان) کی کتابت شروع ہے ۔
۳۶۰: غالباً کل یا پرسوں ختم ہو جائے (ص ۵۹۹)	غالباً کل یا پرسوں ختم ہو جائے گی ۔
۳۶۱: جن صاحب سے آپ نے گفتگو کی ہے (ص ۶۰۱)	جن سے آپ نے گفتگو کی ہے
۳۶۲: میں اس بات میں بڑا حساس ہوں (ص ۶۰۳)	میں اس بارے میں بڑا حساس ہوں ۔
۳۶۳: مولوی شفیع داؤدی شملہ میں ہیں (ص ۶۰۳)	مولانا شفیع داؤدی شملہ میں ہیں
۳۶۴: معلوم نہیں آپ کا شملہ میں کیا شغل ہے (س ۶۰۳)	معلوم نہیں شملہ میں آپ کا کیا شغل ہے
۳۶۵: بہت سے امور ہیں جو خطوط میں نہیں لکھے جا سکے (ص ۶۰۳)	بہت سے امور ہیں جو خطوط میں نہیں لکھے جا سکتے
۳۶۶: دواؤں کا پارسل نہیں ملا (ص ۶۰۵)	دواؤں کا پارسل ابھی نہیں ملا ۔
۳۶۷: بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھ کے سامنے اندھیرا ہو جائے (ص ۶۰۵)	بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا (کذا) آنکھ کے سامنے اندھیرا ہو جائے ۔
۳۶۸: جہاں تک ہو سکے (ص ۶۰۵)	جہاں تک ممکن ہو ۔
۳۶۹: کمیشن پر رعایت مقصود ہے (۶۰۵)	کمیشن میں رعایت مقصود ہے ۔
۳۷۰: یہ میں سمجھ نہیں سکا (ص ۶۰۵)	میں سمجھ نہیں سکا ۔
۳۷۱: باقی بال جبریل کی پہلی ایڈیشن (۶۰۵)	بال جبریل کی پہلی ایڈیشن ۔
۳۷۲: قریباً ایک سو کاپی کابل جائیں گے (ص ۶۰۵)	قریباً ایک سو کاپی کابل جائے گی ۔
۳۷۳: روپیہ کس قدر ادا ہو گا (۶۰۶)	روپیہ کس طرح ادا ہو گا ۔
۳۷۴: کیونکہ اس پر باقی باتوں کا دارو مدار ہے (ص ۶۰۶)	کیونکہ اسی پر باقی باتوں کا دارو مدار ہے
۳۷۵: لیکچروں کے ترجمے کے متعلق (ص ۶۰۶)	لیکچروں کے ترجمہ کے متعلق

www.iqbalcyberlibrary.net

۳۷۶: پریس کے منیجر کی طرف سے باقاعدہ خط مجھے لکھوایئے (ص ۲۰۶)	پریس کے منیجر صاحب کی طرف سے باقاعدہ خط مجھے لکھوایئے
۳۷۷: پھر میں اس کا جواب دے سکوں گا (ص۲۰۶)	پھر میں اس کا جواب دے دوں گا ۔
۳۷۸: بال جبریل اور مسافر پہلی ایڈیشن کی خریداری کے متعلق بھی ان کا ایک خط اس قسم کا آنا چاہیے (ص ۲۰۶)	۳: بال جبریل اور مسافر کی پہلی ایڈیشن کی خریداری کے متعلق بھی ان کا ایک خط اسی قسم کا آنا چاہیے ۔
۳۷۹: اور جو کہ شکایت میں نے ایک دو روز ہوئے لکھی تھی یعنی یہ کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا ہو جاتا ہے ، وہ خود بخود رفع ہوگئی ہے (ص ۲۰۹)	اور جو کچھ شکایت میں نے ایک دو روز ہوئے لکھی تھی یعنی یہ کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا ہو جاتا ہے، وہ خود بخود رفع ہو گئی ہے
۳۸۰: رات سوتے وقت جو دوائی کھائی جاتی ہے (ص ۲۰۹)	رات کو سوتے وقت جو دوائی کھائی جاتی ہے
۳۸۱: اگراس میں پوری مقدار کھالی جائے (ص ۲۰۹)	اگراس میں پوری مقدار کھائی جائے ۔
۳۸۲: رات کے چار بجے ہی (۲۰۹)	رات چار بجے ہی ۔
۳۸۳: جاوید کی والدہ مدت سے علیل ہے(ص۲۰۹)	جاوید کی والدہ ایک مدت سے علیل ہے
۳۸۴: انڈا وغیرہ کھائیں (ص ۲۱۲)	انڈا وغیرہ کھالیں
۳۸۵: مگر چا ر پانچ دفعہ آتا ہے (۲۱۲)	مگر دن میں چا ر پانچ دفعہ آتا ہے ۔
۳۸۶: مگر آفتاب نکل آیا ہے (ص ۲۱۲)	مگر اب آفتاب نکل آیا ہے ۔
۳۸۷: ہر دو کے متعلق ٹرم لکھ بھیجیں (ص۲۱۴)	ہر دو کتب کے متعلق ٹرم لکھ بھیجیں ۔
۳۸۸: آپ کے خط کا انتظار تھا جونہیں ملا (ص۲۱۴)	آپ کے خط کا انتظار تھا ۔ نہیں ملا ۔
۳۸۹: خفیف سی تبدیلی جو کہ مدت ہوئی تھی وہی ہے (ص ۲۱۴)	خفیف سی تبدیلی جو کچھ مدت ہوئی، ہوئی تھی وہی ہے
۳۹۰: باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے	: باقی خدا کے فضل سے خیریت ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۲۱۴)	
۳۹۱: معلوم ہوتا ہے وہ خط بھی آپ کو نہیں ملا تو جلد مطلع کریں تا کہ دوبارہ لکھوں (ص ۲۱۶)	معلوم ہوتا ہے وہ خط بھی آپ کو نہیں ملا، اگر نہیں ملا تو جلد مطلع کریں تا کہ دوبارہ لکھوں ۔
۳۹۲: افسوس کہ آواز میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی (ص ۲۱۶)	افسوس کہ آواز میں اب تک کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ۔
۳۹۳: روٹ کے رو سے اس کے معنی کیا ہیں (ص۲۱۷)	روٹ کی رو سے اس کے معنی کیا ہیں
۳۹۴: ایک صاحب کے پاس شاہ ولی اللہؒ کے الہیہ کی دوسری جلد ہے (ص ۲۲۰)	ایک صاحب کے پاس شاہ ولی اللہؒ کی تفہیمات الہیہ کی دوسری جلد ہے ۔
۳۹۵: تعجب ہے مجھ تک نہیں پہنچا (ص ۲۲۰)	تعجب ہے کہ مجھ تک نہیں پہنچا ۔
۳۹۶: جامعہ کمیشن پر خرید سکتا ہے (۲۲۳)	جامعہ بھی کمیشن پر خرید سکتا ہے ۔
۳۹۷: اس پر جامعہ کے ٹرمز درج ہوں تا کہ اسے فائل میں رکھ دوں (ص ۲۲۳)	اس پر جامعہ کے ٹرمز درج ہوں تا کہ میں اسے فائل میں رکھ دوں ۔
۳۹۸: کل کابل سے سردا بھی آ گیا ہے (ص ۲۲۵)	کل کابل سے سردا بھی آ گیا ۔
۳۹۹: بہ نسبت سابق قدر (۲۳) فرق ضرور ہے (ص ۲۲۶)	بہ نسبت سابق قدر کسی فرق ضرور ہے ۔
۴۰۰: امید ہے کہ آپ کا مزاج اچھا ہو گا (ص۲۲۶)	امید کہ آپ کا مزاج اچھا ہو گا ۔
۴۰۱: سردار صلاح الدین سلجوقی افغانی میرے دوست ہیں (۲۲۶)	سردار صلاح الدین سلجوقی قنصل افغانی میرے دوست ہیں ۔
۴۰۲: میں شملہ آتا تو انھیں کے یہاں ٹھہرتا (ص۲۲۶)	میں شملہ آتا تو انھی کے ہاں ٹھہرتا ۔
۴۰۳: لاہور میں ایک عالم ترک آیا تھا (ص۲۲۶)	لاہور ایک عالم ترک آیا تھا ۔
۴۰۴: جو خود اس بیماری کا مریض رہ چکا ہے عراق میں	جو خود اس بیماری کا مریض رہ چکا ہے کہ (کذا) عراق

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۲۲۸)	میں
۴۰۵: اس نسخے سے اسے فائدہ ہوگیا (ص ۲۲۸)	اس نسخے سے اسی فائدہ ہوگیا (کذا)
۴۰۶: دو تین روز تک مگر آواز پر اس نے اچھا اثر نہیں کیا (ص ۲۲۸)	دو تین روز تک کھایا مگر آواز پر اس نے اچھا اثر نہیں کیا
۴۰۷: کوئی خط ابھی تک مجھے جامعہ کی طرف سے نہیں آیا (ص ۲۲۸)	کوئی خط ابھی تک جامعہ کی طرف سے نہیں آیا ۔
۴۰۸: امید ہے پہنچے ہوں (ص ۲۳۱)	امید کہ پہنچے ہوں ۔
۴۰۹: آپ کا مرسلہ پارسل دوا بمع آپ کا خط مل گیا ہے (ص ۲۳۳)	آپ کا مرسلہ پارسل دوا بمع آپ کے خط مل گیا ہے ۔
۴۱۰: اس واسطے جب کبھی کوئی شخص دوا بتاتا ہے (ص ۲۳۳)	اسی واسطے جب کبھی کوئی شخص دوا بتاتا ہے ۔
۴۱۱: دوا بتانے والے سے یہی کہتا ہوں (ص ۲۳۳)	دوا بتانے والے سے بھی یہی کہتا ہوں
۴۱۲: انشاء اللہ ان ہی کی ہدایت پر عمل ہو گا (ص ۲۳۳)	: انشاء اللہ انھی کی ہدایت پر عمل رہے گا ۔
۴۱۳: ان دواؤں میں جو آپ نے ارسال کی ہیں (ص ۲۳۳)	ان دواؤں میں جو اب آپ نے ارسال کی ہیں ۔
۴۱۴: حبوب آواز کشا جو آپ نے ارسال کی تھی (ص ۲۳۴)	حبوب آواز کشا جو آپ نے ارسال کی تھیں ۔
۴۱۵: گولیاں حکیم صاحب سے کہہ کر ارسال کریں (ص ۲۳۴)	گولیاں حکیم صاحب سے لے کر ارسال کریں ۔
۴۱۶: جو گولی کھانے کے لیے ہے اسے چوسنا چاہیے (ص ۲۳۴)	جو گولی کھانے کے ہے ، اسے چوسا جائے ۔
۴۱۷: اس کے متعلق بھی کوئی ہدایت نہیں چوسی جائے یا	اس کے متعلق بھی کوئی ہدایت نہیں چوسی جائے گی یا

www.iqbalcyberlibrary.net

نکلی جائے گی (ص ۲۳۴)	نکلی جائے گی ۔
۴۱۸: علی گڑھ کے متعلق جو میں نے لکھا تھا اس سے میری مراد بھی یہی Anti-God سوسائٹی تھی (ص ۲۳۴)	علی گڑھ کے متعلق جو میں نے لکھا تھا ، اس سے میری مراد یہی Anti-God سوسائٹی تھی ۔
۴۱۹: صبح کی نماز گریہ و زاری کی کوئی حد نہ رہی (ص ۲۳۴)	صبح کی نماز میں گریہ و زاری کی کوئی حد نہ رہی ۔
۴۲۰: غرضیکہ اس کے متعلق اطلاع جلد بھجوائیے (ص ۲۳۴)	غرضکہ اس کے متعلق اطلاع جلد بھجوائیے۔
۴۲۱: یہ ہی عرض ہے (ص ۲۳۴)	یہی عرض ہے ۔
۴۲۲: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ص ۲۳۸)	ایسا معلوم ہوتا ہے آپ
۴۲۳: صبح کو بٹیر اور شام کو تیتر کھاتا ہوں (ص ۲۳۸)	صبح بٹیر اور شام کو تیتر کھاتا ہوں ۔
۴۲۴: آوازکشا حبوب آپ نے اب تک ارسال نہیں کی (ص ۲۳۸)	آوازکشا حبوب آپ نے اب تک ارسال نہیں کیں
۴۲۵: حکیم صاحب سے دریافت کریں کہ اس کا استعمال ضروری ہوتو ارسال کریں یا اس کی جگہ پان کی جڑ (ص ۲۳۸)	حکیم صاحب سے دریافت کرکے اگر ان کا استعمال ضروری ہوتو ارسال کریں یا اس کی جگہ پان کی جڑ ......
۴۲۶: جامعہ کی طرف سے ابھی تک (ص ۲۳۸)	جامعہ ملیہ کی طرف سے ابھی تک
۴۲۷: ان سے معلوم کر کے لکھئے (ص ۲۳۸)	ان سے معلوم کر کے مجھے لکھئے۔ (۴۴)
۴۲۸: حکیم صاحب کی خدمت میں بھی عرض کر دیں (ص ۲۴۰)	حکیم صاحب کی خدمت میں پھر عرض کر دیں ۔
۴۲۹: اسے ایک مدت سے یہ شکایت ہے کہ تلی بڑھ گئی ہے (ص ۲۴۰)	اسے ایک مدت سے یہ شکایت ہے کہ طحال بڑھ گئی ہے
۴۳۰: ہاتھ سے کوئی چیز اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے	ہاتھ سے کوئی چیز اٹھانا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص ۲۴۰	
۴۳۱: جاوید کی والدہ صاحب کے لیے بھی (ص۲۴۰)	جاوید کی والدہ کے لیے بھی
۴۳۲: امید ہے پہنچا ہو گا (ص ۲۴۵)	امید کہ پہنچا ہو گا ۔
۴۳۳: کتابت کی طباعت کا انتظام (۲۴۵)	کتابت کی طباعت کا انتظام
۴۳۴: اگر حکیم صاحب کا ارادہ (ص ۲۴۵)	اگر حکیم صاحب (کا) ارادہ
۴۳۵: آج شام سے دوا شروع کروں گا (ص ۲۴۷)	آج شام سے ہی دوا شروع کروں گا
۴۳۶: مجھے مغز سے خواہ وہ کسی جانور کا ہو سخت کراہیت ہوتی ہے (ص ۲۴۷)	مجھے مغز سے، خواہ وہ کسی جانور کا ہو سخت کراہت ہوتی ہے۔
۴۳۷: دوا تجویز فرمائیں (ص ۲۴۷)	دوا تجویز فرمایئے ۔
۴۳۸: ابھی تاریخ ان کے آنے کی عرض نہیں کر سکتا (ص ۲۵۰	ابھی تاریخ ان کے آنے کی نہیں عرض کر سکتا ۔
۴۳۹: آپ کی علالت کا معلوم کر کے افسوس ہوا (ص ۲۵۰	آپ کی علالت کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا ۔
۴۴۰: اس کی فروخت کا انتظام بھی ہو گیا ہے ۔ (ص ۲۵۲	اس کی فروخت کا بھی انتظام بھی ہو گیا ہے ۔
۴۴۱: اگر تیار شدہ ممکن ہو ۔ (ص ۲۵۲)	اگر تیار شدہ ملتا ہو ۔
۴۴۲: اٹھتے ہوئے سر میں چکر آ جاتا ہے (ص۲۵۳)	اٹھتے ہوئے سر میں چکر سا آ جاتا ہے ۔
۴۴۳: مندرجہ ذیل باتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں (ص۲۵۳)	مندرجہ ذیل باتیں ملحوظ رکھنی چاہیے (کذا)
۴۴۴: سو کر (ص ۲۵۳)	سو کر ۔
۴۴۵: یا یہ منجملہ اور دواؤں کے (ص ۲۵۳)	یا یہ منجملہ اور دواؤں کے ہو
۴۴۶: (اگر حکیم صاحب تجویز فرمائیں) تو (ص ۲۵۳	(اگر حکیم صاحب تجویز فرمائیں تو)

www.iqbalcyberlibrary.net

۴۴۷: محمد اقبال (۲۵۶)	محمد اقبال لاہور
لاہور ۲۵ اکتوبر ۳۴ء (ص ۲۵۶)	۲۵ اکتوبر ۳۴ء
۴۴۸: تیار کر دیا جائے گا (۲۵۸)	تیار کرلیا جائے گا ۔
۴۴۹: امید ہے کہ آپ کے ملاحظہ سے گزر ہو گا	امید کہ آپ کے ملاحظہ سے گزرا ہو گا ۔
(ص ۲۵۸)	
۴۵۰: دوا کا پیکٹ مل گیا ہے جس کے لیے شکریہ ہے	دوا کا پیکٹ مل گیا ہے جس کے لیے شکریہ ۔
(ص ۲۵۸)	
۴۵۱: مجھے ان کا کوئی خط نہیں ملا (ص ۲۶۰)	مجھے ان کا کوئی خط بھی نہیں ملا ۔
۴۵۲: ڈیر نیازی صاحب (ص ۲۶۰)	ڈیر نیازی صاحب !السلام علیکم ۔
۴۵۳: الحمد للہ اب آپ کی والدہ اچھی ہیں	الحمد للہ کہ اب آپ کی والدہ اچھی ہیں
۴۵۴: دہلی میں کسی وکیل کی معرفت (ص ۲۷۳)	دہلی کے کسی وکیل کی معرفت ......
۴۵۵: حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں تمام حالات	حکیم صاحب قبلہ کی خدمت میں تمام حالات
عرض کر دیجئے اور میرے خطوط ان کو دکھا دیجئے	عرض کر دیجئے اور میرے خطوط ان کو سنا دیجئے
(ص ۲۷۵)	
۴۵۶: حکیم صاحب کی اپیل ضروری ہے (ص ۲۷۵)	حکیم(صاحب) کی اپیل ضروری ہے
۴۵۷: حساب دکھا کر ان کو قائل کرنا ضروری ہے	حسابات دکھا کر ان کو قائل کرنا ضروری ہے
(ص ۲۷۵)	
۴۵۸: ان تک بات پہنچا دوں گا (۲۷۸)	ان تک یہ بات پہنچا دوں گا ۔
۴۵۹: والسلام (ص ۲۷۸)	X
۴۶۰: وہ مجھ سے وعدہ کر گئے تھے (ص ۲۷۸)	وہ مجھ سے وعدہ کر کے گئے تھے
۴۶۱: خون کا بند ہو جانا اور .....(۲۵) میں نکسیر کا پھوٹنا	خون کا بند ہو جانا اور بعد میں نکسیر کا پھوٹنا ۔
(ص ۲۷۸)	
۴۶۲: یہ ملیریا ہے کہ یہ بخار سردی کے ساتھ ہوتا ہے	یہ ملیریا ہے کیونکہ بخار سردی کے ساتھ ہوتا ہے ۔

www.iqbalcyberlibrary.net

(ص۲۷۹)	
۴۶۳: کھانسی بھی تھی مگر اب اس کو (کا) آرام ہے (ص ۲۷۹)	کھانسی بھی تھی مگر اب اس کا آرام ہے ۔
۴۶۴: بیٹھتے وقت (ص ۲۷۹)	بیٹھنے کے وقت
۴۶۵: روح الذہب بھی منجملہ ادویۂ دیگر کے تجویز کریں (ص ۲۷۹)	روح الذہب بھی منجملہ ادویۂ دیگر کے وہ تجویز کریں۔
۴۶۶: حکیم صاحب کو یہ خط سنا دیجئے (ص ۲۷۹)	حکیم صاحب کو یہ خط سنا دیں ۔
۴۶۷: ادویہ تجویز کروا کر ارسال کروایئے (ص۲۷۹)	ادویہ تجویز کروا کر ارسال کرایئے ۔
۴۶۸: امید کہ آپ نے حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ سنا دیئے ہوں گے (ص ۲۸۲)	امید کہ آپ نے حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ خطوط سنا دیئے ہوں گے (ص ۲۸۲)
۴۶۹: اب ایک آدھ مہینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (ص ۲۸۲)	اب ایک آدھ مہینے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ......
۴۷۰: عمران کی تقریباً چالیس سال (ص۲۸۲)	عمران کی قریباً چالیس سال
۴۷۱: تازہ ترین نظمیں بھی (ص ۲۸۵)	تازہ ترین نظمیں بھی ۔
۴۷۲: کل لاہور واپس آ جائیں گے (ص ۲۸۹)	کل لاہور واپس آ ئیں گے ۔
۴۷۳: کمپنی کا کاروبار جنوری سے شروع ہو گا (ص ۲۸۹)	: کمپنی کا کاروبار جنوری ۳۵ء سے شروع ہوگا ۔
۴۷۴: میں نے بھی آپ کو کارڈ لکھ دیا ہے (ص۲۸۹)	میں نے بھی آپ کو یہ کارڈ لکھ دیا ہے ۔
۴۷۵: محمد اقبال لاہور (۲۹۰)	والسلام محمد اقبال لاہور ۔
۴۷۶: ادارت کریں تو پھر سلسلہ جنبانی کروں (ص ۲۹۴)	ادارت کریں تو میں پھر سلسلہ جنبانی کروں ۔
۴۷۷: فقط (۲۹۴)	والسلام !

www.iqbalcyberlibrary.net

۴۷۸: فقط (ص ۶۹۴)	والسلام !
۴۷۹: حاکمیت اسلامیہ کا حق ہے کہ وہ (ص ۶۹۴)	حاکمیت اسلامیہ کوحق ہے کہ وہ
۴۸۰: غرضیکہ اس معاملہ میں مفصل بحث اور ریسرچ کی ابھی ضرورت ہے ص (۶۹۵)	غرضکہ اس معاملہ میں مفصل بحث اور ریسرچ کی ابھی ضرورت ہے ۔
۴۸۱: اب یورپ اور اسلام کی جنگ تلواروں کی نہیں بلکہ معاشرت کے نظاموں کی ہو گی (ص ۶۹۵)	اب یورپ اور اسلام (کی) جنگ تلواروں کی نہیں بلکہ معاشرت کے نظاموں کی ہو گی
۴۸۲: کلکتہ میل میں تھرڈ کمپارٹمنٹ نہیں ہے (ص ۷۰۱)	کلکتہ میل میں تھرو کمپارٹمنٹ نہیں ہے
۴۸۳: شاید دوران خون کی وجہ سے ہے کیا (ص ۷۰۲)	شاید دوران خون کی وجہ سے ہے یا کیا
۴۸۴: وہ کوئی ایسا تیل تجویز کر دیں جو روز بروز منگوانا نہ پڑے (ص ۷۰۲)	وہ کوئی ایسا (تیل) تجویز کر دیں جو روز روز منگوانا نہ پڑے
۴۸۵: کہ از اندیشہ برتری پرد آہ سحر گاہے (ص ۷۰۴)	کہ از اندیشہ برتر می پرد آہ سحر گاہے
۴۸۶: اے کہکشاں بگذر ز نیلی آسماں بگذر (۲۶) (ص ۷۰۴)	زے جوئے کہکشاں بگذر ز نیلی آسماں بگذر (۲۶)
۴۸۷: خوشا کے کہ حرم رادرون سینہ شناخت (ص ۷۰۵)	خوشا کسے کہ حرم رادرون سینہ شناخت ۔
۴۸۸: شرق اگر زندۂ جاوید نباشد عجب است (ص ۷۰۵)	شوق اگر زندۂ جاوید نباشد عجب است ۔

کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم کے تعلیقات وحواشی کے صفحات سے قطع نظر باقی صفحات کی تعداد ۷۰۶ بنتی ہے ۔ ان سات سو چھ صفحات میں سے اگر ۴۸ صفحات مقدمے کے اور ایک سو

www.iqbalcyberlibrary.net

اسی صفحات عکسی نقول کے منہا کر دیئے جائیں تو خالص متنی صفحات کی تعداد ۸۷ ۴ بنتی ہے۔ غلط یا ناقص متن کے جو اندراجات میں درج کیے ہیں ان کی تعداد ۴۸۸ ہے اور بعض اوقات ایک ایک اندراج میں دو دو تین تین غلطیاں بھی ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اغلاط متن کی تعداد تقریباً سوا پانچ سو تک یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ تک جا پہنچتی ہے۔ متنی صفحات اور غلطیوں کی مذکورہ تعداد کا تناسب نکالا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ کم و بیش ہر صفحے میں متن کی ایک دو اغلاط ہیں۔ یوں متنی حوالے سے یہ کتاب خاصی مایوس کن ہے مگر ہمارے نقاد اور مکتوب نگار ہیں کہ مرتب موصوف کی اس کتاب کو ان کا ایک لافانی کارنامہ قرار دے رہے ہیں۔ جب ہم فلیپ نگاروں کی صف میں شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر خلیق انجم جیسے اہم لکھنے والوں کو داد و توصیف کے ڈونگرے برساتے دیکھتے ہیں تو سخت حیرت ہوتی ہے کیونکہ ان میں موخر الذکر دو حضرات، خصوصاً تدوین متن کے حوالے سے خاصے نیک نام ہیں اور تدوین متن کے منہاج اور مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔ ایسے حضرات کی جانب سے خطوط اقبال کے اس متن کو درست ترین اور سائنٹفک بنیادوں پر مرتب متن قرار دینا سوائے سہل انگاری یا غلط بخشی کے اور کیا ہے۔

کلیات مکاتیب اقبال میں ان متنی اغلاط کے علاوہ بعض اور نمایاں کمیاں اور کوتاہیاں بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک خط ایسا بھی اس مجموعے میں شامل کیا گیا ہے جس کے مکتوب الیہ کا نام راغب احسن لکھا گیا ہے جبکہ یہ خط کسی مولانا کے نام ہے جسے اقبال نے ڈیر مولانا لکھا ہے اور جس کے آغاز ہی میں راغب احسن کا ذکر کرتے ہوئے ان مولانا کو لکھا ہے کہ ''رغب احسن کی مجھے خود فکر ہے۔'' ظاہر بات ہے کہ متن خود شہادت دے رہا ہے کہ یہ خط راغب احسن کے نام نہیں۔ ''اقبال جہان دیگر'' کے صفحہ ۳۲ پر ۳۵ ء عکسی نقل میں صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح کی سہل

www.iqbalcyberlibrary.net

انگاری سے اگر اجتناب کیا جاتا تو بعض سامنے کی غلطیوں سے با آسانی بچا جا سکتا تھا مثلاً نذیر نیازی کے نام ایک خط میں ان سے شکوہ کیا گیا ہے کہ انھوں نے ''حبوب آواز کشا ارسال نہیں کی۔ ''صاف بات ہے کہ حبوب (جمع حب) کی ساتھ جمع کا صیغہ ''کیں'' آنا چاہیے تھا۔ اسی طرح ۱۹ نومبر ۳۴ء کے خط کی نقل حرفی میں مرتب کا یہ لکھنا کہ ''میرے خطوط حکیم صاحب کو دکھا دیجئے'' بے معنی بات ہے۔ ظاہر بات ہے کہ حکیم نابینا خطوط سن ہی سکتے تھے، دیکھ نہیں سکتے تھے جبکہ انھی نیازی صاحب کے نام بعد کے خطوط میں حکیم صاحب کو (ص ۶۷۹ اور ص ۶۸۲) خطوط کے سنا دینے ہی کی بات ہو رہی ہے۔ مرتب یا ان کا کوئی معاون معمولی سے استقراء سے کام لے کر اس تضاد ہو دور کر سکتا تھا۔

''کلیات مکاتیب'' میں شامل ایک اور خط کا سنہ غلط ہے۔ یہ خط عبداللہ چغتائی کے نام ہے اور اس کی تاریخ پانچ جون ۱۹۳۰ء درج کی گئی ہے۔ اقبال نامہ (جلد دوم۔ ص ۳۵۰) میں بھی یہی سنہ درج کیا گیا ہے۔ راقم کے پاس اس خط کا عکس موجود ہے اور اس کی پشت پر ڈاکخانے کی مہر میں ۳۵ء صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس خط کا عکس شامل مضمون کیا جا رہا ہے۔

زیر نظر کلیات مکاتیب میں ایک کمی یہ بھی ہے کہ بعض اشعار کے تراجم درست نہیں۔ مثلاً عرفی کے اس شعر:

گرفتم ایں کہ بہشتم دہند بے طاعت
قبول کردن و رفتن نہ شرط انصاف است

کا یہ ترجمہ دیا گیا ہے:

''یہ میں نے مانا کہ بغیر عبادت کے بھی وہ جنت دے سکتے ہیں مگر سے قبول کرنا اور وہاں جانا شرط انصاف ہے۔''

www.iqbalcyberlibrary.net

شاعر کا مفہوم اس کے برعکس یہ ہے کہ ایسی جنت کو جو بغیر عبادت کے میسر آئے، قبول کرنا شرط انصاف کے خلاف ہے۔

کتاب کے صفحہ ۷۰۴ پر ایک مصرع "اے کہکشاں بگذرز نیلی آسماں بگذر" درج کیا گیا ہے۔ اقبال کا یہ مصرع اصلاً یوں ہے:

ز جوئے کہکشاں بگذر ز نیل آسماں بگذر

چونکہ مرتب نے مصرعے ہی کو غلط درج کیا ہے چنانچہ اس غلط مصرعے کے مطابق اس کا مفہوم بھی غلط لکھا ہے یعنی "اے کہکشاں ! اس نیلی فام آسمان سے بھی گزر جا جبکہ اقبال مرد بلند ہمت سے خطاب کر کے اسے کہکشاؤں اور آسمان کی نیلی وسعتوں سے بھی آگے نکل جانے کا درس دے رہے ہیں۔"

کلیات مکاتیب کے صفحہ ۷۰۵ پر ایک مصرع اقبال غلط لکھا گیا ہے یعنی "شرق اگر زندہ جاوید نباشد عجب است" اور ترجمہ اسی کے مطابق یوں کیا گیا ہے: "مشرق اگر زندہ جاوید نہ ہو تو عجب ہے۔" صحیح مصرع ہے "شو اگر زندۂ جاوید نباشد عجب است۔" ترجمہ بھی اسی صحیح مصرع کے مطابق ہونا چاہیے۔

صفحہ ۷۰۶ پر اقبال کے مشہور شعری مجموعے "زبور عجم" کا یہ شعر درج ہے:

من اے دریائے بے پایاں بموج تو در افتادم
نہ گوہر آرزو دارم نہ می جویم کرانے را

مرتب نے ترجمہ یہ دیا ہے: "اے دریائے بے کراں ! تیرے تھپیڑوں میں پھنس گیا ہوں ۔"

ذرا تصور فرمائیے کہ ایک مرد مبارزت کیش جس کے رجز سے نہنگوں کے نشیمن تہ و بالا

www.iqbalcyberlibrary.net

ہوتے ہوں، کیا وہ خود کو اتنا بے بس ظاہر کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ پھر فارسی محاورے میں ''درافتادن'' کا مطلب ہے کسی سے جنگ وجدال کرنا، جیسا کہ حافظ کے اس مشہور مصرع سے ظاہر ہے: باد ردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد۔ گویا اقبال دراصل یہ کہہ رہے ہیں کہ اے بحر ناپیدا کنار، میرا حوصلہ دیکھ کہ تیری موجوں سے برسر پیکار ہوں۔

''کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم'' کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ اس میں عباس علی خاں لمعہ کے نام خطوط بھی شامل ہیں جن کے بارے میں متحقق ہو چکا ہے کہ ان میں سوائے چند خطوط کے باقی سب جعلی ہیں یا ان میں بڑے دھڑلے مگر نہایت بھونڈے پن سے تصرفات کیے گئے ہیں۔ کیا کوئی شخص تصور کر سکتا ہے کہ علامہ اقبال، لمعہ کے نہایت فضول اور بے تکے اشعار کی داد میں رطب اللسان رہے ہوں گے جبکہ اس طرح کے تک بند شعراء کے باب میں علامہ کا رویہ ہمیشہ حوصلہ شکنی کا رہا۔ ان خطوط کے مجعول (یا محرف) ہونے کے بارے میں سب سے پہلے تاثیر نے توجہ دلائی تھی اور اپنے مضمون ''اسماء الرجال اقبال'' میں لکھا تھا:

''مجھے سب سے زیادہ تعجب ان خطوں پر ہے جو ایک حیدرآبادی لمعہ صاحب کے نام سے خطوط اقبال کے مجموعے میں شایع ہوئے ہیں۔ مولف نے اصل خطوط نہیں دیکھے۔ حیدرآبادی صاحب نے خود ہی نقل کر کے بھیج دیے اور اسی طرح شایع کر دیے گئے۔ میری رائے میں یہ خطوط بیشتر وضعی ہیں عبارت پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ مثلاً ''استفادہ حاصل کرنا'' یہ اقبال کا لفظ نہیں۔ مولف شیخ عطا اللہ نے تفحص سے کام نہیں لیا۔'' (۲۸)

بعد ازاں اس جعل سازی کا پول بڑی شد و مد کے ساتھ سید عبدالواحد معینی نے کھولا۔ گو ان سے پہلے نظر حیدرآبادی اپنی کتاب ''اقبال اور حیدرآباد'' میں ان خطوط کے باب میں نرم لہجے میں

www.iqbalcyberlibrary.net

اپنے شکوے کا اظہار کر چکے تھے (ص ۲۳۱) اور اس کے بعد تو وقتاً فوقتاً ان خطوط کے حوالے سے شکوک وشبہات کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ اس ضمن میں خصوصیت کے ساتھ ماسٹر اختر کی قابل قدر کتاب ''اقبال کے کرم فرما'' لائق توجہ ہے جس میں مصنف نے بڑی جرح وتعدیل کے ساتھ لمعہ کی جعل سازی کو طشت از بام کیا ہے۔ افسوس کہ لمعہ کے نام نہاد ۲۹ خطوط اقبال میں سے انیس خط ''کلیات مکاتیب'' کی اس تیسری جلد میں شامل کیے گئے ہیں۔ باقی دس خط یقیناً کلیات مکاتیب کی چوتھی جلد میں شائع کیے جائیں گے۔

کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم میں شامل ان ۱۹ مکاتیب کا تھوڑی سی توجہ ہی سے مطالعہ کیا جائے تو ان میں سے اکثر کا وضعی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک ان خطوط میں جو وقعی کلیتہً اقبال کے خط ہیں ان کی تعداد صرف چھے بنتی ہے۔ یعنی:

۱: ۵ اپریل ۱۹۲۹ء ۲: ۲۰ مئی ۱۹۳۰ء

۳: ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء ۴: ۱۳ جون ۱۹۳۲ء

۵: ۶ اپریل ۱۹۳۴ء ۶: ۱۱ دسمبر ۱۹۳۴ء

تین خط جزواً صحیح ہیں یعنی ان میں بعض اضافے کیے گئے ہیں:

۱: ۱۷ مئی ۱۹۲۹ء ۲ ۳۰ جون ۱۹۳۳ء

۳: ۶ جولائی ۱۹۳۳ء

۱: مکتوب محررہ ۷ مئی ۱۹۲۹ء اقبال ہی کا ہے مگر اس میں چند مقامات پر تحریف کی گئی ہے۔

۲: مکتوب ۳۰ جون ۱۹۳۳ء بیشتر صحیح ہے اور لمعہ ہی کے نام ہے۔ اس میں تحریف یہ کی گئی ہے کہ لفظ ''نہ'' کو ''ضرور'' بنایا گیا ہے۔ علامہ کا جملہ یہ تھا ''میرا دوستانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ شعر وسخن میں اپنا وقت عزیز صرف نہ کریں۔'' لمعہ نے ''نہ'' کو ''ضرور'' میں بدل دیا۔ برنی صاحب نے اس

www.iqbalcyberlibrary.net

خط کا جو عکس شامل کتاب کیا ہے، وہ صاف چغلی کھا رہا ہے کہ لفظ ''نہ'' کو ''ضرور'' سے بدلا گیا ہے ۔اس کی تصدیق ۶ جولائی ۳۳ء کے مکتوب سے بھی ہوتی ہے جس میں محرف جملہ یوں ہے:

''بہر حال میں نے آپ کو یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ شعر و شاعری کا مشغلہ ترک نہ کر دیں۔''

اردو کی معمولی استعداد رکھنے والا شخص بھی بہ سہولت اندازہ کر سکتا ہے کہ لمعہ نے اس جملے میں ''نہ'' کا اضافہ کیا ہے ورنہ جملے کی ساخت ایک لمحے کے لیے ''نہ'' کے اضافے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

باقی دس خط سراسر جعلی ہیں۔ان کے جملے اقبال کے معروف اسلوب سے لگا نہیں کھاتے ۔ان میں سے بعض کے جو عکس شامل کتاب ہیں، وہ نہ تو اقبال کے دست نوشت ہیں نہ ان کے کسی معاون (م ش نذیر، نیازی وغیرہ) کے ۔پھر ان خطوط میں داخلی تضادات بہت ہیں ۔چونکہ ان تضادات کی جانب ماسٹر اختر نہایت خوبی سے اپنی کتاب ''اقبال کے کرم فرما'' میں بہ دلائل قاطع اظہار رائے کر چکے ہیں اس لیے ان کی تکرار تحصیل حاصل ہو گی۔

میرا سوال ہے کہ کیا اسی کو تدوین متن کا سائنٹی فک منہاج کہتے ہیں۔کاش برنی صاحب اور ان کے مداحوں کو اس سوال پر غور و فکر کی فرصت مل جائے!

جہاں تک زیر نظر کتاب کے حواشی کا تعلق ہے، یہ اکثر و بیشتر معلومات افزا اور مفید ہیں انھیں لکھنے میں ، میں مولف اور ان کے معاونین نے محنت کی ہے مگر ان میں بعض اندراجات غلط ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

	غلط	صحیح
۱:	حکیم محمد احمد برکاتی (ص ۸۵۸)	حکیم محمود احمد برکاتی

www.iqbalcyberlibrary.net

۲: اتقان العرفان فی تحقیق الزمان (ص ۸۵۸)	اتقان العرفان فی ماہیتہ الزمان
۳: شعراء و شعرات (ص ۷۹۰)	شعراء و شعریات
۴: شاہنامہ اسلام ۔ ۳ جلد (۸۰۰)	شاہنامہ اسلام ۔ چار جلدیں
۵: لیکن خاتانی اسے اس بات کی اجازت نہ دیتا تھا (ص ۸۰۷)	لیکن خاتان اسے اس بات کی اجازت نہ دیتا تھا
۶: Josef Hail ص (۸۱۰)	Joseph Hell.
۷: مباحث و رسائل (۸۵۴)	مسالک و منازل (غالباً)
۸: موجد (ص ۸۵۷	موحد
۹: وہاب بے عزام (ص ۸۹۲	عبدالوہاب عزام
۱۰: مناڈوی (ص ۹۶۰	مانڈوی
۱۱: ابن خرم (۹۶۰)	ابن حزم
۱۲: آیا ت بینان (۹۹۶)	آیات بینات
۱۳: قبادون (ص ۹۹۸	قبادیان
۱۴: سیھورڈ کریلس (۱۰۰۲)	سٹیفورڈ کرپس

ان اغلاط کے علاوہ ان حواشی میں ایک دو مقامات پر تو فاش غلطیاں ہیں۔ ہمایوں کے مدیر اور ظفر علی خان کے برادر حامد علی خان کی ولادت کا سنہ درج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا سنہ وفات ۱۹۸۰ء درج کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ ملتان میں ان کا انتقال ہوا۔ جبکہ ان کا انتقال ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا۔

ایک جگہ (۲۵۹) ایک خط کے پاورق میں ہادی عزیز لکھنوی کے مجموعے کا نام ''گل کندہ'' لکھا گیا اور یہی نام اشاریے میں بھی بہ ذیل کتب درج ہے۔ صحیح نام ''گل کدہ'' ہے۔

صفحہ ۸۳۵ پر رند لکھنوی کے ذکر میں اس کی اپنی کہی ہوئی تاریخ ولادت درج کی گئی ہے

www.iqbalcyberlibrary.net

جس کا دوسرا شعر ساقط الوزن ہے۔

ص ۵۸۱ پر صلاح الدین سلجوقی کی متعدد کتب کا ذکر کی گیا ہے۔ نہیں کیا گیا تو ان کی اس تصنیف کا ذکر نہیں کیا گیا جو بے حد معروف ہے اور ''نقد بیدل'' ۱۳۴۳ھ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

ص ۹۴۸ پر لیو پولڈا سد کے ذکر میں ان کے انگریزی ترجمہ قرآن "The Message of the Holy Quran" کا ذکر کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ یہ ترجمہ غالباً ۱۹۸۷ء میں جبرالٹر سے شائع ہوا۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اولاً اس انگریزی ترجمے کے صرف نو پارے رابطۂ عالم اسلامی نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیے تھے جس پر، اس بعض موارد کے سلسلے میں، بحث مباحثے کی گرما گرمی پیدا ہوئی۔ بعد ازاں یہ مکمل انگریزی ترجمے کی صورت میں دارالاندلس جبرالٹر سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا (نہ کہ ۱۹۸۷ء میں۔)

''کلیات مکاتیب اقبال'' کی اس تیسری جلد میں تعلیقات بھی لکھی گئی ہیں۔ ان میں بھی بعض فاش غلطیاں ہیں۔ مثلاً ص ۱۰۵۲ پر ایک کتاب کا نام ''موافق'' لکھا گیا ہے جبکہ عضدالدین عبدالرحمٰن ایجی کی اس مشہور و معروف کتاب کا صحیح نام ''مواقف'' ہے۔ ''مواقف'' کے ضمن میں درج کیا گیا ہے مگر اس کا حوالہ جزوی طور پر غلط ہے۔ ''مواقف'' کے باب میں معلومات فرہنگ معین کی جلد چہارم کے ص ۱۱۸۰ پر نہیں، جلد پنجم کے ص ۱۱۸۱ پر ہیں۔ یاد رہے کہ فرہنگ معین کی صرف آخری دو جلدیں یعنی پانچویں اور چھٹی اعلام سے بحث کرتی ہے۔

تعلیقات ہی کے ضمن میں ''سر اسما'' پر بھی تفصیلی نوٹ لکھا گیا ہے مگر اس میں چند در چند غلطیاں ہیں۔ کتاب کے مصنف کے نام کا لاحقہ ''پرہباوری'' نہیں ''پر پاروی'' ہے۔ مرتب کہتے

www.iqbalcyberlibrary.net

ہیں کہ عبدالعزیز پرہاروی کی اب تک گیارہ تصانیف کا پتہ چلا ہے جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ تعداد گیارہ نہیں ایک سو گیارہ ہے۔ ''البراس'' کے بارے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ میرٹھ سے چھپنے سے پہلے یہ کتاب اولاً مصر سے شائع ہوئی۔ جن کتب کی اشاعت کی اطلاع مذکورہ تفصیلی نوٹ میں دی گئی ہے، ان کے علاوہ بھی ان کی درج ذیل کتب اشاعت پذیر ہوئیں:

۱: رسالہ رحمانیہ: ۱۳۲۵ میں آگرے سے اور ۱۳۴۴ میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ ''گلزار جمالیہ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۲: الصمصام فی اصول تفسیر قرآن: یہ عربی تصنیف ملتان سے شائع ہوئی۔

۳: ایمان کامل فارسی (بطرز مثنوی شریف): لاہور اور ملتان سے شائع ہوئی۔

۴: الاکسیر (عربی) جلد ثالث: اردو میں ترجمہ ہو کر ۱۳۰۸ میں نولکشور سے شائع ہوئی۔

۵: زمرد اخضر اور مشک عنبر: ۱۳۴۵ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔

۶: مناظرہ الجلی فی علوم الجمیع: ملتان سے شائع ہوئی۔

۷: مرام الکلام فی عقائد الاسلام: ملتان سے شائع ہوئی۔

۸: الناھیہ: ملتان اور کوٹ ادو سے طبع ہوئیں۔

۹: الادفاق: ملتان سے طبع ہوئی۔

۱۰: النعم الوجز: ملتا سے شائع ہوئی۔

۱۱: کنز العلوم: آگرے سے شائع ہوئی۔

مرحوم عبدالعزیز پرہاروی کی تصانیف واحوال کی تفصیل کے لیے جعفر بلوچ کی تالیف ''آیات ادب'' اور متین کاشمیری کی ''احوال و آثار حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی'' ملاحظہ کی جا

www.iqbalcyberlibrary.net

سکتی ہے۔موخر الذکر کا حوالہ زیر تبصرہ کتاب کے ص ۱۰۶۱ پر درج ہے۔

کلیات مکاتیب اقبال (۳) میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔اس کے ص ۱۰۵۹ پر شجاع ناموس کو شجاع مانوس لکھا گیا ہے۔جو ظاہر ہے درست نہیں۔

کتابیات میں بھی متعدد غلطیاں ہیں اور یہ زیادہ تر کتابت کی غلطیاں ہیں اس لیے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔البتہ ایک غلطی کی نوعیت مختلف ہے۔ص ۱۰۶۳ پر جلیل قدروائی کی خود نوشت سوانح ''حیات مستعار'' کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ اس کی دوسری جلد بھی ۱۹۸۷ء میں مکتبہ اسلوب سے شائع ہوئی۔صحیح یہ ہے کہ دوسری جلد کتابی صورت میں الگ سے شائع نہیں ہوئی بلکہ رسالہ ''غالب'' کراچی میں چھپی تھی۔

زیر تبصرہ کتاب کے آخر میں ایک جامع اشاریہ دیا گیا ہے۔اس اشاریے کا ایک حصہ ''کتابیں اور رسائل'' کے زیر عنوان درج کیا گیا ہے۔اس میں بعض اندراجات میں فاش غلطیاں ہیں۔ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے:

غلط	صحیح
اتحاف النبلاء	اتحاف النبلاء
احوال و آثار	یہ کسی کتاب کا نام نہیں
اصلاحات صوفیہ	اصطلاحات صوفیہ
ہمس آف بولڈ	ریلمس آف گولڈ
بجز الحقائق	بحر الحقائق
پرانے چراغ مع تکملہ سینے کے چراغ	پرانے چراغ مع تکملہ سینے کے داغ
خاتم سلیمانی (۴۹)	خاتم سلیمانی
حاشیہ شرح المواقق	حاشیہ شرح المواقف

www.iqbalcyberlibrary.net

’’حکمائے اسلام کے عمیق تر مطالعے کی دعوت‘‘	یہ علامہ کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے۔ کتاب نہیں
خاکستر پرواز	خاکستر پروانہ
دواین	دواوین
ذخیرۂ شمس الحسن	یہ کسی کتاب کا نام نہیں
سبحتہ المرجان	سبحتہ المرجان (۳۰)
شرح الاعصام	شرح الاعتصام ......
شعراءشعرات	شعراءوشعریات
شوق وصداقتہ اربعین	شوق وصداقتہ الربعین سنتہ
کتاب الطواسن	کتاب الطواسین
کاشف الحاق	کاشف الحقائق
گنجینۂ آزر	یہ کوئی کتاب نہیں
مباحث شرقیہ	مباحث مشرقیہ
مسلم العلوم	سلم العلوم
موافق	مواقف
مکاتیب اقبال کے ماخذ۔ ایک تحقیقی جائزہ یہ مضمون ہے، کتاب نہیں	یہ مضمون اقبال ریویو لاہور کے جولائی ۱۹۸۲ء کے شمارے میں شائع ہوا۔
یورپ میں دکنی مخطوطات	یورپ میں دکھنی مخطوطات

اشاریے میں بعض اوقات ایک ہی کتاب کو مختصر اور مفصل صورت میں دو الگ الگ کتابوں کی صورت میں کئی مقامات پر شائع کیا گیا ہے مثلاً ’’فتوحات‘‘ اور ’’فتوحات مکیہ‘‘ ایک ہی کتاب ہے اس لیے اس کے دو اندراجات بے معنی اور گمراہ کن ہیں۔ ’’سبحتہ المرجان‘‘ اور ’’سبحتہ المرجان فی آثار ہندوستان‘‘ ایک ہی کتاب ہے، ’’نزہتہ الخواطر‘‘ اور ’’نزہتہ الخواطر وبہجتہ

www.iqbalcyberlibrary.net

المسامع والنواظر'' ایک ہی کتاب ہے۔

مکرر جائزہ لینے سے پتہ چلا کہ لارڈ لوتھین کے نام ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء کے خط میں بھی متعدد غلطیاں ہیں۔ذیل میں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

غلط	ناقص	صحیح/مکمل	متن
۱: تھوڑا بہت رد و بدل کروں گا(ص ۳۲۹)		تھوڑا بہت رد و بدل کرنا پسند کروں گا	
۲: بعض فرانسیسی فلاسفروں نے		اس فرانسیسی فلسفی نے	
۳: Space & the		Spain & the	
۴: Intellecual World of Islam		Intellectual World of Islam	

کلیات مکاتیب اقبال جلد سوم کا زیر نظر جائزہ بہت طویل ہو گیا مگر امید ہے کہ قارئین اسے مفید پائیں گے اور راقم سے اس باب میں جو غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی ان کی نشاندہی میں تامل نہیں کریں گے۔برنی صاحب بھی اس جائزے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آخر میں ایک بات اور۔قارئین میں سے بعض کے لیے شاید یہ بات معلومات میں اضافے کا موجب ہو گی کہ ''کلیات مکاتیب اقبال'' کی پہلی دو جلدیں لاہور کے ایک ادارے ترتیب پبلشرز نے بھی شائع کر دی ہیں۔ان دونوں جلدوں میں وہ تمام صدہا صد غلطیاں موجود ہیں جو ہندوستانی ایڈیشن میں ہیں اور جن میں سے بعض تو نہایت فاش اور نتیجۃً گمراہ کن ہیں۔ناشر نے مزید ستم یہ کیا کہ ان دونوں جلدوں میں شامل عکسی نقول اور حواشی و تعلیقات بھی خارج کر دیے۔خدا کرے کہ تیسری جلد اگر پاکستان میں شائع ہو تو غلطیوں سے پاک ہو کر اور عکسی نقول سے مزین ہو کر۔

(۱۹۹۳ء)

www.iqbalcyberlibrary.net

حواشی

۱: ''نقش اقبال و تیغ ہلال'' (مرتبہ پروفیسر اکبر منیر) ص ۵، ۶

۲: ''نقش اقبال و تیغ ہلال'' (مرتبہ پروفیسر اکبر منیر) ص ۶

۳: اصل انگریزی جملہ یہ ہے:

"I made an exception in your case"

۴: کلیات مکاتیب اقبال کی اس تیسری جلد میں سید نذیر نیازی کے نام اس خط کا نامکمل عکس شامل کیا گیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اس کا مکمل عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

۵: کلیات مکاتیب اقبال کی اس تیسری جلد میں اس جملے کے حوالے سے ایک حاشیہ لکھا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مکتوبات اقبال (مرتبہ نذیر نیازی) میں یہ عبارت محذوف ہے۔ حیرت ہے کہ مکتوبات اقبال کا صفحہ ۵۴ غور سے دیکھا ہی نہیں گیا جس میں یہ عبارت حرف بہ حرف موجود ہے۔ مزید برآں اپر انڈیا کانفرنس پر نوٹ لکھنے کی ضرورت تھی جو ''مکتوبات اقبال'' ہی کی مدد سے لکھا جا سکتا تھا۔ ملاحظہ ہو ''مکتوبات اقبال'' ص ۵۵۔

۶: کلیات مکاتیب اقبال (۳) میں اس خط کا نامکمل عکس شامل ہے۔ اس مضمون میں مکمل عکس شامل کیا جا رہا ہے۔

۷: اصل انگریزی متن میں "Many misprints" کے الفاظ آئے ہیں۔ اس کا ترجمہ ''بے شمار غلطیاں'' درست نہیں۔ اصل انگریزی متن کے لیے دیکھیے "Iqbal - His political ideas at Crossoads" کا صفحہ ۱۷

۸: مکتوب کے عکس میں سنین صاف پڑھے جاتے ہیں۔ اس سے قطع نظر اگر مرتب تھوڑا سا

www.iqbalcyberlibrary.net

استقراء ہی سے کام لیتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ روڈز لیکچر کی دعوت انھیں ۱۹۳۳ء میں ملی تھی نہ کہ دس گیارہ برس پیشتر۔

۹: اس خط کا عکس کلیات مکاتیب اقبال میں ناقص چھپا ہے۔ چنانچہ پورا عکس شامل کیا جاتا ہے۔

۱۰: اس بہت اہم مکتوب کے اصل انگریزی متن کا عکس شامل مضمون ہے۔

۱۱: اس عبارت سے گمان ہو سکتاہ ے کہ شاید یہ شعر اقبال ہی کی کاوش کا نتیجہ ہے حالانکہ ایسا نہیں۔

۱۲: سید نعیم الحق کے نام علامہ کے ۹ فروری ۱۹۳۴ء کے اس خط پر برنی صاحب نے حاشیہ لکھتے ہوئے انکشاف فرمایا ہے کہ ''اس خط کے سوا سید نعیم الحق (پٹنہ) کے نام علامہ اقبال کے جتنے بھی خطوط ملے ہیں سب انگریزی میں ہیں'' ساتھ ہی مرتب نے امکان ظاہر کیا ہے کہ شاید یہ بھی انگریزی میں ہو۔ واضح رہے کہ اصلاً یہ خط انگریزی ہی میں لکھا گیا تھا اور Letters of Iqbal کے صفحہ ۱۱۰ پر موجود ہے۔ اہل نظر نے صحیح کہا ہے کہ ''می شود پردۂ چشم پر کاہے گاہے'' (اقبال)

۱۳: یہ وہی ڈاکٹر بہجت وہبی ہے جن کا ذکر ایک صفحہ پیچھے اسی کتاب میں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۴۶۸۔ نیز صفحہ ۴۰۷ پر بھی سید نذیر نیازی کے نام خط میں وہبی صاحب کا ذکر موجود ہے۔ میرا تاثر یہ ہے کہ چونکہ کلیات کا یہ کام پنچایتی ہے اس لیے اس میں ربط کا فقدان ہے اور ایک معاون کارکو دوسرے کے مفوضہ کام سے کوئی دلچسپی نہیں معلوم ہوتی۔

۱۴: "Serious Mistake" کا ترجمہ ''سنجیدہ غلطی'' کرنا مضحکہ خیز ہے۔

www.iqbalcyberlibrary.net

۱۵: ٹامسن کے نام اصل انگریزی خط میں یہ جملہ ملتا ہے۔

"you call me (a) protagonist of the scheme called pakistan"

اس جملے کا مفہوم محض اتنا ہے کہ میں چودھری رحمت علی کی ''پاکستان اسکیم'' کا حامی نہیں۔ مرتب یا اس کے کسی معاون نے بدنیتی سے اقبال کو ''نظریہ پاکستان'' ہی سے دستبردار قرار دے دیا۔ ایس حسن احمد کی کتاب Iqbal _his political ideas at cross-road بھی اسی تعصب کی مظہر ہے۔ جس سے یہ خط لے کر ترجمہ کیا گیا ہے۔

۱۶۔ انگریزی اسلوب سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ بعض اوقات لفظ Now آغاز یا کلام یا کسی امر کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مرتب و مترجم یہ مفہوم دینا چاہتے ہیں گویا اقبال پہلے تو پاکستان کے حامی تھے، اب اس کے حامی نہیں رہے۔ حسرت نے سچ کہا تھا:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بدقسمتی سے سید مظفر برنی ''محبِ وطن اقبال'' کی دلدل سے ابھی نکل نہیں سکے۔

۱۷۔ ممکن ہے اسے صرف املا یا امالے کی بات کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے مگر اقبال کے اصل خط کے عکس میں ''سرمائے'' ہے۔

۱۸۔ اقبال کے اصل خط کے عکس میں بھی لفظ ''نہ'' موجود ہے۔ اقبال یہ لفظ سہواً لکھ گئے ہیں۔ خود جملے کی ساخت متقاضی ہے کہ یہاں لفظ ''نہ'' نہیں ہونا چاہیے۔ علامہ کے اس سہو کی تصدیق پانچ جون ۱۹۳۴ء کے خط سے ہوتی ہے جہاں اس گروتھ کے پھیپھڑوں کو متاثر کرنے کا

اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے۔دیکھیے ''کلیات مکاتیب اقبال'' جلد سوم۔ (ص۵۰۲)

۱۹۔علامہ ''پرہیز'' کو مونث لکھتے تھے۔نثر کے علاوہ شعر میں بھی:

ع اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

۲۰۔مرتب یہاں کچھ لفظ عکس کے غیر واضح ہونے کے باعث نہیں پڑھ سکے۔میرے ذخیرہ نوادر میں اس خط کا عکس واضح ہے چنانچہ یہ عکس کاملاً شامل مضمون کیا جاتا ہے۔

۲۱۔مرتب کی کرشمہ کاری سے مریض معالج ہو گیا اور معالج مریض۔

۲۲۔''ادارے'' سے علامہ اقبال کی مراد کیا تھی۔اس ضمن میں مکتوب الیہ نذیر نیازی نے ایک مفید حاشیہ لکھا تھا جو زیر نظر کتاب کے مرتب بوجوہ درج نہیں کر پائے۔حاشیہ درج ہے:

''ادارہ اس لیے کہ حضرت علامہ اقبال ایک اعلیٰ پایہ کی مجلس علم قائم کرنا چاہتے تھے جو معارف اسلامیہ کی تحقیق اور تجدید کا بیڑا اٹھاتی۔''نیازی

۲۳۔''اقبال جہان دیگر'' میں بھی ''قدر'' (رابالکسر) ہی ہے۔دیکھیے کتاب مذکورہ کا صفحہ ۸۳۔

۲۴۔زیر نظر کتاب کے اس صفحے (ص ۶۳۸) پر سید نذیر نیازی کے نام اس نو سطری مکتوب میں اکٹھی آٹھ غلطیاں ہیں یعنی فی سطر تناسب تقریباً ایک غلطی رہا۔اسی کو ''درست ترین'' اور ہر ''اعتبار سے قابل تعریف'' کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔

۲۵۔یہ نقطے مرتب نے لفظ نہ پڑھے جانے کے باعث لگائے ہیں۔

۲۶۔معلوم ہوتا ہے کہ مرتب موصوف شعور وزن سے عاری ہیں۔

۲۷۔کلیات اقبال فارسی۔ص۴۹۲۔

۲۸۔اقبال کا فکر و فن (مرتبہ افضل حق قرشی) بار دوم۔ص۵۱۔۵۲

www.iqbalcyberlibrary.net

۲۹۔اسے کتابت کی غلطی اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خ کے بجائے ’’ح‘‘ کی پٹی میں درج کی گئی ہے۔

۳۰۔اس کتاب کے ساتھ دو اندراج ہیں۔حالانکہ یہ ایک ہی کتاب ہے۔

☆

صفحہ نمبر ۱۷۲ سے لے کر ۱۸۶ تک خطوط کے عکس ہیں

☆

www.iqbalcyberlibrary.net

اقبال کی چند نادر و نایاب تحریریں

یوں تو اب تک اقبال کے شعری و نثری کارناموں اور خطوں کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔لیکن ان میں سے کوئی مجموعہ بھی ان کی اس طرح کی تحریروں کے باب میں حرفِ آخر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اب بھی کبھی کبھی اور کہیں نہ کہیں ان کا کوئی غیر مطبوعہ یا غیر مدون مکتوب یا تقریظ یا تقریر یا اس کا ملخص یا غیر مدوّن بیان یا کوئی دست نوشت نظم یا غزل وغیرہ ضرور منصۂ شہود پر آتے رہتے ہیں۔کئی برس پیشتر مجھ بعض رسائل و کتب کی ورق گردانی کے دوران اور بعض احباب کی کرم فرمائی سے اقبال کی سات ایسی تحریریں دستیاب ہوئیں جو نایاب اور نادر ہیں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱:پروفیسر فضل شاہ گیلانی کے نام علامہ کے دو انگریزی خط (۱)

۲:محمد عبدالحامد قادری بدایونی کی کتاب ''نظام عمل'' میں اقبال کا ایک مختصر خط (۱۹۳۶ء)

۳:آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو (پمفلٹ) میں شامل اقبال کا ایک نہایت اہم مکتوب (۱۹۳۶ء)

۴:''مولانا عبدالحکیم''......محمد دین فوق کی کتاب ''ملک العلماء علامہ عبدالحکیم'' مع تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ (۱۹۲۴ء) پر اقبال کی تقریظ

۵:''ہیر رانجھا کشتہ'' پر علامہ کا مختصر تاثر (تاریخ ندارد)

۶:نمود صبح......علامہ کی ایک دست نوشت نظم جو بعد از ان متصرف ہو کر بانگ درا میں شائع ہوئی۔

ذیل میں مندرجہ بالا تحریروں کا مختصر تعارف مع متن پیش کیا جاتا ہے۔

www.iqbalcyberlibrary.net

(۱) پروفیسر فضل شاہ گیلانی کے نام علامہ کے دو انگریزی خط:

یہ بات معلوم ہے کہ مکتوبات کسی فرد کے باطن میں جھانکنے کا نہایت اہم ذریعہ ہیں خصوصاً تخلیق کاروں کے خطوط تو ان کی اس داخلی اوڈیسی کا پتا دیتے ہیں جس کی حشر سامانیوں اور باطنی مدوجزر کا کھوج لگانا بصورت دیگر خاصا مشکل ہوتا ہے۔ایسے میں ان کی کسی تحریر کا دستیاب ہو جانا بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

پروفیسر فضل شاہ گیلانی کے نام اقبال کے کے مذکورہ خطوط انگریزی میں ہیں۔علامہ کے مکتوب الیہم میں پروفیسر فضل شاہ گیلانی کا نام ایسا غیر معروف نہیں۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے مرتبہ ''خطوط اقبال'' میں ایک خط انہی پروفیسر گیلانی کے نام ہے (مورخہ ۱۳ستمبر ۱۹۳۶ء)

راقم الحروف کے جو دو خطوط دستیاب ہوئے وہ بالترتیب ۱۷مارچ ۱۹۳۶ءاور ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۳۶ءکو لکھے گئے یہ دونوں مکتوب اس اعتبار سے بھی بہت اہم ہیں کہ یہ علامہ کی زندگی کے آخری مرحلے میں لکھے گئے۔۱۷مارچ ۱۹۳۶ءکا خط شیش محل بھوپال سے لکھا گیا یہ خط جس پیڈ پر لکھا گیا اس کے بائیں طرف ایک چوکور مونوگرام ہے جس کے اندر باریک انگریزی حروف میں بھوپال لکھا ہوا ہے۔علامہ ان دنوں بھوپال میں اپنے گلے کے برقی علاج کے سلسلے میں مقیم تھے۔اپنے اس مکتوب میں اگرچہ انھوں نے اپنے گلے کے علاج کا ذکر کر کے اس کی معمولی سی بہتری کا ذکر کیا ہے مگر یہ بھی لکھا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ان کی صحت برباد ہو چکی ہے اور انھیں اپنی بقیہ زندگی میں بہت محتاط رہنا ہوگا۔اس خط میں انھوں نے پروفیسر گیلانی کو احمدیت پر اپنے مضمون کے شائع کرنے کی اجازت بھی دی ہے جس کے شائع ہو جانے کی تصدیق ''خطوط اقبال'' میں شامل ۱۳ ستمبر ۱۹۳۶ءکے مکتوب سے ہو جاتی ہے۔اسی خط میں علامہ نے مسلمانوں کی نشر اد نو میں

www.iqbalcyberlibrary.net

بیداری اور نشاۃ ثانیہ کے آثار پیدا ہونے پر اظہار مسرت کیا ہے اور آخر میں اپنے خط کی شکستہ عبارت کے ضمن میں معذرت چاہی ہے۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء والے خط میں علامہ نے اور باتوں کے علاوہ پروفیسر فضل شاہ گیلانی کے اس خیال سے کہ ''ضرب کلیم'' میں (اقبال کے) دیگر شعری مجموعوں کے مقابلے میں نسبتاً کم موسیقیت ہے، اتفاق کیا ہے اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ یہ فکری شاعری ہے اور تفکر کی شاعری پر ایک ایسا مرحلہ بھی آنا چاہیے جب اسے کھرے اور صاف الفاظ میں لوگوں سے مخاطب ہونا چاہیے تاکہ انھیں حقیقی زندگی کے اہم مسائل سے صرف نظر یا گریز کا بہانہ نہ مل سکے۔ اقبال کی یہ وضاحت بڑی قابل توجہ ہے۔ گویا ضرب کلیم میں اقبال کا نسبتاً کم شاعرانہ اسلوب کسی مجبوری یا شعری زوال کا نتیجہ نہیں بلکہ ابلاغ کو آسان تر اور بلیغ تر بنانے کی ایک شعوری کوشش ہے۔

ان دونوں خطوط کے مکتوب الیہ پروفیسر فضل شاہ گیلانی لاہور کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ۱۹۲۲ء میں لاہور ہی سے عربی میں ایم اے کیا۔ بعد ازاں سورت کالج اور میرٹھ کالج میں عربی اور فارسی کے پروفیسر رہے۔ انھوں نے ایک انجمن شبان المسلمین بھی بنائی تھی جو اسلام اور مشاہیر اسلام کے متعلق کتابچے شائع کر کے تقسیم کرواتی تھی۔ اس انجمن نے ایک بار علامہ مرحوم کا مشہور آرٹیکل ''Islam & Ahmadism'' بھی کتابچے کی صورت میں شائع کیا تھا۔ ذیل میں ان دونوں خطوط کے عکس اور نقلیں درج کی جاتی ہیں:

(مکتوب اول انگریزی ٹائپ میں)

Bhopal

Sihish Mahal,

www.iqbalcyberlibrary.net

17th March, 1936

My dear Prof. Gilani,

Thank you so much for your letter which has found me in Bhopal where I have been staying for some time for glutine treatment of my throat. There is some little improvement but I feel my health has broken down on the whole and that I shall have to be extremely careful for the rest of my days.

I have no objection to your doing whatever you like with my article on Ahmadism.

The article on Bal-Jibrail is well-written. I am glad to see that the younger generation of Muslims have begun to see what I am driving at. Another collection of Urdu poems called will, I hope be out in the month of ضرب کلیم April or May.

I hope to be able to return to Lahore in the first week of April.

Thanking you.

www.iqbalcyberlibrary.net

yours sincerely,

Muhammad Iqbal

please excuse this scribbling. M-1

۱۷ مارچ ۱۹۳۶ء کے اس مکتوب کا عکس اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

مکتوب دوم انگریزی ٹائپ میں

Lahore

31st Oct, 1936

Dear Mr.Gilani,

Thanks for your letter and the pamphlets which are so interesting.

The persian poem was published the other day and is available at Kitab Khan-i- Tulu' -i-Islam, 25 Mcleod Road, Lahore . As to ضرب کلیم , you are right in saying that it is less musical. I have myself warned the reader:

میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ

Reflective poetry must reach a stage when it must say things in an absolutely straightforward and

www.iqbalcyberlibrary.net

unvarnished manner so that no one may have any excuse for escaping from the problems of real life.

Yours sincerely,

Muhammad Iqbal

(۲) محمد عبدالحامد بدایونی کی کتاب ''نظام عمل'' میں اقبال کا ایک مختصر خط (۱۹۳۶ء)۔

محمد عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸۔۱۹۷۰ء) اقبال کے جونیئر معاصرین میں تھے۔ ان کا خاندان صدیوں سے علمی اور مذہبی خدمات کے باب میں مشہور و ممتاز تھا۔ خود مولانا عبدالحامد بدایونی کی سیاسی اور مذہبی خدمات لائق تعریف ہیں۔ مولانا عبدالحامد مولانا عبدالماجد بدایونی کے برادر خرد تھے۔ ان سے کئی کتب یادگار ہیں جن میں اسلام و سائنس، فلسفۂ عبادات اسلامی، تصحیح العقائد، الجواب المشکور، (عربی) اور نظام عمل لائق ذکر ہیں۔ مولانا بدایونی تخلیق پاکستان کے بعد پاکستان چلے آتے تھے۔ تحریک پاکستان میں ان کی خدمات مسلم ہیں۔ وفات کراچی میں ہوئی۔

''نظام عمل'' (کل صفحات ۲۲۴) ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں توحید، رسالت، صلواۃ و متعلقات صلواۃ، زکوۃ، حج، حکومت و سلطنت کا اسلامی نظام عمل، اسلام کا نظام تجارت، اسلام کا نظام وراثت اور بحث ملائکہ و اجنہ، وغیرہ کا قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں، صاف، رواں اور عام فہم اسلوب میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں جن مشاہیر کی آرا یا تقاریظ شامل ہیں ان میں حسین احمد مدنی، سید سلیمان ندوی، راغب بدایونی، سر راس مسعود، علامہ عبداللہ یوسف علی، عبدالماجد دریابادی اور اقبال لائق ذکر ہیں۔ ذیل میں بدایونی صاحب کے نام اقبال کا خط درج کیا جاتا ہے جو کتاب مذکور میں تقریظ کے طور پر شامل کیا گیا ہے:

www.iqbalcyberlibrary.net

"جناب مولانا، السلام علیکم،

آپ کی کتاب نظام عمل میں نے دیکھی۔ اس زمانے میں جبکہ احکام دین سے بے خبری عام ہوگئی ہے، آپ کی کتاب عام مسلمانوں کے لیے ہدایت کا مرقع ثابت ہوگی۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

محمد اقبال

۵ نومبر ۱۹۳۶ء

(۳) آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو (پمفلٹ) میں شامل اقبال کا ایک نہایت اہم مکتوب (۱۹۳۶ء)

علامہ اقبال کا تنہا کارنامہ نہیں کہ انھوں نے برعظیم کے مسلمانوں میں ایک فکری انقلاب برپا کیا عملاً بھی ان کی اصلاح اور بہتری کے لیے جدوجہد کی۔ مسلمانوں کے الگ قومی تشخص کے ابھارنے میں ان کی کوششیں لائق ستائش ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں انھوں نے عملاً سیاست میں حصّہ لینے کا آغاز کیا۔ پنجاب کونسل کے لیے الیکشن لڑا اور اپنے حریف ملک محمد دین کو تین ہزار ووٹوں سے شکست دی۔ ۱۹۳۰ء میں انھوں نے اپنا شہرۂ آفاق خطبہ الٰہ آباد دیا اور برعظیم میں مسلم تشخص کا ایک اور سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک وہ پنجاب کونسل کے رکن رہے۔ اس دوران انہوں نے لیجسلیٹو کونسل میں شہری و دیہاتی چپقلش کا بغور جائزہ لیا جو دراصل یونینسٹ پارٹی کی پیدا کردہ تھی۔

۱۹۳۰ء کے خطبہ الٰہ آباد کا تکملہ قائداعظم کے نام اقبال کے ان دو خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں نے قائد کو ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء اور ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو لکھے اس سے ایک برس قبل اپنی شدید

www.iqbalcyberlibrary.net

علالت کے باوجود انھوں نے قائداعظم کے ایماء پر مسلم لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ کا رکن بننے ک دعوت منظور کر لی تھی۔

۱۸ جون ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کی صدارت کرتے ہوئے قائداعظم نے مسلم لیگ کا انتخابی منشور منظور کرایا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ لیگ کے مرکزی پارلیمانی بورڈ کو اس لیے تشکیل دیا گیا تھا تا کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے ۱۹۳۷ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں حصہ لیا جا سکے۔ اسی مرکزی پارلیمانی بورڈ کے تحت صوبائی بورڈ تشکیل دیئے گئے اور اقبال کو پنجاب پراونشل پارلیمانی بورڈ کا صدر نامزد کیا گیا (۲) ۸ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ اور قائداعظم کی حمایت میں اور موٴخر الذکر کی خدمات کو شاندار خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک اپیل مسلمانان پنجاب کے نام ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کی گئی تھی (۳) اس اپیل پر پندرہ حضرات کے دستخط تھے۔ سرفہرست اقبال کے دستخط تھے۔ اس مشترکہ اپیل کے علاوہ اقبال نے پراونشل پارلیمانی بورڈ کے صدر کی حیثیت سے ایک الگ اپیل بی مسلمانان پنجاب سے کی تھی۔ یہ اپیل اقبال کے ایک خط کی صورت میں آل انڈیا مسلم لیگ مینی فسٹو کے آغاز میں شائع ہوئی جو ایک پمفلٹ کی صورت میں میکلیگن پریس لاہور نے شائع کیا تھا۔ (۴) اپیل کا متن مع عنوان ملاحظہ ہو:

”علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا خط مسلمانان پنجاب کے نام“

جناب مکرم

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یک اپریل ۱۹۳۷ء سے نئی اصلاحات ملک میں نافذ ہوں گی اور پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے لیے انتخابات تاریخ مذکور سے پہلے عمل میں آ جائیں

www.iqbalcyberlibrary.net

گے۔ اگر مسلمانان ہند نے ملک وقوم کے موجودہ حالات کا جائزہ لے کر ایک صحیح اور واضح حکمت عملی اختیار نہ کی تو ان کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا قوی احتمال ہے۔ گزشتہ پندرہ سالہ سیاسی دور کی تاریخ جس میں دو عملی یا نیم جمہوری اصلاحات پر عمل درآمد رہا، اس حقیقت کی شاہد ہے کہ مسلمانوں بحیثیت قوم ان ابتدائی اصلاحات سے وہ فائدہ نہیں اٹھایا جو انھیں اٹھانا چاہیے تھا۔ اس کوتاہی کے ذمہ دار کون لوگ ہیں اور کیوں؟ اس امر کو زیر بحث لانے کا یہ مقام نہیں۔ انشاء اللہ عنقریب پنجاب کے اس سیاسی دور پر تبصرہ کیا جائے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اپنے منشور عام میں بعض ایسے حقائق و واقعات کی طرف قوم کی توجہ مبذول کر دی ہے اور آئندہ کا پروگرام بھی آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان واقعات کی تفصیلات سے بے خبری اور قوم کا باہمی تفرقہ کہیں پھر وہ صورت نہ پیدا کر جائے کہ آنے والی اصلاحات سے بھی ہم بحیثیت قوم پورا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جائیں اور جو قومی ترقی فرقہ وار فیصلہ نے ان اصلاحات کے ماتحت ہمارے لیے ممکن الحصول کر دی ہے، اس کا حاصل کرنا ہم سے بعید ہو جائے۔ یہی خدشہ ہے جسے مدنظر رکھ کر مسلم لیگ نے صوبہ جاتی انتخابات میں قوم کی رہنمائی اپنا فرض سمجھا ہے۔ لیگ کی یہ فرض شناسی اس صورت میں بار آور ہو سکتی ہے جب قوم بھی فرض شناسی سے کام لے اور اس مسئلہ میں لیگ کی ہدایات اور اس کے پروگرام سے تمسک (۵) کرے۔ مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبہ جاتی اسمبلی میں جانے والے افراد سے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ ہوں گے اور ملک کی آئینی ترقی کے لیے سعی بلیغ کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔ جو لوگ اپنے مخصوص سیاسی نظریے کی وجہ سے مسلمانان ہند کی مرکزی پالیسی پر کاربند ہونے کا اقرار نہیں کر سکتے ان سے اس قسم کی توقعات رکھنا مشکل ہے۔ میں آپ کو اسلام اور ملک کے اندر

www.iqbalcyberlibrary.net

اس کے صحیح سیاسی مفاد کا سچا خیر خواہ سمجھتے ہوئے مستدعی ہوں کہ آپ مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ کی ہر ممکن امداد کریں اور اس کے نامزد کردہ امیدواران آمبلی کے لیے اپنا اثر اور رسوخ صرف کر کے انھیں کامیاب کرائیں۔ اس نازک دور میں اس خدمت سے بڑھ کر اور کوئی اسلامی اور ملکی خدمت نہیں ہو سکتی۔''

والسلام

(سر) محمد اقبال

جاوید منزل میو روڈ ۸ جولائی ۱۹۳۶ء

واضح رہے کہ اپنی شدید علالت کے باعث اقبال نے بالآخر ۱۳ اگست ۱۹۳۶ء کو مذکورہ صوبائی پارلیمانی بورڈ سے استعفیٰ دے دیا، اگرچہ صوبائی لیگ سے ان کا تعلق بحیثیت صدر بہر حال رہا۔

(۴) محمد دین فوق کی کتاب ''ملک العلماء علامہ عبدالحکیم مع تاریخ سیالکوٹ و مشاہیر سیالکوٹ'' پر اقبال کی تقریظ بعنوان: ''مولانا عبدالحکیم۔''

محمد دین فوق (۱۸۷۶۔۱۹۴۵ء) اقبال کے ممتاز معاصر اور دوست تھے۔ سیالکوٹ کے موضع گھڑتل کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں لاہور آ کر پیسہ اخبار میں ملازم ہوئے۔ ان کی تصانیف کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے۔ اقبال نے وقتاً فوقتاً اپنے خطوط میں فوق کی بعض کتب مثلاً یادرفتگاں، حریت اسلام، شباب کشمیر، رہنمائے کشمیر، اور وجدانی نشتر وغیرہ پر اظہار خیال کیا ہے (۶)۔ انھی کتب میں فوق کی ایک اہم تالیف ملک العلماء علامہ عبدالحکیم ...... بھی ہے جس کے شروع میں اقبال کی ایک تقریظ بھی شامل ہے۔ فوق نے یہ کتاب لاہور سے ۱۹۲۴ء میں شائع کی۔

www.iqbalcyberlibrary.net

ایک سو چھبیس صفحات کی اس کتاب میں تقریباً نصف صفحات علامہ سیالکوٹی کے لیے وقف کیے گئے ہیں اور باقی نصف تاریخ و مشاہیر سیالکوٹ کے لیے۔

فوق کی محررہ اس مختصر سوانح عمری سے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) کے باب میں جو معلومات ملتی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک ممتاز اور نادرۂ روزگار معقولی اور عالم دین تھے۔ علامہ عبدالحکیم عہد اکبری میں خاک پاک سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ یہیں پرورش پائی۔ یہیں اپنے علمی، کلامی اور معقولی کارناموں کی جوت جگائی اور بالآخر یہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ ان کی تصانیف کے ذکر میں فوق لکھتے ہیں:

''مولوی عبدالحکیم کی تصانیف کی صحیح اور مکمل تعداد کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہو سکی۔ انھوں نے زیادہ تر منطق و فلسفہ کی اوق ترین عربی کتابوں کے حاشیے اور ان کی شرحیں لکھی ہیں۔ صرف ایک غنیۃ الطالبین، یہی بتائی جاتی ہے جس کو آپ نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔'' (۷)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی کتب صرف برعظیم تک محدود نہ رہیں بلکہ صاحب تآثر الکرام کے بقول بلادعرب و عجم میں بھی سائر و دائر ہوئیں۔ فوق نے ان کی کتب کی تعداد بائیس بتائی ہے۔ چند کتب کے نام یہ ہیں:

حاشیہ تفسیر بیضادی، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، درۂ ثمینہ در اثبات واجب الوجود، حواشی در کنار شرح حکمۃ العین، شرح التہذیب، دلائل التجدید (حضرت مجددؒ کے دعوے کی تائید میں) سیالکوتی التصورات (علم منطق میں) حاشیہ علیٰ حاشیہ عبدالغفور علیٰ شرح الجامی اور حاشیہ خیالی (۸) اپنے عہد میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، فاضل سیالکوٹی اور فاضل لاہوری (جیسے اقبال، سیالکوٹی ہونے کے باوجود اقبال لاہور کے نام سے زیادہ معروف ہوئے۔) کے نام سے بھی

www.iqbalcyberlibrary.net

معروف تھے۔ آزاد بلگرامی انھیں علامہ زمان اور افتخار زمانیاں قرار دیتے ہیں۔ بعض اہم کتابوں مثلاً روضتہ الادباء، کشف الظنون، حدائق الحنفیہ، تاریخ کبیر کشمیر فارسی، روضتہ القیومیہ، مآثر الکرام اور سبحتہ المرجان وغیرہ میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔ اس ضمن میں حدائق الحنفیہ کے ص ۴۳۵ پر آپ کے کمالات کے ضمن میں اور اس کے اعتراف کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''علوم ظاہری آپ نے مولانا محمد کمال کاشمیری سے پڑھے اور فیوض باطنی اپنے زمانے کے مشائخ سے حاصل کیے۔ آپ ہی ہیں جنھوں نے پہلے پہل شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی کے خطاب سے یاد کیا اور شیخ احمد مجدد الف ثانی نے آپ کو آفتاب پنجاب کا لقب دیا۔ جہانگیر و شاہجہان کے دربار میں آپ کی بڑی عزت وتوقیر تھی اور آپ کے شہزادگان کے استاد تھے چنانچہ شاہ جہان بادشاہ نے آپ کو دو دفعہ میزان میں تلوایا اور ہر دفعہ چھے چھے ہزار روپیہ دیا۔ آپ کو سیالکوٹی میں سوالاکھ روپیہ کی جاگیر ملی ہوئی تھی۔''

ذیل میں فوق کی مذکورۃ الصدر کتاب پر علامہ اقبال کی تقریظ کا صحیح متن (۹) درج کیا جاتا ہے جو دراصل ایک فلسفی کا ایک فلسفی کو یادگار خراج ہے:

''مولوی عبدالحکیم علیہ الرحمتہ سیالکوٹ کی سرزمین میں پیدا ہوئے جو شاہان مغلیہ کے زمانہ میں اسلامی علوم کی ایک مشہور درسگاہ تھی۔ ان کی عالمگیر شہرت آخر شاہجہان تک پہنچی جس نے ان کی قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دربار دہلی میں بادشاہ کے اشارہ سے بڑے بڑے معرکہ آلارا مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے جن میں سیالکوٹی فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں وسط ایشیا اور ایران کے حکماء کو محو حیرت کیا کرتی تھیں۔''

''ان کی فلسفیانہ تصانیف میں ''سیالکوتی علی التصورات'' ایک مشہور رسالہ ہے۔ جو کچھ

www.iqbalcyberlibrary.net

مدت ہوئی مصر میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی اور بھی کتابیں ہیں جو اسلامی مما لک میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز ہیں۔ توحید باری تعالیٰ پر بھی ان کا ایک خاص رسالہ (۱۰) جو شاہجہان کی فرمائش پر لکھا گیا تھا میری نظر سے گزرا ہے مگر غالباً آج تک شائع نہیں ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان کے خیالات کا بیشتر حصّہ اب تقویم پارینہ ہے لیکن اسلامی فلسفے کا مورّخ اس کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔''

''سیالکوٹ میں ان کی مسجد اور تالاب اب تک ان کی یادگار ہیں مگر افسوس ہے کہ ان کا مزار جو تالاب کے قریب ہی واقع ہے نہایت کس مپرسی کی حالت میں اہل سیالکوٹ کی بے حسی اور مردہ دلی کا گلہ گزار ہے۔''

''منشی محمد الدین صاحب فوق نے جن کی تاریخی کرید مشہور ہے، مولانا مرحوم کے حالات زندگی لکھ کر ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ تصنیف نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔''

''اس رسالہ میں ضمناً سیالکوٹ شہر کے تاریخی حالات بھی ہیں جو نہایت تجسّس اور تلاش سے فراہم کیے گئے ہیں۔ اہل سیالکوٹ کو ان حالات سے بالخصوص دلچسپی ہوگی۔''

محمد اقبال ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

(۵) ''ہیر رانجھا کشتہ'' پر علامہ کا مختصر تاثر (ت۔ن)

تاثر یا تقریظ کے ذیل میں اقبال کی ایک مختصر تحریر ''ہیر رانجھا کشتہ'' پر ہے۔ مولا بخش کشتہ (۱۸۷۶۔۱۹۵۵ء) پنجابی کے معروف شاعر اور تذکرہ نگار تھے۔ ان کی تصانیف میں ''دیوان کشتہ'' ''پنجابی شاعراں دا تذکرہ'' اور ''ہیر رانجھا کشتہ'' شامل ہیں۔ دیوان کشتہ کو کشتہ صاحب نے

www.iqbalcyberlibrary.net

ردیف وار مرتب کیا اور فارسی اور کلاسیکی اردو غزل کے اسالیب کو پنجابی غزلوں میں دل کھول کر برتا۔ ''ہیر رانجھا'' انھوں نے ۱۹۱۱ء میں تصنیف کی۔ اس کا پہلا ایڈیشن امرتسر سے اسی سال شائع ہوا۔ اس کے تقریظ نگاروں میں عبدالحلیم شرر (۱۸۶۰۔۱۹۲۶ء) جیسے ممتاز ادیب بھی شامل تھے۔ ''ہیر رانجھا کشتہ'' کے پہلے ایڈیشن میں اقبال کی تقریظ شامل نہیں۔ قیاس ہے کہ کتاب مذکور شائع ہونے کے بعد علامہ کی خدمت میں روانہ کی گئی اور انھوں نے اس پر ذیل کا تاثر رقم کیا:

''کشتہ صاحب کی پنجابی نظم موسوم بہ ہیر رانجھا بڑی خوبی سے جدید طرز میں لکھی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مقبول عام ہوگی۔''

محمد اقبال، لاہور (۱۱)

یہ بات اقبال شناسوں کے علم میں ہے کہ اقبال کا پنجابی ادب کا مطالعہ خاصا وسیع تھا۔ ان سے چند پنجابی شعر بھی یادگار ہیں۔ اپنے عہد کے پنجابی شعراء مثلاً استاد عشق لہر۔ مولا بخش کشتہ اور سر شہاب الدین (مترجم مسدس حالی) سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ تقریظ نگاری میں اقبال عام طور پر فیاض نظر آتے ہیں۔ شاید اسی باعث انھوں نے ''ہیر رانجھا کشتہ'' کے باب میں مندرجہ بالا تاثر رقم کر کے اس کی ممکنہ مقبولیت کی پیش گوئی کی۔ ''ہیر رانجھا کشتہ'' (کل صفحات ۱۵۴) بلاشبہ رواں، صاف اور جدید اسلوب میں لکھی گئی ہے لیکن جو معارف و بصائر اور زبان و بیان پر غیر معمولی عبور کے جو شواہد قدم قدم پر ''ہیر وارث شاہ'' میں نظر آتے ہیں وہ نہ مقبل کی ہیر میں ہیں نہ فضل شاہ کی ہیر میں اور نہ ہی ''ہیر رانجھا کشتہ'' میں

ہیر رانجھا کشتہ پر اقبال کے مختصر تاثر کا عکس:

(۶) ''نمود صبح''

www.iqbalcyberlibrary.net

اقبال اکادمی لاہور کے ذخیرۂ نوادر میں ایک نظم ''نمودِ صبح'' کے زیرِ عنوان بھی محفوظ ہے۔ یہ نظم علامہ کے اپنے ہاتھ کی تحریر کردہ ہے۔ یہ نظم بعدازاں اقبال نے ''نوید صبح'' کے عنوان سے چند مصرعوں کے تصرف کے ساتھ اپنے پہلے اردو مجموعے بانگ درا میں شامل کر لی تھی۔ عنوان بدلنے کا سبب یہ رہا ہو گا کہ ''نمودِ صبح'' کے عنوان سے ایک نظم اقبال کے اسی مجموعے میں (ص ۱۶۰) شامل ہے۔ چنانچہ تکرار سے بچنے کے لیے اسے ''نمودِ صبح'' کے بجائے ''نوید صبح'' کا عنوان دیا گیا۔ بانگ درا میں یہ نظم ص ۲۳۰ پر موجود ہے اور اس کا سنہ اشاعت ۱۹۱۲ء درج کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا صحیح سنہ تصنیف ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء ہے جیسا کہ خود اقبال کے مختصر نوٹ سے ظاہر ہے۔

علامہ نے اپنی اس نظم میں جن تین مقامات پر تصرف کیے۔ ان کے نتیجے میں مصرعوں کی تاثیر کہیں بڑھ گئی۔ مجھے علامہ کی شعری بیاضیں دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان بیاضوں میں علامہ نے بعض جگہ ایک ایک مصرع کو دو دو تین تین بار بدلا ہے اور آخری صورت میں سامنے آنے والا مصرع یا شعر سحرِ حلال کی کیفیت کا حامل نظر آتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال اپنی اعلانیہ بے نیازی (مثلاً نغمہ کجا و من کجا...... الخ یا: نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے باخبر میں) کے باوصف اپنی شاعری پر کس قدر ریاضت کرتے تھے (۱۲)۔ یہی معاملہ زیرِ نظر نظم میں کیے گئے تصرفات کا ہے۔ واضح رہے کہ یہ نظم نہ تو ''باقیاتِ اقبال'' میں شامل ہے نہ ''تبرکاتِ اقبال'' میں اور نہ ہی ''رختِ سفر'' میں۔

ذیل میں ''نمودِ صبح'' کا اولیں متن مع عکس ملاحظہ فرمائیے:

نمودِ صبح

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامنِ سحر
منزلِ ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر

www.iqbalcyberlibrary.net

محفل قدرت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے سکوت
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغام حیات
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات
مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ نکل آئی سحر گرم تقاضا تو بھی ہو (۱۳)
دورۂ عالم میں رہ پیا ہو مثل آفتاب(۱۴)
دامن گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغ سحاب
کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہو سر گرم ستیز
پھر سکھا تاریکیٔ باطل کو آداب گریز
تو سراپا نور ہے زیبا ہے عریانی تجھے(۱۵)
اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے
ہاں نمایاں ہو کے برق دیدۂ خفاش ہو
اے دل کون و مکاں کے راز مضمر فاش ہو

(محمد اقبال لاہور)

یہ اشعار کل صبح ۳۱ دسمبر ۱۹۱۱ء کو لکھے گئے

حواشی

ا۔ یہ خطوط اب سے تقریباً پندرہ برس قبل فوٹو اسٹیٹ کی صورت میں معروف شاعرہ محترمہ وحیدہ واحد نے عنایت کیے تھے اور میں نے مرتب کر کے سہ ماہی سیارہ (لاہور) کے اکتوبر ۱۹۸۲ء کے شمارے میں مختصر تعارف کے ساتھ شائع کیے تھے۔ ان میں سے ایک خط مورخہ ۱۷

www.iqbalcyberlibrary.net

مارچ ۱۹۳۶ء ڈاکٹر اخلاق اثر نے اپنے مرتبہ مجموعۂ مکاتیب یعنی ''اقبال نامے'' کے دوسرے ایڈیشن (۱۹۹۰ء) میں بحوالۂ سیارہ شامل کر لیا تھا۔ واضح رہے کہ مذکورہ دونوں اصل خطوط شاعرۂ مذکورہ کے ذخیرہ نوادر میں محفوظ ہیں۔

۲۔ یہ معلومات بیشتر ڈاکٹر جاوید اقبال کی تالیف زندہ رود (جلد سوم) سے ماخوذ ہیں۔

۳۔ اس اپیل کے متن کے لیے ملاحظہ کیجیے ''گفتار اقبال'' ص ۲۰۳۔۲۰۵

۴۔ یہ پمفلٹ مجھے ممتاز محقق جناب خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرحمت کیا۔

۵۔ مراد ''تمسک'' ہے۔

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ''انوار اقبال'' (مرتبہ بی۔ اے ڈار) ص ۵۱۔۷۷

۷۔ ملک العلماء علامہ عبدالحکیم......ص ۵۰

۸۔ اس تصنیف کے حوالے سے کسی صاحب کا یہ شعر بہت معروف رہا ہے:

خیالات خیالی بس عظیم است۔ برائے حل او عبدالحکیم است

۹۔ قبل ازیں اس تقریظ کا متن مقالات اقبال ۱۹۶۳ء (مرتبہ عبدالواحد معینی) میں شائع ہو چکا ہے مگر یہ بہت حد تک صحت سے عاری ہے۔

۱۰۔ اقبال کا اشارہ فاضل سیالکوٹی کے نہایت معروف اور عالمانہ رسالے ''درثمینہ در اثبات واجب الوجوذ'' کی جانب ہے۔ کتاب کا عربی نام ''الرسالتہ الخاقانیہ الموسومتہ بلدر الثمین فی اثبات علم واجب تعالیٰ'' ہے۔ اس رسالے کو مصنف نے شاہ جہان کے نام معنون کیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ علم باری تعالیٰ سے متعلق ہے اور اس میں تین مباحث ہیں ۔۱۔ فی اثبات علم اللہ تعالیٰ ۲۔ دوسری بحث علم اللہ تعالیٰ کی نوعیت سے متعلق ہے۔ ۳۔ جبکہ تیسری

www.iqbalcyberlibrary.net

بحث علم کی کلیت کے مسئلے تک محدود ہے اور مصنف نے اس نظریے پر زور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کلی علم بھی ہے اور جزوی بھی۔ کتاب کے دوسرے حصے میں فاضل مصنف نے فلاسفہ کی تکفیر کے مسئلے پر بحث کی ہے۔

دنیا کے مختلف مما لک کے کتب خانوں میں اس رسالے کے آٹھ قلمی نسخے ملتے ہیں۔ یہ رسالہ علامہ کی مندرجہ بالا تقریظ کے قریباً اکتالیس برس بعد پہلی دفعہ ڈاکٹر امین اللہ وثیر نے (جو فاضل سیالکوٹی پر ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں) اورینٹل کالج میگزین کے فروری ۱۹۶۵ء کے شمارے میں شائع کیا۔

۱۱۔ علامہ کی یہ مختصر تحریر ان کے اپنے سواد خط میں اقبال اکادمی لاہور کے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ ہے۔ راقم نے اس کا عکس اسی ذخیرۂ نوادر سے حاصل کیا ہے۔ ویسے ''پنج دریا'' (لاہور) کے کشتہ نمبر (۱۹۶۸ء) میں بھی اس تحریر کا عکس شامل ہے۔

۱۲۔ اس امر کے کسی قدر تفصیلی اندازے کے لیے زیر نظر کتاب کا ایک مقالہ ''اقبال کی اردو شاعری کا مختصر فنی جائزہ'' دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۳۔ وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو...... بانگ درا ص ۲۳۰

۱۴۔ وسعت عالم میں رہ پیما ہو مثل آفتاب......ص ۲۳۰

۱۵۔ تو سراپا نور ہے، خوشتر ہے عریانی تجھے...... بانگ درا ص ۲۳۱

☆☆☆☆☆☆